ہوکر آپ نے بھی وہاں سے کوچ کیا اور اُس روز موضع ڈاگئی میں
پہنچے اور وہاں کی ایک مسجد میں اُترے پھر جب بعد نماز عشا کے آپ
تسلی سے بیٹھے تب مولوی خیرالدین صاحب نے عرض کی کہ چیتر بائی سے آتے
ہوئے جس بستی میں مجکو اُترنے کا اتفاق پڑا وہاں کے لوگوں نے مجھ سے
اپنے قاضی کا شکوہ کیا کہ سید بادشاہ کے قاضی ہم لوگوں پر بہت تعدی
اور زیادتی کرتے ہیں اور ذرا سی خطا پر ہم سے ناحق زیادہ ہمارے مقدور
سے تاوان اور جرمانہ لیتے ہیں سو تم سید بادشاہ سے عرض کر کے ہماری
کچھ راہ کراؤ سو اب جیسا مناسب جانیں ویسا فرما دیں میں نے آپ کو
اطلاع کر دی ہے آپ نے اُن سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے
پنجتار میں چل کر تم کو قاضی القضات اور سب قاضیوں پر سردار کرینگے
تم دورہ کیا کرنا اور سب کے معاملات حق و ناحق تحقیق کر کے فیصلہ کیا کرنا
مولوی صاحب ممدوح نے عرض کی کہ میں استعداد اور لیاقت اس عہدہ
کی نہیں رکھتا ہوں اس عہدے کے لئے آپ کسی اور صاحب کو مقرر فرماویں
آپ نے ارشاد کیا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم کو اس کام کی لیاقت یا خوبی
ہے اس امر میں کئی بار مولوی صاحب نے انکار کیا اور حضرت نے اصرار آخر
کو مولوی صاحب نے عرض کی کہ وہ کام آپ مجکو کبھی نہ فرماویں میں
نہ قبول کرونگا ناحق گنہگار ہونگا ایک تو عدالت کا کام اور دوسرا ایمانی

کام دونوں کاموں میں اکثر لوگوں کا قدم پھسل جاتا ہے تب آپ مسکرا کر
خاموش ہو رہے پھر مولوی صاحب وہاں سے اپنے ڈیرے پر جا کر سو رہے
انتہیٰ اور وہ موضع ڈاگئی رزڑوں کے ضلع میں ہے اور رزڑ دن میں
اکثر لوگ فتنہ انگیز اور بانی فساد تھے کہ ظاہر میں موافق اور باطن میں
منافق اُس بستی میں ڈاگئی کے بعضے بعضے طالب العلم جو حضرت علیہ الرحمۃ
کی جناب فیضمآب میں اعتقاد اور اخلاص رکھتے تھے اُنھوں نے لشکر کے
بعضے بعضے غازیوں سے بطریق خیر خواہی کے کہا کہ یہاں کھٹکے کی جگہ ہے تم
یہاں بیدار اور ہوشیار رہنا یہ خبر رفتہ رفتہ تمام لشکر میں پھیلی سب
لوگ اپنی چوکی پہرے سے ہوشیار ہو گئے پھر کوئی ڈیڑھ پہر رات رہے سے
لشکر کا کوچ ہوا وہاں سے پانچ چھ کوس موضع سلیم خاں ہے اُس میں جا
کر سب نے نماز پڑھی پھر بعد فراغ نماز کے وہاں سے روانہ ہوئے پانچ چھ
گھڑی دن چڑھے مع الخیر پنجتار میں داخل ہوئے وہاں کے بہی صدہا لوگ
عورت و مرد حضرت علیہ الرحمۃ کی تعریف و توصیف میں چار بیت کہتے اور
تبنل بجاتے اور خوشی کرتے ہوئے اپنے اپنے غول باندھ کر آئے اور حضرت
سے انعام طلب کیا آپ نے ہر ایک کو انعام دلوایا اور خوش کیا اور آپ
انعام میں کہیں دو روپے اور کہیں چار روپے اور کہیں پانچ روپے اور
کہیں اس سے زیادہ دلوائے اور پہلے جاتے پشاور کے موضع تورو
سے حضرت نے ایک جوڑا توپ کا اور چند زخمیوں کو ہمراہ عبد القیوم

کے پنجتار میں بھیجا تھا ان میں ایک توپ کا پہیہ ٹوٹا تھا اور دوسری توپ درست تھی سو حضرت علیہ الرحمۃ کے قدوم میمنت لزوم کی خوشی سے گیارہ فیر سر کئے گئے اُسی ایک توپ کے اور حضرت علیہ الرحمۃ پہلے سواری سے اُتر کر مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نفل پڑھی اور بھی اکثر غازیوں نے دو دو نفلیں پڑھیں پھر آپ نے سر برہنہ ہو کر بہت دیر تک باآواز بلند کی اور سب لوگ آمین کہتے تھے پھر بعد فراغ دعا کے آپ نے سب کو اجازت دی کہ اپنے اپنے ڈیرے پر جا کر اُتریں پھر سب غازی اپنے اپنے قدیمی ڈیرے پر جا کر اُترے اور حضرت علیہ الرحمۃ اپنے ڈیرے پر جا اُترے پھر آس اطراف اور نواح کی بستیوں سے علما اور طالب العلم اور رعایا لوگ وضیع و شریف حضرت کی ملاقات اور مبارکباد کو آنے لگے اس عرصے میں روز جمعہ کا ہوا اور جامع مسجد حضرت نے پنجتار کے باہر جانب مغرب نالے پر بنائی تھی واسطے نماز جمعہ کے وہاں سب لوگ جمع ہوئے اور خطبہ مولوی احمد اللہ صاحب میرٹھی نے پڑھا اور امامت حضرت علیہ الرحمۃ نے کی پھر بعد فراغ نماز کے حضرت نے وعظ کہا اور اپنے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر بطور نصیحت کے فرمایا کہ بھائیو اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل و کرم سے تم تھوڑے لوگوں کو کئی بار بڑے بڑے لشکروں پر غالب اور فتحیاب کیا اور دل تمہارے بڑھ گئے کہ ہم نے لڑائی ماری اس خیال پر مغرور نہ ہونا ڈرو اللہ سے اور توبہ و استغفار کرو اُس کی جناب میں کرو

اسی قادر مطلق اور خداوند برحق کو سزاوار ہے یہ محض اُس کی مدد اور
عنایت تھی جو ہم سے ناتوانوں کو ایسے زور آوروں پر منصور و مظفر کیا جس
طرح اس کو غلبہ اور اقبال دیتے ہوئے دیر نہیں لگتی یوں ہی چھینتے بھی دیر
نہیں لگتی یہ چھین لینے کا لفظ آپ کی زبان غیب ترجمان سے سُن کر اکثر
لوگوں کے دلوں پر ایک صدمہ عظیم واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ خیر کرے یہ کیا کلام
حضرت نے فرمایا اور اُس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کی بھی آنکھوں سے آنسو
جاری تھے اور اکثر مجاہدین کے بھی پھر آپ ننگے سر ہو کر کمال گریہ وزاری
اور عجز و انکساری کے ساتھ دیر تک جناب باری میں دعا کی اور تمام لوگ آمین
آمین کہتے تھے اور روتے تھے پھر بعد فراغ دعا کے آپ اپنے ڈیرے پر تشریف
لائے پھر اسی روز یا اس کے اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی رمضان
شاہ نیوری کو عہدہ قاضی القضات کا دیا اور چند غازیوں سے موضع شیوہ
کو رخصت کیا اور ملک سوات میں ایک بستی نام اُس کا ڈیرا ڈیرورن میری
ہے عنزن خاں وہاں کا خان بڑا نامی اور صاحب تردد تھا وہیں پنجتار میں
اس خان ممدوح کا ایک قاضی نام اُس کا یاد نہیں آیا اور حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کی ملاقات سے مشرف ہوا اور شاید کوئی عرضی بھی اپنے خان موصوف
کی لایا ہو مگر ہم کو یاد نہیں مگر زبانی اُس نے یہ عرض کی کہ مجھکو عنزن خاں نے
ایک عالم کے لئے آپ کی خدمت فیضدرجت میں بھیجا ہے کہ سید بادشاہ سے
درخواست کر کے لاؤ وہ ہمارے یہاں وعظ کہا کرے ہم اس کی باخوبی

فرماں برداری اور خدمتگزاری کرینگے اور بہی اسی طرح کی خوشامد آمیز بہت
سی گفتگو اُس نے کی حضرت علیہ الرحمۃ اس کی باتوں سے بہت خوش ہوئے
اور موافق درخواست اُس کی کے سو غازیوں سے مولانا محمد اسماعیل صاحب کو
اُس کے ساتھ رخصت فرمایا اور کئی ملک اور قاضی کُنڈ خر اور کاٹ لنگ
وغیرہ کے کہ پنجتار سے تین منزل ہے آئے تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے
انھوں نے بہی عرض کی کہ ہم نے بہی آپ کی امامت قبول کی ہے ہمارے ساتھ
آپ کوئی ایسا شخص عالم معتمد اور مدبر ہمراہ فرماویں کہ ہماری بستیوں میں
چلکر احکام شرعی جاری کرے اور تحصیل عشر اور زکوۃ اور جزیہ کی کرے ہم اُس
کی فرماں برداری اور خدمتگزاری بدل و جان بجالاوینگے اور کسی نوع اُس
کی اطاعت میں فرق نہ لاوینگے حضرت نے اپنے معتمدوں سے فرمایا کہ ان کے
ساتھ وہاں بھیجنے کو کوئی شخص تجویز کرنا چاہئے کسی جانے عرض کی کہ وہ
علاقہ ملک سمہ سے جُدا ہے اور موضع درگہی علاقہ ملک سُوات کا وہاں سے
قریب ہے وہاں کے واسطے کوئی شخص مدبر اور متحمل اور واقف احکام شرعی
کا چاہئے کہ وہاں کے لوگوں کو اپنی حکمت عملی سے قابو میں لاوے اور بنرمی
و آہستگی ان کو احکام شرعی سکھلاوے اور تیز طبیعت آدمی سے وہاں کا
کام نہ چل سکیگا کیونکہ وہاں کے لوگ خوگر اطاعت اور فرماں برداری کے
نہیں ہیں تیز طبیعت آدمی سے لوگ متنفر ہوجاوینگے حضرت نے فرمایا پھر
ایسا کون ہے کوئی تجویز کرو انھوں نے عرض کی کہ میرے نزدیک
وہاں کے واسطے مولوی خیر الدین صاحب معلوم ہوتے ہیں آپنے

فرمایا کہ کہتے تو سچ ہو مگر ایک مولوی خیرالدین کو کہاں کہاں بھیجیں ہم
چاہتے ہیں کہ ان کو اپنے پاس رکھیں انھوں نے عرض کی کہ اگر آپ اُن کو
اپنے پاس رکھا چاہتے ہیں تو کیا مضائقہ ہے اول چند روز کے لئے آپ اُن کو
وہاں بھیجدیں جب وہاں کے لوگ راہ راست پر آجاویں اور اطاعت احکام
شرعی کے خوگر ہو جاویں تب آپ وہاں اور کسی صاحب کو بھیج دیں اور
اُن کو اپنے پاس بلالیں حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ بات پسند کی اور مولوی صاحب
موصوف کو کچھ ہندوستانی اور بیس قندہاری مع لعل محمد جمعدار دے کر لنڈخُر
کے ملکوں کے ہمراہ روانہ فرمایا مگر مولانا محمد اسماعیل صاحب کو ایک روز یا دو
روز ان سے پہلے رخصت کیا تھا اب باقی حال مولوی صاحب ممدوح کے
جانے کا آگے معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور بعد اس کے حضرت نے مولوی
نصیرالدین صاحب منگلوری کو چالیس پچاس غازی ہمراہ کرکے واسطے
تحصیل عشر کے مونڈی کو روانہ فرمایا کہ جاکر اس ضلع کی بستیوں کا عشر
تحصیلیں اور میر حامد علی صاحب جھنجھانوی کو بیس پچیس غازیوں سے موضع
ملینئی کی پنجکوں پر متعین کیا کہ وہاں سے غلہ پسوا کر واسطے لشکر کے آٹا
بھیجا کریں اور یہ موضع پنجتار سے قریب سات کوس کے ہے اور ٹوپاری
کے حمزہ علی خاں کو مع رسالہ اور قصبہ پلیت کے شیخ ناصرالدین اور شیخ عبدالرحمٰن
کو کہ نائب رسالدار تھے نقارہ اور نشان اور شاہین خانہ دے کر موضع
شیوہ کو رخصت کیا اور رسالدار ممدوح کو یہ اختیار دیا کہ اس اطراف
کی بستیوں میں جس قدر مناسب جاننا اس قدر سوار متعین کر دینا کہ

اپنی اپنی بستی کی باخوبی حفاظت کرتے رہیں اور کوئی کسی رعایا پر کسی
نوع ظلم و زیادتی نہ کرے جب یہ سب صاحب اپنی اپنی طرف روانہ ہوگئے
اس عرصے میں مولانا محمد اسماعیل صاحب کہ ہمراہ قاضی کے طرف سوات کے
گئے تھے دسویں بارہویں روز مع الخیر حضرت کے پاس آکر داخل ہوئے حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے بعد خیر و عافیت مزاج کے پوچھا کہ میاں صاحب
آپ تو وہاں سے بہت ہی جلد آئے اس کا کچھ سبب بیان کرو انھوں نے عرض
کی کہ ہم کو وہ قاضی جس کے آپ نے ہمراہ کر دیا تھا یہاں سے خار میں لے گیا ہم
لوگوں سے وہاں مسجد کے حجرے میں اُترے یہ خبر عنایت اللہ خاں الا ڈنڈ
والے کو ہوئی اور وہ اپنے وہاں کا بڑا خان نامی ہے اُس نے اپنے بیٹے
کو کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں سے ہمارے روکنے کو بھیجا اُس نے وہاں سے آکر
خار کے خان زید اللہ خاں کو ورغلانا کہ یہ غازی لوگ دیر میں عزن خاں
کے یہاں جاتے ہیں اور وہ ہم سے مخالف ہے اگر یہ وہاں جاوینگے ان کے
سبب سے اس کو قوت ہو جاویگی اور ہم لوگوں کو مغلوب کریگا سو تم ان کو
کسی طور یہاں سے آگے نہ جانے دو یہ مشورہ زید اللہ خاں سے کر کے وہ وہاں
سے موضع درگہی میں آیا اور ہم سے چھیڑ کرنے کے لئے درگہی والوں کو بھڑکایا
کہ جب یہ غازی لوگ خار سے پلٹ کر تمہارے یہاں آویں تب تم ادھر آنے
سے مزاحمت کرنا پھر اس رات کو زید اللہ خاں نے ہم کو کہلا بھیجا کہ آپ یہاں
سے آگے نہ جاویں والا ہم سے اور آپ سے نہ بنے گی سو ہم نے بگاڑ کرنا

اُن سے مناسب نہ جانا اور اُن کے آدمیوں سے کہا کہ صبح کو یہاں سے لوٹ جاوینگے
پھر صبح کو وہ قاضی تو اپنی بستی کی طرف ناچار ہوکر چلا گیا اور ہم نے اس طرف
کو کوچ کیا اور زبید اللہ خاں نے دو آدمی اپنے ہمارے ساتھ کر دئے ایک تو خان
ممدوح کی مسجد کا امام تھا اور دوسرا اور کوئی تھا سو اُس مسجد کے امام سے کہہ دیا
کہ ہماری طرف سے درگہی والوں سے کہنا یہ غازی لوگ ہم سے موافق ہیں اور ہم نے
اُن سے عہد کیا ہے کہ ہماری عملداری میں تم سے کوئی مزاحم نہ ہوگا سو خبردار ان
غازیوں سے کسی نوع چھیڑ چھاڑ نہ کرے اور ایک بستی درگہی کے اس طرف ایک
کوس پر انکا کوٹ ہے وہی بات کہہ کر اس بستی میں دوسرے آدمی کو بھیجا کہ
ان غازیوں سے کوئی مزاحم نہ ہوگا پھر ہم لوگ ساتھ خیر و عافیت کے وہاں
سے چلتے چلتے موضع لنڈخور میں آئے وہاں مولوی خیرالدین صاحب سے ملاقات ہوئی
انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس آدمی کم ہیں کچھ اپنے ساتھ کے غازی یہاں چھوڑ
جاؤ سو میں نے بتیس ۳۲ غازیوں سے میر عبدالرحمن جہالوی کو ان کے پاس متعین کر دیا
اور یہ میر عبدالرحمن مرحوم وہ ہیں جو ہمارے آقائے نامدار دولتدار کی سرکار فیض آثار
میں عہدہ رسالداری سے سرفراز تھے' پھر ہم وہاں سے تین روز میں یہاں آئے
سبب جلد آنے کا اس سفر سے یہ تھا انتہی' پھر ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے
سردار فتح خاں سے بلا کر فرمایا کہ خان بھائی اس ملک کے مسلمان بھائیوں سے
اور ہم سے نااتفاقی تھی اس کی اصلاح اور تدبیر میں ہم بہت دنوں مصروف
رہے سو اللہ تعالی نے اپنی عنایت سے اتفاق کروا دیا ہمارے دل کا دغدغہ
دفع ہوا اب کفار سکھ سے ہمارا مقابلہ باقی رہا سو اس کے لئے ہم نے یہ تدبیر
سوچی ہے کہ اپنی توپوں کو توڑوا کر قرابینیں ڈھلوا دیں اور سکھوں

پر چڑھائی کریں اور توپوں سے لڑنا ہم کو ناپسند ہے پھر نکمی توپیں رکھنا
کیا ضرور سواس کے گولہ بنوانا چاہیئے اور کوئی اُستاد تلاش کرنا چاہیئے
کہ قرابنیں ڈھالے فتح خاں نے عرض کی کہ آپ نے یہ بات تو بڑے کام کی
سوچی ہے سو پہلے آپ گولہ تیار کرادیں پھر کوئی استاد بھی تلاش کیا جاویگا
غرض اُس دن یہ تدبیر ٹھہرائی گئی اور وہاں پنجتار میں فلاہ نام خار آور درخت
ہوتے ہیں جیسے یہاں ہندوستان میں کھیجڑی کے اور وہاں دامن کوہ میں اس
کا جنگل تھا سو حضرت نے واسطے گولہ کے وہ درخت کٹوانے شروع کئے اور
اکثر اوقات حضرت آپ ہی کٹوانے کو تشریف لیجایا کرتے تھے اور ایک بھٹی
گولوں کی تیار ہو چکی تھی اور دوسری بھٹی کا سامان دُرست کیا جاتا تھا
اس عرصے میں مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی نے پشاور سے حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس عرضی ارسال کی مضمون اس کا یہ تھا کہ چند روز سے یہاں پشاور
میں اور سردار سلطان محمد خاں کے دربار میں ملک سمہ کے خوانین کے آدمیوں
کی آمدورفت بہت رہتی ہے یہ نہیں معلوم کہ سبب اس کا کیا ہے یہ خبر میں نے
اطلاعاً لکھی ہے انتہی' اس کے جواب میں حضرت نے ان کو لکھا کہ پہلے اس کے
خوانین سمہ سے اور درانیوں سے بسبب نا اتفاقی کے راہ ورسم آمدورفت کی نہ
تھی اور اب اتفاق ہو گیا ہے انتہی اور پنجتار سے دو ڈھائی کوس مشرق اور
شمال کے کونے میں پہاڑ پر ڈگہار نام ایک بستی ہے ان دنوں شیخ حسن علی
صاحب اور اُن کے بھائی شیخ عبدالعزیز اور شیخ عبدالباقی اور اُن کے
بھتیجے شیخ عبدالقادر اور سوا ان کے کئی آدمی اور وہیں تھے اور وہاں کے مسجد

کے امام کا نام سید اصغر تھا اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ کا وہ بڑا معتقد اور مخلص بنے رہا تھا سو اُس نے ایک روز شیخ عبدالعزیز صاحب سے کہا کہ آج اس بستی میں خوانین کا مشورہ تھا تم کو اس کا کچھ حال معلوم ہے اُنھوں نے کہا ہم کو کیا معلوم کسی امر کا مشورہ ہوگا اُس نے غصہ ہو کر کہا کہ تم ہندوستانی لوگ بڑے نادان ہو کچھ اپنے حال سے خبر نہیں رکھتے ہو انھوں نے گھبرا کر پوچھا کہ کیا بات ہے اُس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں کافر نہیں ہوں یہاں کے سب خوانین کافر ہوگئے اور یہ مشورہ کیا ہے کہ سید بادشاہ کے جس جس بستی میں غازی متعین ہیں آج کے چھٹے روز سب قتل کئے جاویں گے سو جلد جا کر یہ خبر سید بادشاہ کو کرو کہ اس کے دفع کی کوئی صورت تجویز کریں اور اپنے غازیوں کو جا بجا سے بلوا کر اکٹھا کر لیں یہ خبر وحشت اثر سن کر شیخ عبدالعزیز صاحب نے اپنے بڑے بھائی شیخ احسان علی صاحب سے ذکر کیا کہ سید اصغر نے اس وقت مجھ سے ایسا ایسا حال بیان کیا انھوں نے کہا کہ یہ بات غلط ہے بھلا مسلمان بھی مسلمانوں سے کہیں ایسا دغابازی اور بے دینی کا معاملہ کرتے ہیں تم سے کسی نے یوں ہی کہہ دیا ہے اُنھوں نے کہا کہ بھائی صاحب یہ بات غلط نہیں ہے اس لئے کہ سید اصغر دیندار آدمی ہے جھوٹ خبر کہنے سے اس کو کیا فائدہ تم اسی وقت پنجتار میں جا کر سید صاحب سے اطلاع کرو۔ آخر الامر شیخ حسن علی صاحب نے سید صاحب کے پاس جانے کا اقرار کیا مگر اس روز نہ گئے اُس کے اگلے روز گئے اور وہی

حال سید صاحب سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ شیخ بھائی تم سے کسی
نے یوں ہی کہا ہے یہ لوگ ولایتی اب ہم سے ایسے موافق ہیں جیسے تم سب
ہندوستانی بھائی یہ جواب سُن کر شیخ حسن علی صاحب کچھ نہ بولے اور
اُس دن وہیں رہے اگلے روز اپنی بستی میں گئے شیخ عبدالعزیز صاحب
نے پوچھا کہ بھائی صاحب سید بادشاہ نے وہ خبر سُن کر کیا فرمایا
انھوں نے کہا کہ جیسے میں نے تم سے کہا تھا ویسے ہی مجھ سے سید صاحب
نے فرمایا کہ یہ خبر کسی نے یوں ہی اڑائی ہو گی شیخ عبدالعزیز صاحب نے یہ
حال سُن کر جا کر سید اصغر سے بیان کیا وہ سُن کر نہایت خفا ہوئے
اور کہنے لگے کہ اس خبر میں کسی طور کا کچھ شک و شبہ نہیں ہے تم اسی
وقت آپ جا کر سید بادشاہ کو سمجھاؤ کہ یہ خبر تحقیق ہے جہاں جہاں آپ
کے غازی لوگ متعین ہیں ان کو وہاں سے جلد اپنے پاس بلوالو اور اس میں
تساہلی اور تغافلی نہ کرو پھر اسی وقت شیخ عبدالعزیز صاحب حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس گئے اور جو کچھ زبانی سید اصغر کے سُنا تھا عرض کیا حضرت نے
مسکرا کر ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ شیخ بھائی یہ بات
خیال میں نہیں آتی ہے غلط سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس ملک کے
سب ملک اور خوانین ہمارے موافق ہیں ہم کو اُن سے ایسی اُمید
ہرگز نہیں ہے ہمارے اور اُن کے درمیان میں نااتفاقی ڈالنے کو

ایسی خبر اڑاتے ہیں تم جاکر خاطر جمع سے اپنے مکان پر بیٹھو یہ بات)
سن کر شیخ عبدالعزیز اسی وقت اپنی بستی کو گئے اور سید اصغر سے کہا
کہ سید صاحب سے میں نے با خوبی سمجھا کر کہا مگر ان کو یقین نہ ہوا اور
ایسا ایسا جواب دیا سید اصغر یہ بات سن کر بہت ہی آبدیدہ ہوئے اور
افسوس کرنے لگے احمد کہنے لگے کہ شیخ صاحب میرا کہنا یاد رکھنا اور
دو تین دن میں جو کچھ ہو سو دیکھ لینا انتہیٰ محمد آمیر خاں قیصوری بیان
کرتے ہیں کہ بعد اس کے دوسری یا تیسری رات کو جس برج میں
حضرت علیہ الرحمۃ رہتے تھے بعد آدھی رات کے وہاں میرا پہرا تھا حضرت
تو برج کے کوٹھے پر آرام کرتے تھے وہاں ایک پہرا جدا تھا اور
نیچے میرا پہرہ تھا میں مسلح اپنے پہرے پر کھڑا تھا کہ اچانک ایک سوار
نے آکر آواز دی کہ پہرے پر کوئی ہے میں نے کہا کہ ہاں میں پہرے
پر ہوں تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اس نے کہا کہ میں ٹھٹی
کا امام الدین ہوں اور پشاور سے آتا ہوں سید صاحب کو جلد میری
اطلاع کر دو یہ سن کر میں نے آواز دی کہ کوٹھے پر کس کا پہرا ہے
پہرے والا نہ بولا سید صاحب علیہ الرحمۃ نے جلد کوٹھے کی کھڑکی کھول
کر پوچھا کون ہے میں نے عرض کی کہ پشاور سے امام الدین سوار

سوار آیا ہے آپ نے پوچھا کہ خیر تو ہے امام الدین نے صاف صاف
جواب نہ دیا حضرت نے گھبرا کر اپنے پاس بلایا وہ گھوڑے سے اُتر کر
حضرت کے پاس گئے آپ نے فرمایا کہ کہو کیا حال ہے امام الدین نے عرض کی
کہ مولوی مظہر علی کو اور چار اور غازیوں کو درانیوں نے شہید کیا)
تفصیل اُس کی یہ ہے کہ کئی روز ہوئے میں نے اپنی تلوار بازار میں ا
صیقل گر کو واسطے ملنے کے دی تھی سو آج پان چھ گھڑی دن چڑھے تلوار
لینے گیا اور کچھ دیر صیقل گر کی دوکان میں بیٹھا وہیں ایک درانی آیا اور اُس نے
مجکو دیکھ کر اشارے سے اپنے پاس بلایا جب میں نزدیک گیا تب اُس نے
کہا کہ تم کو مولوی مظہر علی کی کچھ اس وقت خبر ہے میں نے کہا کیسی خبر اُس نے کہا
کہ سردار پیر محمد خاں نے دعوت کی بہانے سے ان کو اپنے مکان پر بلا کر شہید
کیا اور سوا ان کے اور بھی چار غازیوں کو اور ارباب فیض اللہ خاں کو شہید کیا
سو تم سے از روے دوستی کے کہتا ہوں کہ اسی وقت جدہر اپنا سینگ سما جائے
جلد بھاگ جاؤ والا تم بھی مارے جاؤ گے یہ بات سُن کر میں نے کاریگر
سے تلوار لی اور وہاں سے نہرا زخانے کو گیا اور اپنے گھوڑے پر مارے ہیبت اور
بدحواسی کے زین بھی نہ باندہ سکا لگام دے کر یوں ہی ننگی پیٹھ پر سوار ہوا
اور گھوڑا ہانکا آتے آتے دریا پر پہنچا اور کشتی والے کو دھمکایا اس نے جلد

ناؤ پر چڑھاکر پار کر دیا پھر وہاں سے چلتے چلتے موضع یار وسین میں
رسالدار حمزہ علی خاں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور میرا گھوڑا تھک
گیا تھا اس کو وہاں چھوڑا اور اُن سے دوسرا گھوڑا لیا اور اُس پر سوار
ہو کر روانہ ہوا اس وقت یہاں آیا انتہیٰ یہ حال پُرملال سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ
نے اُسی وقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب اور ارباب بہرام
خاں وغیرہم کو بلوا کر یہ حادثہ بیان کیا اور جو ملک سمہ کے دیہات میں مجاہدین
متعین تھے اُن کے بلانے اور اکٹھا کرنے کے لئے فرمایا الغرض اس کی
مشورت میں جو کچھ رات باقی تھی وہ گذری اور پہر دن گذرا بعد اس کے
حضرت علیہ الرحمۃ نے سید اسمٰعیل رائے بریلوی کو بلوا کر فرمایا کہ اس وقت تم
ہمارے اژدر گھوڑے پر سوار ہو کر جلد موضع شیوہ کو جاؤ اور مولوی رمضان
شاہ قاضی القضات سے خلوت میں بلا کر کہو کہ وہاں پشاور میں درانیوں
نے مولوی مظہر علی اور کئی غازیوں کو شہید کیا سو تم کو سید صاحب کا حکم
ہے کہ اسی وقت اپنا سب کارخانہ جہاں کا تہاں چھوڑ کر اور اپنے سب
لوگوں سے ہمارے پاس چلے آؤ اور یہی بات یار وسین میں جا کر رسالدار
حمزہ علی خاں سے کہو اور دو چار سوار رسالدار سے لے کر اور یہی پیغام دے
کر اس اطراف کی بستیوں کے غازیوں کے پاس بھیج دینا اور تم یہ
خبر پہنچا کر کہیں نہ ٹھہرنا ہمیں چلے آنا پھر اسی وقت سید اسمٰعیل صاحب

حضرت کے ارشاد گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور شیوہ میں جا کر
مولوی رمضان علی صاحب کو حضرت کا پیغام پہنچایا اور وہاں سے یار حسین
میں جا کر رسالدار حمزہ علی خاں کو بھی حکم سنایا اور کئی سوار رسالدار سے
لے کر وہی حکم دے کر اس اطراف کی بستیوں کے غازیوں کے پاس روانہ
کردئے مگر یہ حکم سن کر سب کو یہ گمان ہوا کہ جو مولوی مظہر علی صاحب وغیرہ
کے ساتھ درانیوں نے یہ معاملہ کیا ہے شاید کہ سید صاحب علیہ الرحمۃ پھر
لشکر جمع کر کے پشاور کو جاوینگے اس لئے جلد ہم لوگوں کو بلاتے ہیں اور
سمہ والوں کی غداری و مکاری کا کسی کے دل میں وہم و خیال بھی نہ تھا
اسی سبب سے کسی نے کہا کہ ہم یہاں سے شام کو روانہ ہونگے کسی بستی
کے غازیوں نے کہا کہ ہم آدھی رات یا پچھلے پہر سے چلیں گے اس تساہلی
اور تغافلی میں ہر بستی والے مجاہدین رہے اور اپنے اپنے یاروں اور
دوستوں سے بستی میں ملنے لگے اور مصافحہ کر کے رخصت ہونے لگے کہ
سید صاحب نے کسی کار ضروری کو پنجتار میں اپنے پاس بلایا ہے سو آج
شام کو یا آدھی رات کو یا صبح کو ہم یہاں سے کوچ کرینگے اور اُن
لوگوں کا مشورہ پہلے سے ٹھہر چکا تھا کہ فلانی تاریخ اور فلانے
روز اور فلانے وقت اپنی اپنی بستیوں کے غازیوں کو قتل کر ڈالیں
اور اُس کی اصطلاح آپس میں اُنھوں نے یہ ٹھہرائی تھی کہ فلانے

روز جوار کوٹیں گے اور اس میعاد کا دور وزپیچھے آنے والا تھا اور
پشاور والے دو تین دن پہلے دست اندازی کر بیٹھے اور یہ خبر بعض بعض
خوانین کو ہو گئی اُنھوں نے جانا کہ یہ غازی لوگ یہاں سے سلامت نکلے
جاتے ہیں ان کو آج ہی سمجھ لیں پھر اسی بات کا سب نے مشورہ کیا اور
اپنی بستی کے ڈوموں سے کہا کہ حجروں کے کوٹھوں پر چڑھ کر نقارے
بجاؤ اور با آواز بلند پکارو کہ سید بادشاہ کی تاکید شدید ہے کہ جلد غلہ
عشر کا پہنچاؤ سو سب مل کر جس طرح سے ہو سکے آج ہی جوار کو ٹنے
شروع کر دو پھر وہ ڈوم حجروں پر نقارے رکھ بجانے لگے اور وہی کہنے لگے
اور جابجا سے لوگ آکر جمع ہونے لگے یہ حال دیکھ کر جو غازی لوگ
اُن سے پوچھتے آج یہاں ہی نقارے بجتے ہیں اور ادہر ادہر کی بستیوں
سے نقاروں کی آواز آتی ہے یہ کیا معاملہ ہے تو وہ اُن سے کہتے کہ سید
بادشاہ کا حکم ہے کہ جلد غلہ عشر کا ارسال کرو سو جوار کو ٹنے کے لئے
لوگوں کو خبر کرتے ہیں اور کوئی بات نہیں ہے یہ سُن کر وہ خاموش
ہو رہتے اور کچھ ان کی حیلہ سازی اور دغابازی کو نہ سمجھے اور
غفلت میں رہے یہاں تک کہ نماز عشاء کے وقت اچانک ہر طرف سے
آکر ان غداروں نے گھیر لیا اور قتل کرنا شروع کیا کوئی تو نماز
پڑھتے میں شہید ہوئے اور کوئی وضو اور استنجا کرنے میں اور یہی

حال ہر بستی میں ہوا مگر کہیں عشا کے وقت اور کہیں آدھی رات کو اور
کہیں پچھلے پہر کو اور کہیں فجر کی نماز میں غرضکہ تقدیر الٰہی سے جو کوئی
خواہ بھاگ کر خواہ کسی گھر میں چھپ کر بچ سو بچے اور اپنی جان سلامت
لے کر پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور باقی سب شہید کئے
گئے چنانچہ سب کے پہلے ایک ان میں کے موضع تیموہ سے سید امیر علی
بھاگ کر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور تمام لوگوں کے شہید ہونے
اور اپنے بچنے کی کیفیت بیان کی کہ حاجی بہادر شاہ خاں رامپوری آپ
کے پاس سے رخصت ہو کر امازئی کی گڑھی کو جاتے تھے جب موضع
اسمعیلہ میں گئے تب وہاں کے لوگوں نے ان کو ٹھہرا لیا کہ آج تشریف نہ
لیجائیے یہیں رہیے آپ کی ضیافت ہے اور وہ لوگ حضرت حاجی صاحب
کے بظاہر بڑے معتقد تھے اور اُن سے توجہ لیا کرتے تھے وہ وہاں
ٹھہر گئے انھوں نے بڑی تعظیم و تکریم سے کھانا کھلایا اور وقت عشا کے
ان کو امام بنایا یہ نماز پڑھنے لگے اور رکعت پہلی کا ایک سجدہ کر کے
دوسری میں گئے تب وہاں کے خان اسمٰعیل خاں نے تلوار ماری سر ان کا
جدا ہو گیا پھر اس نے اسی وقت اپنی بستی میں نقارہ بجوا دیا نقارہ
پر چوٹ پڑتے ہی اس اطراف کی بستیوں میں نقارے بجنے لگے جب

یہ خبر منتوہ میں آئی وہاں کے لوگ بلوا کر کے ہم لوگوں کے قتل پر تیار ہوئے اور ہم لوگ بھی ہوشیار اور خبردار ہو گئے اور بستی کے حجروں میں اُترے ہوئے تھے پھر جلد کمریں باندھ باندھ اور ہتھیار لے کر رمضان شاہ کے یہاں جمع ہونے لگے یہ حال سُن کر انند خاں اور مشکار خاں دونوں بھائی جو وہاں کے خان تھے مولوی صاحب ممدوح کے پاس دوڑے آئے اور کہنے لگے کہ آپ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں یہاں سے اپنے لوگوں سمیت ہمارے مکان پر چل کر بیٹھیں جب تک ہم جیتے ہیں کیا مجال جو کوئی آپ پر یا آپ کے لوگوں پر ہاتھ ڈالے مولوی صاحب نے کہا جزاکم اللہ تعالیٰ جو تم نے اس وقت یہ بات تسلی اور تشفی کی کہی مگر اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کو اپنا یار مددگار نہیں جانتے آپ اپنے مکان پر تشریف لیجاویں جو کوئی ہم پر چڑھ کر آویگا ہم آپ جیسا ہوگا دیکھ لینگے یہ صاف جواب سُن کر وہ دونوں بھائی اپنے مکان کو گئے اور جابجا سے غازی لوگ آکر جمع ہونے لگے اس عرصے میں بلوائیوں نے ہر طرف سے آکر گھیر لیا جو غازی جمع ہوئے تھے وہ تو ہوئے اور باقی جہاں تھے وہیں رہے چنانچہ میں بھی مولوی صاحب تک نہ جانے پایا جب ان میں جانبین سے جدال و قتال شروع ہو گئی تب میں اپنے

گھوڑے پر سوار ہو کر باہر سے باہر اس طرف چلا آیا اور باقی حال وہاں کا نہیں
معلوم ہوا کہ کوئی اپنے لوگوں سے بچے یا سب شہید ہو گئے انتہیٰ اور
ایک لکھمیر خاں موضع تلانڈئی سے بھاگ کر اسی روز حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس آئے اور اپنی سرگذشت بیان کرنے لگے کہ موضع تلانڈئی
میں ہم سب پانچ سوار تھے تین سوار ایک حجرے میں اور ہم دو سوار
ایک حجرے میں اُترے تھے سو رات کو مجھے نہانے کی حاجت ہوگئی صبح کو سویرے
میں صرف تلوار اور کپڑے لے کر باہر بستی کے نالے میں نہانے کو چلا اور
بستی کے لوگ ہمارے حجرے کو گھیرے ہوئے بیٹھے تھے اور مجکو اصلا کچھ حال
معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں ایک نے اُن میں سے مجکو کہا کہ
کہاں جاتا ہے میں نے کہا مجکو حاجت غسل کی ہے نالے پر جاتا ہوں ایک
اور شخص نے اس سے کہا کہ جانے دے مت چھیڑ پھر میں نے وہاں سے جا کر
نالے میں غسل کیا اس میں اُجالا زیادہ ہوگیا میں صرف پائجامہ پہن کر
بسبب جلدی کے کہ وقت نہ جاتا رہے نماز پڑھنے لگا ایک رکعت پڑھ
کر دوسری رکعت پڑھتا تھا اس عرصے میں دو آدمی بستی سے آئے ایک
نے میرے آگے سے تلوار اٹھالی اور دوسرے نے کپڑے اٹھالئے میں نے جانا
یہ مجھ سے خوش طبعی کرتے ہیں پھر ایک نے مجکو دھکا دیا اور دونوں
نے میرا ایک ہاتھ پکڑ لیا اور طرف بستی کے لے چلے ایک نے کہا اس کو

اسی جگہ مار ڈالو دوسرے نے کہا کہ بستی میں چل کر مارینگے جہاں اُس
کے دوسرے سواروں کو مارا ہے یہ بات سُن کر میرے ہوش جاتے
رہے اور جانا کہ یہ مجکو واسطے مارنے کے لئے جلتے ہیں مگر اس وقت اللہ تعالیٰ
نے مجکو کچھ ایسی جراءت اور ہمت دی کہ میں ایکبارگی جھٹکا مارکر اور اپنے
دونوں ہاتھ چھڑا کر بھاگا وہ میرے پیچھے دوڑے جب مجکو نہ پایا
تب پلٹ گئے اور اپنے سواروں میں سے ایک کو کہا کہ یہ بھاگا جاتا ہے
پکڑ اس کو اُس نے میرے پیچھے گھوڑا دوڑایا میں بھاگ کر اُسی نالے میں
کود پڑا جس میں غسل کیا تھا اور قریب نالے کے آکر اس کا گھوڑا اُٹر کا
اور اس کو گرا کر بھاگا وہ اُس کے پیچھے دوڑا میں فرصت پاکر وہاں سے
بھاگا رستے میں جو داہنے بائیں بستی نظر آتی تھی اس میں ایک شور
وغوغا اور ہجوم لوگوں کا معلوم ہوتا تھا مگر مجکو اللہ تعالیٰ وہاں سے یہاں تک
سلامت لے آیا انتہیٰ اور موضع شیغوہ میں سے بلکہ غازیوں ایک شیخ گلاب آئے اور
اپنی سرگذشت بیان کرنے لگے کہ جب شغوہ میں بلوائیوں نے ہم لوگوں کے
قتل کا ارادہ کیا اور ہم الگ حجروں میں اُترے تھے اور یہ خبر معلوم ہوئی
سو ہر حجرے سے ہتیار باندھ کر جلد سب لوگ رمضان شاہ صاحب کے
پاس جاکر جمع ہوئے اور سب کی یہ صلاح ٹہری کہ یہاں سے نکل چلیں
اور اُن سے مقابلہ نہ کریں سب اسی تردد واندیشہ میں تھے کہ بلوائیوں نے

آکر گھیر لیا اور رات کا وقت نہ وہ ہم پر ہاتھ ڈال سکے بسبب ہوشیار ہو جانے
اور نہ ہم لوگ وہاں سے باہر نکل سکے بسبب گھر جانے کے اور ان کی مدد ہر
طرف سے آتی جاتی تھی جب فجر ہوئی اور اُجالا پھیل گیا اُس مولوی
صاحب اپنی جمعیت سے نکلے اور بلوائیوں نے تعاقب کیا اور جانبین سے
جدال و قتال شروع ہوئی جو شیوہ کے درے نالہ ہے لڑتے لڑتے وہاں
تک پہنچے پھر وہاں سے آگے اُنھوں نے نہ جانے دیا وہیں ہر طرف سے
گھیر کر شہید کیا اور میں زخمی ہوکر اسی پار گرا تھا نالے تک پہنچنے کی نوبت نہیں
آئی تھی پھر وہ سب کو مار کوٹ اور سلاح و اسباب لوٹ کر چلے گئے اور
میں نیم جان مردے کی طرح وہیں پڑا تھا بعد کچھ دیر کے شیوہ سے ایک ملا
میری طرف آیا اور مجکو زندہ دیکھ کر بستی کو پھر گیا اور دو آدمی اور ایک
چارپائی لایا اور مجکو وہاں سے اپنے گھر اُٹھالے گیا اور کھانے پینے سے
میری خبر لی اور ایک دن اور ایک رات خدمت کی پھر دو آدمیوں کے سر
پر میری چارپائی رکھوا کر مجکو یہاں بھجوا دیا انتہی" اور میر حامد علی صاحب
جھنجھانوی جو بتیس غازیوں سے موضع مینئ کی چکیوں پر متعین تھے
انھیں کے ہمراہی میاں خدابخش رامپوری بھی تھے وہ بیان کرتے ہیں
کہ جب واقعہ کشت و خون کا سمہ میں گذرا میں مینئ میں بیمار تھا کہ ایک
روز کچھ دن چڑھے پنجتار سے ایک سوار گھوڑا دوڑائے ہوئے میر حامد علی

صاحب کے پاس آیا اور حاجی فاضل پشاوری بھی اس کے ہمراہ تھے سو
اس سوار نے کہا کہ پشاور میں مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی کو اور
چار اور غازیوں کو درانیوں نے دغا دے کر شہید کیا امام الدین سوار یہ
خبر لے کر آدھی رات کو حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آیا یہ خبر سُن کر جا بجا ا
سوار واسطے بلانے غازیوں کے روانہ کئے اور مجکو تمہارے پاس بھیجا
ہے اور فرمایا ہے کہ جس قدر تم سے آٹا آسکے وہ لے کر جلد اپنے آدمیوں
سمیت ہمارے پاس آجاؤ سوان حاجی صاحب کے ساتھ تم جلد یہاں
سے روانہ ہو اور میں اب اور بستیوں میں غازیوں کو خبر کرنے جاتا ہوں
یہ حال کہہ کر وہ سوار تو چل دیا اور اُسی روز سویرے ہمارے اونٹ اور
خچر موضع گنذوف میں غلہ لینے کو گئے تھے اُسی وقت میر صاحب ممدوح
نے گنذوف میں حاجی فاضل کو بھیجا کہ جلد جا کر اونٹ اور خچر وہاں سے ہانک
لاؤ اور اگر بوروں میں غلہ بھر گیا ہو تو خالی کر ڈالنا پھر حاجی صاحب
ممدوح ظہر اور عصر کے درمیان میں وہاں سے آئے اور اونٹ اور خچر
لائے اور چند گدہے بنیوں کے کرایہ کئے گئے سب پچاس ساٹھ تو
اونٹ تھے اور اسی قدر خچر اور گدہے تھے پھر لوگوں نے اسی وقت
سے بوروں میں آٹا بھرنا شروع کیا شام تک سب بورے بھر کر
اور اُن کے منہ سی کر فارغ ہوئے اور نماز مغرب پڑھ کر اپنے

کھانے پکانے میں لگے عشا تک کھا پی کر فراغت کی اُسی وقت میر حامد علی
صاحب نے وہاں کے خاں کو کہ معز اللہ خاں نام تھا بلوایا اس کا تربور
بھائی شاہ ولی نام آیا" اُس نے کہا کہ خان تو تنجار میں سید بادشاہ کے
پاس ہیں میں حاضر ہوں جو ارشاد ہو بجا لاؤں اور اس وقت. رات کو
کھانے کی تیاری ہے اُنھوں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ کا
آدمی حکم لے کر آیا ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہاں آٹا کم ہے
سو جلد لے کر آؤ سو ہم سب وہاں آٹا لے کر جاوینگے اور یہاں کا غلہ
وغیرہ تمہارے سپرد ہے ہم وہاں سے آوینگے تب لیوینگے اور اپنے تین
آدمی یہاں چھوڑے جاتے ہیں ان کو اچھی طرح سے رکھنا اور ان تینوں
کے ہاتھ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا ان میں ایک میں بھی تھا اور دوسرا
داؤد خاں خورجے کے اور تیسرے کا نام یاد نہیں خان کے بھائی نے کہا
کہ میں آپ کا فرماں بردار ہوں ان بھائیوں کو با آرام تمام رکھونگا آپ
اس سے خاطر جمع رکھیں کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہے یہ کہہ کر وہ اپنے
مکان کو گیا پھر ہم لوگ نماز عشا کی پڑھ کر کچھ دیر سو رہے پھر اٹھ کر اونٹ
اور گنے اور خچر لادے اور قریب پہر کے رات باقی ہو گی اُس وقت مع الخیر
وہاں سے روانہ ہوئے اور ہم تین آدمی وہیں رہے انتہیٰ اور میاں محمد حسین
صاحب سہارنپوری سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میر حامد علی صاحب کے
ہمراہیوں میں اُس وقت ایک میں تھا مع شیخ میتئی سے پچھلے پہر کوچ

ہوا چلتے چلتے موضع پُوکا میں صبح صادق نظر آئی وہیں سب نے نماز
پڑھی اور پنجتار وہاں سے کچھ کم یا زیادہ تین کوس ہے اور موضع
شیوہ وغیرہ میں ایک رات پہلے وہاں کے باغیوں نے بلوا کر ہمارے
غازی بھائیوں کو شہید کیا تھا مفصل حال اس کا پو کے والوں کو معلوم
نہ تھا بطور احتمال کے اتنی خبر البتہ ان کو بھی کہ شیوہ کی طرف غازیوں
سے کچھ جھگڑا بکھیڑا ہوا ہے اور ہم لوگوں کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ
شاید یہ مجاہدین اس ساز و سامان سے وہیں ان کی مدد کو جاتے ہیں
اور ہم لوگوں کو اتنا ہی معلوم نہ تھا کہ وہاں کیا معاملہ ہوا پھر بعد فراغ
نماز کے وہاں سے روانہ ہوئے پان چھ گھڑی دن چڑھے موضع تنالی
میں پہنچے پنجتار وہاں سے کم زیادہ ڈیڑھ کوس ہے وہاں کسی آدمی سے
ہمارے لوگوں نے پوچھا کہ ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کی خیر و عافیت معلوم
ہے اُس نے کہا ہاں سید بادشاہ پنجتار میں اچھے ہیں مگر شیوہ میں اور اُس
کے اطراف کی بستیوں میں جو تمہارے غازی تھے ان سب کو اپنی اپنی
والوں نے قتل کیا جب یہ خبر سنی تب ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہاں یہ
واقعہ گذرا اسی وقت میر حامد علی صاحب نے ایک اپنے ہمراہیوں میں
سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آگے بھیج دیا کہ ہم اتنے لوگ آپ کی
دعا کی برکت سے صحیح و سالم آتے ہیں بعد اس کے سب کو لے کر آپ

روانہ ہوئے پھر سوا پہر دن چڑھے مع الخیر پنجتار میں پہنچے حضرت علیہ الرحمۃ
اپنے مکان سے پنجتار کے جنوبی دروازے تک ہم لوگوں کو لینے آئے
اور نہایت محبت اور تپاک سے ہر ایک غازی کو اپنی چھاتی سے لگایا
اور عافیت مزاج کی پوچھی اور اپنے ہمراہ اندر بستی کے لے گئے اور اونٹوں
اور گدہوں خچروں کے بوجھ اُتروائے اور اُسی روز مولوی نصیر الدین
صاحب منگلوری موضع لونی سے مع الخیر قبل دوپہر کے اپنے سب لوگوں
کو لے کر آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے ملے اور پیر خاں صاحب
جماعت دار سوراتیں والے جو اپنی جماعت سمیت موضع کبل میں متعین
تھے اور موضع منئی میں بلوائیوں نے مع جماعت اُن کو شہید کیا مفصل
حال اس کا یہ ہے کہ میاں خدا بخش رامپوری کہتے ہیں کہ پچھلی رات
سے تو میر حامد علی صاحب ہم تین آدمیوں کو چھوڑ کر کوچ کر گئے جس
کا حال لکھا گیا ہے اور دن کو بستی والوں کو خبر ہوئی کہ موضع شیوہ میں ہوا اور یاد رہین
بلوا ہو گیا اور اپنی بستی کے غازیوں کو اُنھوں نے قتل کر ڈالا اور یہ
حال ہم نے بھی سنا اور اسی روز بعد نماز عصر کے رمضان خاں سوراتیں
کے اور دو آدمی ان کے ساتھ کے ہمارے پاس آئے اور سلام کیا ہم
نے ان کو جواب سلام کا دیا اور حال پوچھا رمضان خاں نے کہا
کہ حضرت امیر المومنین کا سوار ہمارے پیر خاں جماعت دار کے پاس

آیا اور کہا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کا تم کو حکم ہے کہ ہمارے سوار کی
زبانی حکم سنتے ہی اپنے سب لوگوں کو ساتھ لے کر ہمارے پاس
پنجتار میں چلے آؤ سو یہ خبر سُن کر انھوں نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ
علی الصبح اسی وقت پنجتار کے چلنے کی تیاری کرو سید صاحب علیہ الرحمۃ نے
بلایا ہے اُسی دم ہم سب نے کھانا کھائے کمریں باندھ ہتیار لگا ٹٹوؤں
خچروں پر اسباب لاد پھاند کر وہاں سے روانہ ہوئے راہ دور تھی چلتے
چلتے اس وقت یہاں پہنچے اور نہایت تھک گئے اور شاہ ولی خاں کی
مسجد میں اُترے ہیں سو ہم تین آدمیوں کو بھیجا ہے کہ میر حامد علی
صاحب کے پاس جا کر پینتیس آدمیوں کی خوراک اور دانہ گھاس لکڑی
وغیرہ لے آؤ یہ باتیں سُن کر میں نے داؤد خاں سے کہا کہ میں تو بیمار
ہوں کام کرنے کی طاقت نہیں تم ان کو جو کچھ مانگیں دے دو پھر
داؤد خاں نے پینتیس ۳۵ آدمی کا آٹا دال نمک وغیرہ حوالہ کیا وہ لے گئے اور
دوسری بار آکر لکڑی اور دانہ گھاس لے گئے اور پکا کھا کر عشا تک فارغ
ہوئے وہاں ایک طالب العلم نے از روے خیر خواہی کے آہستہ پیر خاں سے
کہا کہ ملک میں جا بجا بلوا ہو گیا ہے تم کو رہنا یہاں اچھا نہیں اسی وقت
چلے جاؤ اور رستے میں کہیں نہ ٹھہرنا بلکہ نماز عشا کی پنجتار میں جا کر

پڑہنا انھوں نے کہا کہ ہم لوگ تھکے ماندے بہت ہیں پہر دو پہر
آرام کرلیں تو پچھلے پہر سے چلے جاوینگے اُس نے کہا تم جانو اس کا
تم کو اختیار ہے پھر وہ سب وہیں مسجد میں سونے لگے اور اُدہر ہم
تین آدمی تھے اور دو غازی اور شام کو آگئے ایک یوسف خاں
حسن علی خاں ورمند کے خان کا بیٹا اور دوسرا حبیب اللہ خاں نیرال
سوان دونوں کے پاس تلوار اور بندوق تھی اور داؤد خاں کے پاس
فقط برچھی تھی اور ایک کے پاس لاٹھی تھی اور میرے پاس صرف تلوار
تھی بندوق اپنی میں نے حامد خاں صاحب کے پاس پنجتار میں چھوڑی
تھی کہ میں تو بیمار ہوں بوقت کار کے وہاں کوئی باندہے گا سوارات
کو بعد نماز عشاء کے ہم سب کی یہ صلاح ٹہری کہ اپنی اپنی باری ہر کوئی
چار چار پانچ پانچ گھڑی پہرا دے اور چار آدمی سوویں پھر یہی بندوبست
کر کے ہم چار آدمی سونے لگے اور ایک پہرا دینے لگا کچھ دیر کے بعد ناگاہ
ایک بندوق چلی میں جگ پڑا اور میں نے آواز دی کہ پہرے پر کون ہے ،
داؤد خاں نے کہا میں پہرے پر ہوں میں نے کہا کہ یہ آواز بندوق
کی کدہر سے آئی اس نے کہا قبلے کی طرف سے اسی گفتگو کے اندر
دوسری بندوق چلی اور یکبارگی شور و غل اٹھا تین آدمی جو میرے

پاس سوتے تھے میں نے ان کو جگا کر کہا کہ بھائیو جلد اپنے اپنے
ہتھیار باندھ کر ہوشیار اور تیار ہو جاؤ خدا خیر کرے معلوم ہوتا ہے
کہ شیوہ اور یار وسین وغیرہ کی طرف یہاں بھی بلوا ہوا اس وقت خوف
جان سے میں اپنی بیماری بالکل بھول گیا پھر ہم چاروں آدمی ہتھیار لے
کر تیار ہو گئے اور بندوق والوں نے اپنے توڑے تیز کر لئے اور ہم جہاں
تھے وہ بڑا سا احاطہ تھا اور اندر دو بڑے بڑے کوٹھے تھے جن میں
غلہ اور آٹا وغیرہ اسباب رہتا تھا ایک کوٹھے کے اندر ہم چاروں آدمی
تھے اور احاطہ کے دروازے پر داؤد خاں کا پہرہ تھا اس عرصہ میں
بلوائیوں نے آکر ہمارا احاطہ گھیر لیا پھر چاروں آدمی ہم بھی اپنے کوٹھے
سے نکل کر دروازے پر داؤد خاں کے پاس گئے وہ لوگ ہمارے توڑوں
کی چمک دیکھ کر دروازے کے سامنے سے ہٹ کر پچھواڑے احاطہ کے
گئے اور چند آدمی ان میں سے ہمارے کوٹھے کی چھت پر چڑھ گئے اور
وہاں سے ہم کو پتھر پھینک کر مارنے لگے اور ایک غول نے جا کر مسجد
میں پیر خاں کو گھیر لیا اس وقت تمام بستی میں ایک قیامت کی سا
شور و غل مچا تھا اور بندوقیں چل رہی تھیں اور ہر جگہ تمام آدمی
ہی آدمی نظر پڑتے تھے پھر ہم پانچوں آدمی پتھروں کے خوف سے

اپنے کوٹھے کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے اس عرصہ میں ایک
نے کوٹھے پر سے ایک پتھر ہمارے اوپر پھینکا داؤد خاں نے اس کی طرف
برچھی کی ہول چلائی اُس نے اوپر سے برچھی کھینچ لی داؤد خاں خالی
ہاتھ رہ گئے اور کچھ بلوائی احاطہ کے دروازے سے اندر آگئے اس وقت
ہم پانچوں آدمی اپنے کوٹھے اندر گھس گئے اور کواڑ بند کرکے زنجیر لگادی
پھر کچھ بلوائی ہمارے دوسرے کوٹھے کی طرف جھکے اور غلہ وغیرہ لوٹنے
لگے اور کچھ لوگ ہمارے کوٹھے کی دیوار میں پچھواڑے سے نقب لگانے
لگے اور دیوار مٹی اور پتھر کی تھی ہم کو کھودنے کی آواز معلوم ہونے لگی
اور یہ قطعی یقین ہو گیا کہ دیوار پار ہوئی اور انھوں نے گھس کر ہم کو قتل کیا
اور اس وقت ہم صورت نجات کی سوچنے لگے اور ایک دوسرے سے
پوچھنے لگا کہ اب کون سی تدبیر کریں کہ جان بچے میں نے کہا
بھائیو کچھ دیر میں دیوار پار ہو جاویگی وہ گھس کر ہم کو مار ڈالینگے
مجھکو اس دم یہ تدبیر خیال میں آتی ہے آگے جو مرضی خدا کی جبتک
وہ دیوار پار کریں تم کواڑ کھول کر اکیلے اکیلے نکل چلو اور جس طرح
اللہ تعالیٰ پہنچاوے پنجاب میں پہنچو اور اگر اس وقت پیر خاں کی

طرف چلیں تو وہاں تک پہنچنا دشوار ہے جو یہاں اُن سے مقابلہ کریں
تو بے فائدہ مارے جاویں آخر الامر یہی مشورت کر کے کواڑ کھولے
اور ہم سب باہر نکلے دیکھا تو تمام بلوائی غلہ وغیرہ اسباب کے لوٹنے
میں مشغول ہیں ہم پانچوں میں سے چار تو احاطہ کے دروازے کی طرف
گئے اور احاطہ کی دیوار کے تلے ایک طرف لکڑیوں کا ڈھیر لگا تھا میں
اس طرف گیا اور اس ڈھیر پر ہو کر دیوار پر چڑھ گیا اور وہ دیوار ایک
ملا کے صحن میں تھی اور کنارے اُس کے ایک شہتوت کا درخت تھا
اس کے سائے میں دیوار پر کالا کمل اوڑھے ہوئے بیٹھا تھا اور ننگی
تلوار میرے ہاتھ میں تھی اُس کو میان میں کر لیا اور چاندنی رات
تھی میں اس فکر میں ہوا کہ موقع پاؤں تو نیچے اُتر کر چلا جاؤں اس
عرصے میں اس گھر کا ملا باہر سے آیا اور داؤد خاں کو اپنے ساتھ لایا
اور ماں اس کی اندر ہی تھی اُس سے کہا کہ اس کو اندر کوٹھے کے لیجا
اور چھپا رکھ میں اور کو لینے جاتا ہوں یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا یہ خیال
کر کے میں نے جانا کہ یہ جگہ امن کی معلوم ہوتی ہے پھر آہستہ میں دیوار سے
نیچے اُترا اور اُس شہتوت کی جڑ میں جا بیٹھا اس عرصے میں اُس ملا
کی بیوی اپنے کوٹھے سے باہر نکلی اور اپنی ساس سے کہنے لگی کہ دیکھو

تو یہاں کے سب لوگ کافر ہوگئے کہ ناحق بیچارے غازیوں کو قتل کئے
ڈالتے ہیں اس گفتگو میں اچانک اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور آہستہ
سے کہنے لگی کہ تو غازی ہندوستانی ہے میں نے چپکے سے کہا کہ ہاں غازی
ہوں اُس نے کہا کہ یہاں آ میں وہاں سے اُٹھ کر اس کے پاس گیا اُس
نے اپنی ساس سے کہا اس غازی کو اندر کوٹھے کے لیجا وہ مجکو اُسی
کوٹھے میں لے گئی جہاں داؤد خاں تھے میں نے کہا داؤد خاں انہوں نے
کہا کیا خدا بخش ہو میں نے کہا ہاں اُنھوں نے کہا چلے آؤ پھر میں بھی
جاکر انھیں کے پاس جا بیٹھا اس عرصے میں وہ ملا باہر سے یوسف خاں
کو لایا اور ان کو بھی ہمارے پاس بٹھایا پھر وہ ملوانی کچھ دیر کے بعد
ہمارے کوٹھوں کا غلہ وغیرہ لوٹ کر پیر خاں کی طرف چلے گئے اور
وہیں سب نے جاکر ہجوم کیا اور ہماری طرف شور وغل کم ہوا اس وقت
اُس ملا نے ہم تینوں شخصوں سے کہا کہ اس وقت تو اللہ تعالیٰ نے
اپنے کرم وفضل سے تم کو بچا لیا مگر ابھی اندیشہ باقی ہے کہ جب دن
ہوگا تب وہ ہر کسی کی خانہ تلاشی ضرور کرینگے اور جو پاوینگے تو
زندہ نہ چھوڑینگے اور یہ ممکن نہیں کہ تم یہاں چھپے رہو اور بستی
والوں کو خبر نہ ہو سو بات یہ ہے کہ اس وقت جو تم کہو وہ ہم کریں

یوسف خاں نے کہا کہ تم مجکو بستی سے نکال کر زیدی کے رستے
پر کر دو تین کوس زمین ہے فتح خاں زیدی والے کے باپ کو سکھوں
نے مار ڈالا تھا اس زمانے میں یہ چھوٹا تھا اس کی ماں نے اس کو پرورش
کیا جب یہ ہوشیار اور ہوا اب یہ اپنی ماں کے پاس حضرت علیہ الرحمۃ کے
پاس چلا آیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوا اور لشکر میں رہنے لگا
اس کے پاس چلا جاؤنگا وہ میرا آشنا ہے اور یہی خان خیل ہے اور میں
بھی خان خیل ہوں وہاں مجھسے کوئی مزاحم نہ ہوگا یہ سُن کر وہ ملا یوسف
خاں کو اپنے ساتھ لے گیا اور زیدی کے رستے پر کر کے چلا آیا اور
یہ یوسف خاں حسن علی خاں حسن زئی کا بیٹا تھا جب اس کی
ہوا اور حضرت امیر المومنین کا لشکر وہاں مقیم تھا پھر میں نے اُس
سے کہا کہ داؤد خاں بڈھے آدمی ہیں ان کو تم نالے کے پا موضع ا
حاجی خیل میں مدد خاں کے پاس پہنچا دو وہ بڑے ان کے دوست
ہیں وہاں کوئی اُن سے مزاحمت نہ کریگا یہ سُن کر وہ ان کو
لے گیا اور حاجی خیل کے رستے پر کر کے چلا آیا اور مجھسے پوچھا
کہ تم اپنی صلاح کہو میں نے کہا تم جو بہتر میرے واسطے جانو سو کرو
میں کیا کہوں اُس نے کہا تم بیمار ہو اور ہندوستانی ہو تم نہ

نہ چھوڑو گے اگر دن نکل آیا اور رستے میں کسی نے پہچانا تو خوف جان کا
ہے اس سے تم خدا پر توکل کرکے یہیں بیٹھے رہو تمہاری جان میری جان کے
ساتھ ہے جیسا ہوگا دیکھا جاوئیگا میں اس بات پر راضی ہوا اور میں نے اس سے
کہا کہ تم اس وقت جاکر پیر خاں کی خبر لاؤ دیکھو تو جاکر وہاں کیا معاملے
ہو رہے ہیں یہ بات سن کر وہ ملا وہاں گیا اور میں وہیں بیٹھا رہا پھر کچھ دیر کے
بعد وہ آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ ابھی تک تو پیر خاں اور ان کے لوگ
صحیح و سالم اپنی مسجد پکڑے ہوئے لڑ رہے ہیں اور ان تک کوئی بلوائی
نہیں پہونچا ہے مگر ہر طرف سے ان کو ایسا سخت گھیرا ہے کہ بظاہر کوئی راہ نکلنے اور
بچنے کی نہیں معلوم ہوتی ہے کیونکہ بستی والے نے سب ناکے بھی روک لئے ہیں
اور کوٹھوں کی چھتوں پر بھی بندوقیں لئے بیٹھے ہیں اور غازیوں کی مار
ان پر نہیں پڑتی اور یہ ان کے گویا نشانہ بنے ہیں الغرض رات بھر شور
و غل مچایا اور بندوقیں چلائیں پھر جب فجر ہوئی اور سورج نکلا تب
وہ ملا میرے پاس پھر گیا اور بعد شہید ہونے ان کے کے خبر لایا کہ جب
غازیوں کے پاس گولی بارود نہیں رہی اور تلوار کی زد پر یہ لوگ نہ آئے
اور دور سے پتھر پھینک پھینک مارنے لگے تب ناچار ہو کر پیر خاں
اپنے سب غازیوں سے مسجد میں گھس گئے اور اندر سے کواڑ بند کر کے

زنجیر لگائی اُس وقت ہنود وقتیں چلنی موقوف ہوئیں اور سب بلوائیوں
نے ہر طرف سے آکر مسجد کا محاصرہ کر لیا اور اس فکر میں ہوئے کہ اب
ان کو کس ڈہب سے ماریں بعضوں نے کہا کہ دیوار میں نقب کر کے بندوقوں
سے مارلیں اور بعضوں نے کہا کہ مسجد میں آگ لگا دیں اس سے وہ آپ ہی
جل کر مر جاویں گے اور جو کوئی باہر نکلینگے ان کو ہم مار لینگے شاہ ولی خاں
جو مالک مسجد کا ہے اُس نے کہا کہ میں اپنی مسجد نہ کھودنے دونگا نہ جلانے
دونگا اور اپنی گفتگو میں بستی کے علما اور سادات کلام شریف لے کر آئے
اور بخوشامد تمام خدا اور رسول کا واسطہ دے کر کہنے لگے کہ ان مسلمانوں
مظلوموں کو ناحق ظلم سے نہ قتل کرو خدا کے غضب سے ڈرو یہ حاجی اور
غازی اور مہاجر ہیں اور تمہارا کچھ نقصان کیا اور اسی طرح بستی کی
تمام عورتیں کوئی اپنے خاوند کو کوئی اپنے بیٹے کو اور کوئی اپنے بھائی
بھتیجے کو وغیرہ لپیٹے ہوئے تھے اور ہتیار چھینتے تھے اور کہتے تھے کہ کیوں ان
بے گناہوں مظلوموں کو مارتے ہو اور کافر ہوئے جاتے ہو غضب الٰہی
سے ڈرو خون ناحق نہ کرو مگر ان مفسدوں ظالموں بیدینوں کے سر پر
شیطان سوار تھا وہ کب کسی کا کہنا خیال میں لاتے تھے سب کے
بعد یہاں کے ہندو بنئے جمع ہو کر آئے اور کہنے لگے کہ ہم ہندو لوگ ہیں
کوئی نہ جانور آپ مارتے ہیں اور نہ اپنے چلتے غیر کو مارنے دیتے ہیں

اور تم ان آدمیوں کے مارنے پر آمادہ ہو جو تم چاہو ہم سے لو اور ان
کو ہم کو دو اور ہم تم سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم ان کو پنجتار میں سید بادشاہ
کے پاس نہ بھیجیں گے اباسین کے پار سکھوں کی عملداری میں اتار دینگے وہاں
سے جدہر چاہینگے اُدہر چلے جائینگے مگر ان موذی شیطانوں نے یہ بھی کسی
طور نہ مانا اور تمام احوال اور قیل وقال سب غازی مسجد کے اندر سے سُن
رہے تھے اور اس قیل وقال بحث وجدال میں پانچ چھ گھڑی دن
چڑہا آخر کو سب اس پر متفق ہوئے کہ مسجد میں آگ لگا دو اور
یہ گفتگو وہ سب مسجد کے اندر سے سنتے تھے جب ان کو یقین کامل
ہوا کہ اب یہ مسجد میں ضرور آگ لگا دینگے تب وہ سب مسجد کے کواڑ
کھول کر اور ننگی تلواریں لے کر باہر نکلے مسجد کے صحن میں آکر پیر جان
کا پائوں پھسلا اور زمین پر گرے اس میں جلد ایک جوان نے ان
کو اٹھا لیا اور باہر کو طرف مشرق کے لے چلے اور کسی بلوائی نے
خوف جان سے اُن کا تعاقب نہ کیا اور سب لوگ مسجد کے اندر
ان کے مال و اسباب کے لوٹنے پر پڑے تب تک یہ لوگ بستی کے باہر
نالے پر جا پہنچے اور بستی سے پانی پینے پر جھکے اور جانا کہ اب ہم

سب سلامت بچ گئے اس عرصے میں تمام بلوائی مال واسباب
کے لوٹنے سے فارغ ہو کر ان کے تعاقب میں دوڑے اور نالے
کے اندر چاروں طرف سے جاکر ان کو گھیر لیا اور پتھروں اور
نیزوں سے مارنا شروع کیا اور سب کو وہیں قتل کر ڈالا ان میں
سے ایک کو زندہ نہ چھوڑا اور اُن کے کپڑے لتے ہتھیار وغیرہ لے کر
بستی کو چلے آئے ان مظلوموں بیچاروں پر یہ حادثہ گذرا انا للہ وانا
الیہ راجعون انتہیٰ پھر جب وہ غدار بغاوت شعار پرکین شقاوت
آئین پیرخاں اور اُن کے لوگوں کو نالے میں قتل کر کے اندر بستی
کے آئے اور اُن کو مخبروں سے خبر لگی کہ بعضوں بعضوں کے گھر میں
ایک ایک دو دو غازی چھپے ہیں بت وہ خانہ تلاشی کرنے لگے
چنانچہ جس ملا کے مکان میں میں چھپا تھا ایک غول ان بلوائیوں
کا وہاں بھی آیا اور ملا سے کہا کہ جو کوئی غازی تمہارے یہاں
ہو اُس کو ہمارے حوالے کرو اُس نے کہا تین آدمی میرے یہاں
ضرور تھے سو دو آدمی میں نے رات ہی کو نکال دئے اور ایک آدمی
بیمار میرے یہاں ہے مگر اس کو ہرگز نہ دونگا وہ میری جان کے

ساتھ ہے جب میں نہ ہوں تب جو چاہے اُس کو لیجاوے اور وہ
ملا دو بھائی تھے دونوں اپنے دروازے کو روکے تھے ان سے
گفتگو کرتے تھے اور مکان میں ملا کی ماں اور بیوی میرے پاس تھیں
اور اُن بلوائیوں سے وہ بھی ساتھ خوشامد اور چاپلوسی کے کہتی
تھیں کہ خدا کے واسطے اس امر میں ہم کو نہ چھیڑو اور خون ناحق سے درگزر
کرو اور وہ دونوں ملا خوشامد بھی کرتے تھے اور اُن کو دھمکاتے
بھی تھے کہ اگر تم نہ مانوگے تم ہی بستی کے سب ملاؤں کو بلاوینگے اور
تم سے لڑینگے اور جب تک ہمارے تن میں دم ہے تب تک اس
غازی کو نہ دینگے آخر کو اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اُن کے شر
سے محفوظ رکھا اور وہ ناامید اور پشیمان ہو کر چلے گئے اور زبانی ملا
کے اسی روز یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کے جن کے ایک ایک یا دو دو غازی
چھپے تھے ان سب نے اپنی جراءت اور جوانمردی سے ان کو بچا لیا اور
کسی نے ان کو نہ دیا تین آدمی تو ہم اس ملا کے سبب سے بچے اور جو
آدمی ہمارے اور ایک دوسرے ملا کے یہاں بچے اور آٹھ آدمی
پیر خاں کے ہمراہیوں میں سے اور لوگوں نے دو دو ایک ایک چھپائے

تھے وہ بچے اور ستائیس آدمی پیرخاں سمیت شہید ہوئے اور اُس ملاّنے مجھ سے کہا کہ یہ تمام شرارت اور شیطنت یہاں کے خان معز اللہ خاں کی تھی کئی دن سے وہ نامراد پنجتار میں سید بادشاہ کے پاس گیا تھا سو کل وہاں سے آکر موضع توتالی میں ٹھہرا اور وہیں سے جا بجا بستیوں میں اُس نے آدمی دوڑائے کہ پیرخاں گنبل سے خزانہ لئے آتا ہے اس کو مار کر چھین لو جیسا کچھ پیچھے ہوگا میں سنبھال لونگا پھر جب انھوں نے ان کو قتل کیا تب آج وہ مفسد توتالی سے یہاں آیا اور آپ اس خطا سے بری الذمہ ہونے کو بظاہر منافقانہ لوگوں کو لعنت ملامت کرنے لگا کہ تم نے بہت بُرا کام کیا اگر میں ہوتا تو یہ فساد اور کشت و خون نہ ہونے دیتا اور پھر جلد نالے کے پار دامن کوہ میں کئی گڑھے کھدوا کر اور نالے سے سب لاشوں کو اٹھوا کر دفن کروا دیا اور اس ملا کے محلہ میں میاں محمد نام ایک سید تھے جب خانہ تلاشی موقوف ہوئی تب اس مُلاّ نے اُن سے جا کر کہا کہ رات کو تین غازی میں نے اپنے یہاں لاکر چھپائے تھے سو وہ کو رات ہی کو سلامت بستی کے باہر نکال دیا اب ایک مگر

ہمارے ہے میاں محمد نے ملا کو بہت شاباشی دی کہ تم نے بڑی جوانمردی
کا کام کیا اور کہا کہ دو غازی میرے بھی حجرے میں ہیں ایک زخمی ہے
اور اُس کے ٹخنے میں گولی لگی ہے اور ایک تندرست ہے اور ملا سے کہا
کہ میں آج کچھ دیر کے بعد تمہارے یہاں آؤنگا مگر تم اس غازی کی
تسلی کر دینا کہ میرے وہاں جانے سے کسی بات کا اندیشہ نہ کرے پھر جب
ملا وہاں سے آیا تب اُس نے یہ سب حال مجھ سے بیان کیا پھر کچھ دن
رہے وہ سید ایک سیاہ کمل سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے خفیہ دیوار
پھاند کر آئے اور مجھکو لپٹ کر ملے اور بہت روئے اور کہا کہ ان بلوائیوں
موذیوں نے بڑا ظلم اور بے دینی کا کام کیا کہ بے گناہ لوگوں کو مارا میں نے
کہا میاں صاحب ہم سب لوگ اپنے اپنے گھروں سے اسی نیت سے آئے تھے
کہ اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کریں سو جو صاحب شہید ہوئے
وہ اپنی مراد کو پہنچے اور جو باقی ہیں ان کا بھی ارادہ اللہ تعالیٰ پورا
کرے اس بات کا ہم کو کچھ گلہ شکوہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمارے سید
صاحب کو سلامت رکھے جو وہ سالم رہیں گے تو پھر سامان جہاد
کا درست ہو جاوے گا اور غازی بھی بہتیرے آجاوینگے یہ میری
گفتگو سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور تسلی دے کر کہنے لگے کہ آج

رات کو میں آکر تم کو اپنے حجرے میں لے چلونگا وہاں دو بھائی تمہارے
اور ہیں انھیں کے پاس تم بھی رہنا یہ کہہ کر وہ دیوار پھاند کر اپنے گھر
چلے گئے اور کچھ رات گئے آئے اور دیوار کے پار سے ملا کو آہستہ سے آواز
دی کہ اپنے غازی کو دیوار کے اس طرف کردو پھر اس ملا نے مجکو اٹھا
کر دیوار کے اس پار کردیا پھر وہ مجکو اپنے حجرے میں لے گئے جہاں وہ
دونوں غازی تھے جو دیکھا تو ایک ان میں قصبہ کاکوری کے سید حیدر علی
تھے اور وہی زخمی تھے اور دوسرے ہمارے ساتھ کے شاہ جی تھے نام
ان کا یاد نہیں شاہ جی ہی ہم ان کو کہا کرتے تھے پھر میاں محمد نے ہم
تینوں آدمیوں کو کھانا کھلایا پھر جب کھانا کھا کر اور نماز عشا کی پڑھ
کر فارغ ہوئے اور رات زیادہ گئی تب میاں محمد ہماری طرف مخاطب
ہو کر کہنے لگے کہ یہ سید حیدر علی تو زخمی ہیں جبتک یہ اچھے نہ ہوں
تب تک ہم ان کو یہیں رکھینگے اس لئے کہ یہ کسی صورت سے چل نہیں سکتے
کہ تم دونوں صاحب کہو تمہارا کیا ارادہ ہے ہم دونوں نے کہا کہ ہماری خاص
نیت تو یہ ہے کہ جس طرح ہو سکے پنجتار میں حضرت امیرالمومنین کے
پاس پہنچادو انھوں نے اس بات کو قبول کیا اور ان کے دو بیٹے
جوان اور بڑے رودار تھے میاں محمد نے ان سے کہا کہ بیٹا ان دونوں

غازیوں کو پنجتار میں سید بادشاہ کے پاس پہنچا آؤ یہ بات سن
کر انھوں نے کہا کہ پہلے ہم اس رستے کا دریافت کر لیں تب ان کو
پہنچا دیں پھر ایک ان میں کا گھر سے نکلا اور کئی گھڑی کے بعد آکر
اپنے باپ سے کہنے لگا کہ میں معتبر لوگوں سے معلوم کر آیا ہوں کہ یہاں
سے پنجتار تک جا بجا غدر ہو رہا ہے کوئی صورت ان کے پہنچنے کی خیال
میں نہیں آتی اور جو کچھ آپ فرما دیں وہ بجا لاویں میاں محمد نے ہم سے
کہا کہ خدا پر توکل کر کے آج تم اور یہاں رہ جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ
کل اس کی کوئی صورت نکالینگے پھر وہ رات اور ایک دن اور ہم
رہے دوسری رات کو انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا ایک ان میں سے
پھر باہر گیا اور بعد کچھ دیر کے آکر کہنے لگا کہ پنجتار کی طرف تو جانا
دشوار ہے مگر ہاں اگر یہ راضی ہوں تو دریائے اباسین پار اتار کر سکھوں
کے عمل میں ان کو پہنچا دویں وہاں ان سے کوئی مزاحم نہ ہوگا ہم نے
کہا کہ وہاں جانا تو ہم کو کسی طور منظور نہیں ہے سوائے حضرت کے ہم کہیں
نہ جاوینگے اور جو تم کہتے ہو کہ رستہ پنجتار کا غیر مامون ہے تو اور پہنچانا
موقوف کرو اس طرف موضع کوٹا میں سید میر آخوند زادے کے پاس
پہنچا دو جب تک غدر ہے ہم وہیں رہینگے انھوں نے اس بات کو قبول

کیا اور کہا کہ اب تو سو رہو پچھلی رات کو (اس وقت) لے چلینگے پھر ہم نے کھانا کھا کر
اور نماز عشائی کی پڑھ کر سو رہے پھر جب صبح صادق ہوئی تب ایک
بیٹا میاں محمد کا ہمارے پاس حجرے میں آیا اور ہم دونوں کو جگا کر
لے چلا کوٹا وہاں سے کوس سوا کوس تھا وقت نماز اشراق کے اخوند
زادے ممدوح کے پاس مسجد میں ہم جا پہنچے انھوں نے دیکھتے ہی ہم
دونوں کو اپنے گلے سے لگا لیا اور ہمارے غازیوں کے قتل ہونے پر
بہت افسوس کیا اور وہ حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقد اور مخلص
تھے اور اُسی کوٹے کا حضرت نے اُن کو قاضی کیا تھا پھر ہم دونوں
کو انھوں نے اُسی مسجد میں بٹھایا چند طالب العلم تباگرد اخوند زادے
موصوف کے تھے وہ بھی ہمارے پاس بیٹھے اُس وقت میں نے
آخوند زادے سے کہا کہ میں اس وقت ایک مثال حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ اور غازی بھائیوں کی موافق فہم اپنی کے بیان کرنا چاہتا
ہوں اگر زبان پختو میں بیان کرتا تو یہ حاضرین بخوبی سمجھتے مگر
زبان پختو اچھی طرح سے مجھکو نہیں آتی ہے اس عذر سے میں اپنی
ہندی ہی زبان میں بیان کرتا ہوں سو وہ مثال یہ ہے کہ ایک
بادشاہ عالیجاہ نے کسی شخص کو اپنے ایک باغ کا داروغہ کیا
اور اُس کی محافظت اور خدمت پر مقرر فرمایا پھر وہ داروغہ

ہمیشہ اس باغ کی پرورش میں رہنے لگا اور ہر درخت کی خبرگیری
میں مصروف ہوا کہ کس درخت میں پانی دینے کی ضرورت ہے اور
کس درخت کو نہیں چند مدت میں وہ باغ اُس کی حسن کوشش
سے خوب تازہ اور سرسبز ہوا اور حسب مراد پھول اور پھل لانے
لگا اور سال بسال میوے کی کثرت ہونے لگی اس عرصے میں فرصت
کو غنیمت جان کر اس بادشاہ عالیجاہ کے باغیوں نمک حراموں نے اُس
باغ کے درختوں کو کاٹ کر ویران اور تباہ کر ڈالا بلکہ چاہا کہ اس
داروغہ کو بھی تہ تیغ کریں پھر باغ کا پتہ باقی نہ رہے سو ایسا ہی
حال اس ملک کی رعایا اور خوانین نے حضرت امیرالمومنین اور
ان کے مجاہدین کے ساتھ کیا کہ اول یہ تمام لوگ بظاہر اپنی جان
و مال سے اس کار خیر میں شریک ہوئے اور کمال اعتقاد او اخلاص
ظاہر کیا اور کبھی حال عناد اور نفاق ان کے کا کسی پر ظاہر نہ ہوا
یہاں تک نتیجہ اُس اعتقاد او اخلاص ان کے کا یہ ظاہر ہوا
اور ایسی حرکت ناشائستہ اور نامناسب کی کہ بدنامی اس کی
قیامت تک ان کے ذمہ سے نہ جاویگی اور جن لوگوں کے ساتھ
اُنھوں نے یہ معاملہ کیا وے تو اسی واسطے لئے اپنے گھروں سے
آئے تھے مگر نیت اُن کی یہ تھی کہ مقابلہ کفار میں شہید ہونگے

سو وہ لوگ تو الگ ہی رہے جو دعویٰ اسلام کا کرتے تھے انھیں نے،
ان کا کام تمام کیا وہ اپنے مقصود دلی سے کامیاب ہوئے سو،
خلاصہ اس گفتگو کا یہ ہے کہ جو یہ آگ بلوے کی جا بجا لگ رہی ہے
جس طرح تم سے ہو سکے خواہ لوگوں کے سمجھانے سے خواہ ان کے اتفاق
توڑنے سے جلد بجھاؤ کیونکہ تم اس قلعے میں عالم نامور اور سردار ہو
تمہاری بات لوگ مانتے ہیں یہ تقریر سن کر اُنھوں نے ہماری بہت
تسلی کی اور کہا کہ خیر جو کچھ ہوا مشیت الٰہی یوں ہی تھی مگر اب خدا
سے اُمید ہے کہ خیر ہی ہوگی اور چار غازی تمہارے اور ہیں یہاں
میرے مکان میں ہیں تم چھوں آدمی لے کے یہاں رہو انشاء اللہ تعالیٰ
کوئی تم سے مزاحمت نہ کریگا پہلے میں اپنا کوئی آدمی بھیج کر پنجتار
سے سید بادشاہ کا حال مفصل منگواؤں پھر تمہارے وہاں پہنچانے
کی تدبیر کروں ہم نے کہا کہ بہتر ہے جو آپ مناسب جانیں کریں پھر انھوں
[ص خیر و عافیت کے] نے ہم چھوؤں آدمی کا حال کہ فلانے فلانے شخص یہاں میرے پاس ساتھ ہیں
اور میری زبانی پیر خاں اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت کا حال مفصل لکھا
اور اسی روز اپنے ایک شاگرد کے ہاتھ پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس بھیجا پھر وہ شاگرد دوسرے روز آیا اور اس خط کا

جواب لایا خلاصہ مضمون اُس کے کایہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے
خیر عطا فرمائے تم نے بہت بہتر کام کیا جو ہمارے غازی بھائیوں کو
اپنے یہاں جگہ دی اور وہیں اپنے پاس رہنے دو جب تک باخوبی امن
راہ کی نہ ہو تب تک کسی طور اُن کو اس طرف رخصت نہ کرنا اور ہمارے
یہاں پنجتار کا حال خیر مآل یہ ہے کہ یہاں بھی چند باغیوں نے منافقانہ
خیر خواہی اور یکجہائی کا نام ظاہر کرکے دور دور سے محاصرہ کیا تھا مگر
ہیبت الٰہی سے کسی طور ان کو جراءت نہ ہوئی کہ ہم لوگوں پر حملہ آور
ہوں آخر الامر پشیمان اور نا اُمید ہو کر اپنی اپنی طرف چلے گئے اب سب
طرح سے یہاں فضل الٰہی ہے فقط یہ خبر فرحت اثر سُن کر ہم سب کو تسلی
اور دلجمعی ہوئی پھر ہم لوگ وہاں دس یا گیارہ روز رہے اس درمیان
میں وہاں کے سکھوں کے یہاں لاہور کے سکھوں کی چٹھیاں آئیں کہ ۱۴ اس مضمون کی
یہاں ہمارے شہر میں یہ خبر مشہور ہے کہ لشکر سکھوں کا سمہ کو جانے
والا ہے سو تم سب خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ اپنا بچاؤ جیسا چاہو ویسا
جلد کر لو آخوندزادے ممدوح نے یہ حال ہم سے بیان کیا اور کہا کہ
یہاں تو یہ چل چل ہو رہی ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے مال و اسباب
کے ٹالنے میں مصروف و مشغول ہیں اب تم کو بھی ہم پنجتار میں پہنچا دیں پھر

مسجد سے ہم سب کو وہ اپنے مکان پر لے گئے اور کھانا کھلایا اور
اس بستی کے ملک کو کہ وہ ان کا مرید تھا اور اپنے پانچ شاگردوں
کو سپاہیوں کو کہ وہ بڑے قوی جوان تھے ہمارے ساتھ کیا اور اُن
سے کہہ دیا کہ رستے میں جو بستی پڑے اُس کے اندر نہ جانا باہر باہر ان
کو لیجانا اور ہم لوگوں سے کہا کہ تم نماز عشائ کی وہیں پنجتار میں جا کر پڑھنا
راہ میں کہیں دیر نہ لگانا پھر ہم سب بارہوں آدمی بعد مغرب کے
وہاں سے روانہ ہوئے اور پچھلے پہر قریب پنجتار کے جا پہنچے اور میں نے
اپنے سب ہمراہیوں سے کہہ دیا کہ شاید ہم لوگوں کی کھٹک پاکر
پہرے والا ٹوکے تو تم کوئی جواب نہ دینا مجھکو لوگ پہچانتے ہیں میں
جواب دے لونگا پھر جب ہم نلے پر پہنچے اور ہمارے چلنے سے پتھروں
کا کھڑ کھڑاہٹ ہوا اُدھر سے پہرے والوں نے آواز دی کہ کون ہے
میں نے پکار کر کہا کہ ہم اپنے ہی لوگ فلانے فلانے کوٹے سے آئے ہیں
انھوں نے پہچان کر کہا کہ چلے آؤ میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے ابھی نماز
عشا کی نہیں پڑھی یہاں نالے میں وضو کر کے نماز پڑھ لیں تب آویں
پھر ہم سب وضو کرنے لگے اور ادھر بستی میں غازی لوگ آپس
میں چرچا کرنے لگے کہ فلانے فلانے خیر سے آ پہنچے پھر ہم لوگ

بعد فراغ نماز کے وہاں سے بستی کے دروازے پر گئے اُنھوں نے
دروازے میں بڑا موٹا ایک خشت درخت شاخوں سمیت اڑ
رکھا تھا اس کو ہٹا کر دروازہ کھولا ہم سب اندر گئے لوگوں نے
حضرت کو خبر کی کہ فلانے فلانے کوٹے سے آئے ہیں آپ نے اُسی وقت
اپنے پاس بلایا ہم سب جا کر حاضر ہوئے آپ نے ہر ایک کو گلے لگایا
اور حال پوچھا ہر ایک نے اپنی اپنی سرگذشت بیان کی پھر آپ نے
فرمایا کہ اب اپنے اپنے ڈیرے پر جا کر کھولو پھر ہم سب اپنے اپنے
ڈیرے پر آئے پھر بعد کچھ دیر کے اذان فجر کی ہوئی ہم سب نے
نماز پڑھی اور اپنے غازی بھائیوں سے ملاقات کی سب نے ہم سے
حال پوچھا ہم نے بیان کیا پھر ہم نے ان کا حال پوچھا کہ یہاں
تم پر کیا معاملات گذرے محمد امیر خاں قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ کہنے
لگے کہ جب یہاں ہم لوگوں کو جا بجا سے غازیوں کی شہادت کی
خبر آ چکی اس کے کئی روز کے بعد ایک روز سردار فتح خاں کی
قوم خدو خیل اور زیدون کے غول لئے نشان لے کر بستی میں
آنے لگے اور سردار موصوف کے حجرے میں اُترنے لگے اول،
کوئی چھ سات گھڑی دن چڑھے ایک غول دور سے مشرق

کی طرف نظر آیا اور آتے آتے اندر بستی کے داخل ہوا اور فتح خاں
کے حجرے میں جا اُترا ہمارے لوگوں نے پوچھا کہ تم اس طرح
مسلح کیوں آئے ہو اُنھوں نے کہا کہ ہم سید بادشاہ کی مدد کو آئے
ہیں اور جن لوگوں نے سمہ کی بستیوں میں غازیوں کو قتل کیا ہے اُن
سے ہم غازیوں کا عوض لینگے اور ابھی ہمارے لوگ اور بھی بہت آوینگے
پھر اس کے بعد چار چار چھ چھ گھڑی کے فاصلے سے اور کئی غول اپنے
اپنے نشان لئے ہوئے آئے اور اسی حجرے میں اُترے اس میں ہم لوگ
آپس میں جا بجا قیل و قال کرنے لگے کہ یہ لوگ کیوں آکر جمع ہوئے ہیں
پھر جب رات ہوئی تب بعد نماز عشا کے لوگوں سے خبر معلوم ہوئی
کہ ایک غول بستی کے باہر طرف جنوب کے گورستان میں اُترا ہے یہ
خبر سن کر ہم لوگ تمام متردد اور متفکر ہوئے کہ خدا خیر کرے کہ وہاں
دیہات میں غازیوں کا وہ حال ہوا اور یہاں ان مفسدوں اور
باغیوں نے ہم پر محاصرہ کرنا چاہا ہے اور یہ بھی سب لوگوں کو
گمان قوی تھا کہ یہ تمام فساد برپا کیا ہوا فتح خاں کا ہے اسی
دغاباز نے ان لوگوں کو بلایا ہے اِدھر تو منافقانہ ہمارے
امیر المومنین سے ملا ہے اور اُدھر ان باغیوں کا شریک ہے اور شہر پناہ

کے شمالی برج کے نیچے باہر کی طرف ہندوستانیوں کے تین پہرے
متعین تھے اور ابراہیم خاں خیرآبادی بہلیہ دار کے وہ لوگ تھے
انھیں میں میں بھی تھا اور ایک جوان لیتہ قد مامور خاں لکھنوی بڑے
جری اور خوش تقریر تھے اور ایک عرب کے محمد نام بڑے بہادر اور
شجاع تھے اور باقی اور لوگ تھے تمام رات سب لوگ خوف جان سے
بڑی تشویش میں رہے کہ دیکھا چاہیئے انجام اس کا کیا ہو اور رات بھر
سب بیدار اور ہوشیار رہے اور ایک لکڑی کی سیڑھی ہماری طرف
لگی تھی جب حاجت ہوتی تب ہم لوگ اُس پر چڑھ کر حضرت علیہ الرحمۃ
دوسرے برج میں جاتے تھے پھر جب صبح ہوئی تب بعد نماز کے ہم
اور ابراہیم خاں اور مامور خاں اور محمد عزت سیڑھی پر چڑھ کر،
حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گئے آپ نے پوچھا کہ اس وقت کیونکر
آئے مامور خاں نے عرض کی کہ آپ کو اس بات کی اطلاع کرنے کو
آئے ہیں کہ کل سے فتح خاں کی قوم کے لوگ ہتیار باندہ باندہ اور
نشان اپنے لے کر آئے ہیں کچھ لوگ تو فتح خاں کے حجرے میں
اُترے ہیں اور کچھ موضع قاسم خیل میں نالے پر پانی روک کر اترے
ہیں اور کچھ لوگ ادہر گورستان میں پڑے ہیں ہم کو ان کے
اندر دغا اور فریب معلوم ہوتا ہے اور جو خوانین آپ کے

دوست مخلص ہیں اُنھوں نے ہمارے بعض بعض غازی بھائیوں سے پوشیدہ کہا بھی ہے کہ تم سید بادشاہ سے عرض کر دو کہ ہوشیار رہیں یہ دغاباز اور فریبی لوگ ہیں آپ اس کی کوئی تدبیر کریں کہ یہ مفسد یہاں سے دفع ہوں یہ حال ناصور خاں سے سُن کر حضرت نے کچھ دیر سکوت کیا پھر مولانا محمد اسماعیل صاحب اور ارباب بہرام خاں اور مولوی احمداللہ صاحب ناگپوری اور منشی خواجہ محمد حسین پوری اور شیخ ولی محمد پھلتی وغیرہم کو بلوایا ان میں فتح خاں کا ایک علاتی بھائی احمد خاں بھی تھا پھر آپ نے سب سے یہ حال کہا کہ بعض بعض لوگوں سے سنا ہے کہ یہ لوگ کچھ فساد کے ارادے سے آئے ہیں ہم کو تو اس بات کا ان سے گمان نہیں ہے کہو تمہارے نزدیک کیا ہے یہ کلام سُن کر ارباب بہرام خاں اور احمد خاں نے عرض کی کہ جو کچھ آپ نے سُنا ہے یہ بات صحیح ہے یہ تمام فساد فتح خاں کا ہے اسی مفسد نے ان سب کو بلا کر جمع کیا ہے کچھ عجب نہیں کہ یہ منافق آپ کے ساتھ کچھ فریب کرے کیونکہ ہم کو معتبر لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ سمہ سے پشاور تک اسی مفسد کی مشورت سے لنے لنے غازی مارے گئے ہیں بلکہ احمد خاں نے یہ بھی عرض کی ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس موذی کو مار ڈالوں سب فساد دفع

ہو جاوے اور بعض بعض نے اپنے ہندوستانیوں میں سے کہا کہ اگر آپ فرمادیں تو ہم فتح خاں کو زندہ گرفتار کرلیں اور آپ پنجتار پر قبضہ کریں اور ارباب بہرام خاں اور مولوی احمد اللہ صاحب نے عرض کی کہ آپ صرف پانسو غازی اور دو ضرب توپ ہمارے ہمراہ کردیں تمام ملک سمہ کو مفسدوں سے خالی کرنے کا ہمارا ذمہ ہے جہاں ایک دو بستیوں کو توپ سے اڑادیا سارا ملک تھرا جاویگا اور کوئی مقابلہ پر نہ آویگا سب تابعدار ہو جاوینگے اسی طرح اور بھی لوگوں نے گذارش کی جب اپنی اپنی تقریر سب کر چکے تب حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو کچھ تم صاحبوں نے کہا یہ ایک ہم کو منظور نہیں نہ فتح خاں کے حق میں اور نہ سمہ والوں کے حق میں فتح خاں ہمارا محسن ہے اس نے ہمارے ساتھ بڑے بڑے احسان کئے ہیں اول تو اس نے اپنے یہاں ہم کو جگہ دی دوسرے آج تک ہماری ہر کہیں شراکت کی اس کی طرف سے کسی امر میں بدگمانی کرنی نہ چاہئے اور جو کچھ یہ معاملہ پیش آیا مشیت الٰہی یوں ہی تھی بغیر یقینی جانے ہوئے کسی پر قیاس سے گمان کرنا اور اس کا الزام

دہرانا نہ چاہئے جنھوں نے یہ فساد کیا ہے اللہ تعالیٰ ان سے آپ
سمجھ لیگا اور ہم تو اپنے پروردگار کی رضامندی کا کام کرنے آئے
ہیں واسطے پتنہ داری اور نفسانیت کے نہیں آئے ہیں اور جو تم
صاحبوں کو ان لوگوں کی طرف سے وسوسہ ہے سو فتح خاں کو بلاکر
اس کا بھی حال دریافت کر لینگے تم کسی نوع کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ
سب طرح سے خیر کریگا پھر اسی وقت آپ نے سردار فتح خاں کو
بلوایا اور اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ خان بھائی ان ملکیوں نے کیوں
آکر یہاں ہجوم کیا ہے ان کو کسی نے بلایا ہے خان موصوف نے کہا
کہ ان کو آپ کی مدد کے واسطے میں نے بلایا ہے آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم
کو کچھ مدد کی ضرورت نہیں ہے ان کو رخصت کردو اپنے اپنے مکان کو
جاویں جب کبھی حاجت ہو گی تب ان کو بلا لینا اور ہم کو تو مدد
اپنے پروردگار کی کفایت ہے غیر کی مدد کی کچھ پروا نہیں جو وہ مددگار
ہوگا تو سب مددگار ہو جاوینگے خان موصوف نے یہ کلام توکل التیام
سن کر اپنے دل میں بہت نادم ہوا اور کہا کہ میں ابھی جاکر ان کو رخصت
کئے دیتا ہوں پھر اسی وقت جاکر اُن سب کو جواب دیا اُسی روز وہ
اپنی اپنی طرف چلے گئے مگر کچھ لوگ گورستان میں پڑے رہے پھر دو
تین روز کے اندر وہ بھی دفع ہوئے پھر بعد اس کے اپنے

لشکر کے بعضے بعضے غازیوں نے حضرت سے عرض کی کہ بستی کے گرد کی
دیوار کہیں کہیں ٹوٹی پھوٹی ہے اور اپنے کچھ غازیوں کے ڈیرے دیوار
کے باہر ہیں اور توپ خانہ اور بارود خانہ بھی باہر ہے اور یہاں کے لوگوں
کی زبانی سننے میں آتا ہے کہ ابھی بلوائیوں کا ارادہ ہے کہ سب کو جمع
کر کے یہاں آویں سو اگر آپ کی اجازت ہو تو دیوار کے باہر سے ایک
سنگر بنا لیں اور جہاں جہاں دیوار ٹوٹی ہے اس کو بھی درست کر لیں
آپ نے فرمایا بنا لو تم کو اجازت ہے پھر سب لوگ سنگر بنانے پر مستعد
ہوئے اور وہاں ایک درخت خاردار مانند درخت کھجڑی کے ہوتا ہے
وہاں اس کو پہلاہ کہتے ہیں سو گرد پنجتار کے وہ صدہا درخت تھے ا
انھیں کو کاٹ کاٹ کر کئی روز میں سب نے مل کر سنگر بنا لیا اور
پھوٹی ٹوٹی دیوار بھی درست کر لی اب سب طرح سے فضل الٰہی ہے۔
انتہیٰ میاں عبدالقیوم صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے باورچی خانے
کے داروغہ کہتے ہیں کہ جب سمہ والوں نے بلوا کر کے جا بجا بستیوں
میں شہید کیا اور جہاں جہاں دو دو چار چار غازی بتقدیر الٰہی سے
بچ گئے تھے وہ سلامت دس پانچ روز کے اندر پنجتار میں آکر
حضرت کے پاس حاضر ہوئے فقط مولوی خیر الدین صاحب شیرکوٹی

نہیں آئے تھے مگر ان کی خبر آئی تھی کہ وہ اپنے لوگوں کے ساتھ
صحیح وسالم موضع پڑانغار میں ہیں یہاں پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ نے
اپنے معتمد لوگوں سے مشورہ لیا اور اس میں سردار فتح خاں کو بھی
شریک کیا اور یہ فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک کے علما اور
سادات کو اور بعض بعض ملک اور خوانین کو جو ہمارے دوست مخلص
ہیں بلا کر جمع کریں اور ان سے پوچھیں کہ یہ جو اس ملک کے
لوگوں نے ہمارے غازیوں کے ساتھ یہ معاملہ کشت وخون کا کیا
اس کا سبب کیا ہے ایسا دغابازی کا معاملہ تو مسلمان لوگ عہد
وپیمان کر کے کافروں کے ساتھ بھی نہیں کرتے چہ جائے مسلمانوں
کے ساتھ اگر کوئی ایسا ہی قصور ہم لوگوں سے صادر ہوا ہے کہ اسی سزا
کے لائق تھے تو ہم کو آگاہ کریں ہم اس سے تائب ہوں اور اپنے قصور
پر نادم ہوں اور جو بے خطاؤں ہی افترا اور بہتان کر کے انھوں
نے یہ زیادتی کی ہے سو وہ بھی دریافت ہو جاوے پھر ہم کو اختیار
ہے چاہیں ہم معاف کر دیں اور چاہیں اپنا بدلہ لیں یہ تقریر پر تاثیر
سن کر سب لوگوں نے اور فتح خاں نے بھی بہت پسند کی اور کہا
کہ یہ بات بہت ہی مناسب ہے آپ ضرور ان صاحبوں کو بلواویں
اور سبب اس فساد کا دریافت کریں آپ نے فتح خاں سے

فرمایا کہ خان بھائی جن صاحبوں کے نام کے ہم خطوط طلبی کے لکھوا دیں
ان کو تم اپنے آدمی کے ہاتھ بھجوا دو اس لئے کہ تمہارے لوگ واقف کار
بھی زیادہ ہیں اور رستے میں اُن سے کوئی کسی طور مزاحم بھی نہ
ہوگا اور ہمارے سندوستانی کسی صورت سے جا نہیں سکتے اس لئے
کہ تمام ملک بگڑا ہوا ہے فتح خاں نے خطوط بھجوانے کا اقرار کیا پھر
حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ میاں تمام
بنیر میں تو تختابند کے سید سید میاں کو ہماری طرف سے واسطے
بلانے لکھو اور چملہ میں موضع نوا گئی کے سید سید آل رسول اور
ان کے بھائی سید اعظم اور منگل تھانے کے سید شاہ زندان کو
اور کابل آخوند زادہ کو اور سمہ میں موضع کوٹے کے سید میر آخوند
زادے کو لکھو اور ستھانے کے سید اکبر تو موضع ام میں ہمارے
ہی کام پر مستعین ہیں ان کو بلانے کی کچھ حاجت نہیں اور زیدی
کے فتح خاں اور کلابٹ کے ابراہیم خاں کو اور گھڑیالے کے
منصور خاں کو اور وہیں موضع تنگئی کے محمود خاں ہیں ان کو
لکھو اور سوا ان کے اور جن لوگوں کو حضرت نے فرمایا ان کے
نام یاد نہیں ہیں پھر جب سب کے نام خطوط لکھے گئے تب
حضرت کے حکم سے فتح خاں کو حوالے کئے گئے اُنھوں نے،

وہ خطوط اپنے آدمیوں کے ہاتھ ہر جگہ بھجوا دئے بعد اس
کے تین چار روز کے عرصے میں سب صاحب آکر حاضر ہوئے
اور حضرت سے ملے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے کئی روز پہلے
ہم سب سے فرما دیا تھا کہ جو صاحب آویں ان کی مہمان داری
اور خدمتگزاری یا خوبی کرنا اس میں کسی طور کا فرق نہ پڑے
اور اگر کوئی بلوائیوں میں سے اُن کے ساتھ آویں اور کوئی
خبر دیں کہ انھیں لوگوں نے اپنے غازیوں کو شہید کیا ہے تو بھی کوئی
کسی نوع اُن سے تعرض نہ کرے اور نہ ان کو چھیڑے بلکہ بہ نسبت
اوروں کے اُن کی خاطر داری کرنا سو ویسا ہی ہوا کہ بہت مفسد
لوگ بھی آئے تھے اور ہم سب ان کو خوب جانتے تھے کہ یہ لوگ مخالفین
میں سے ہیں مگر بہ سبب منع کر دینے حضرت کے ہم کوئی دم نہیں مارتے
تھے بلکہ نفیس کھانا پکوا کر ان کو کھلاتے تھے اور کوئی شخص چون و
چرا کا زبان پر نہیں لاتے تھے پھر جبکہ سب حضرت علیہ الرحمۃ کے
ڈیرے پر جمع ہوئے اس میں سادات بھی تھے حضرت نے علما کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم تم سب صاحبوں سے یہ سوال کرتے ہیں
کہ ہم جب اپنے وطن ہندوستان سے ہجرت کر کے واسطے تدبیر جہاد

فی سبیل اللہ کے ہمارے اس ملک میں آئے تو یہاں کے اکثر خوانین وغیرہ میں نااتفاقی اور تینہ داری نظر آئی کہ ایک دوسرے کا دشمن جانی بنا ہوا ہے اور جہاد کرنا کفار سے بغیر متفق ہوئے مسلمانوں کے ہو نہیں سکتی تو ایک مدت تک سعی اور کوشش للہ فی اللہ کر کے ان لوگوں کو آپس میں ملایا انھوں نے اور تم سب نے ہمارے ہاتھ پر برضا و رغبت بیعت ہدایت اور بیعت امامت کی اور ہم کو اپنا پیر مرشد اور امام بنایا اور عہد و پیمان کیا کہ ہم بہرحال اس کار خیر میں اپنی جان و مال سے تمہارے شریک ہیں پھر تم سب نے درخواست کی کہ ہم سب نے درخواست کی کہ ہم سب نے حکم شریعت کا بسر و چشم قبول کیا اب آپ ہماری بستیوں میں ایک ایک قاضی ہمارے ہی لوگوں سے مقرر کر دیں کہ موافق شرع شریف کے ہمارے درمیان میں فیصلہ کیا کریں اور ہماری شادی وماتم میں احکام شرعی جاری کریں سو موافق درخواست تم لوگوں کے جن کو تم نے کہا ان کو ہم نے قاضی کر دیا پھر موافق شریعت کے سب نے اپنی رضا و رغبت سے عشر کا دینا قبول کیا اور کہا اس کی تحصیل کو آپ اپنے مجاہدین متعین کر دیں کہ ہم سے غلہ عشر کا تحصیل لیا کریں موافق کہنے تمہارے کے ہم نے اپنے غازی متعین کر دئے ایک مدت یہ کارخانہ جاری

رہا پھر کون سی بات خلاف حکم خدا و رسول کے ہمارے لوگوں سے
صادر ہوئی جس کے سبب تمہارا تمام ملک ہم لوگوں کا مخالف اور دشمن
جانی ہو گیا اور ہم سے نہ کسی امر کی کبھی کسی نے شکایت کی نہ اطلاعاً خبر دی
آپ ہی آپ یکبارگی تمہارے لوگوں نے ہمارے صدہا غازی بدعہدی کر کے
قتل کر ڈالے اور سبب اس کا ہم کو اصلا نہ معلوم ہوا سو اس کا جواب،
معقول خوب سوچ اور سمجھ کر ہم کو دو پھر اس امر کی تحقیقات اُن ،
سب نے کئی روز تک آپس میں گفتگو کی آخر کو جب کچھ نہ تحقیق
ٹھہرا تب آ کر حضرت سے عرض کی کہ اس میں ہم سب متحیر اور متفکر
ہیں کہ یہ معاملہ کشت و خون کا کس سبب سے ہوا کوئی وجہ معقول عقل
میں نہیں آتی ہے کیونکہ نہ تو ہم خود اس معاملہ میں اُن کے شریک تھے
اور نہ انھوں نے ہم کو اس مشورت میں شریک کیا پھر معلوم ہونے
کی کیا صورت ہے اس کا تو حال وہی لوگ جانیں جنھوں نے یہ معاملہ
کیا حضرت نے فرمایا کہ ہم کو تو یہ حال معلوم کرنا منظور ہے جس طرح
سے ہو سکے تمہیں لوگ ان سے معلوم کر کے ہم سے کہو پھر آپس
میں اُن سب نے مشورت کر کے اس پر اتفاق کیا اور حضرت سے
عرض کی کہ تختہ بند کے سید میاں اس ملک کے بڑے رکن اور سب
کے پیشوا اور مقتدا ہیں اگر یہ رزڑوں کی بستیوں میں جاویں اور

جن لوگوں نے یہ کار ناشائستہ کیا ہے ان کو سخت پکڑ کر دریافت
کریں تو البتہ ہو سکتا ہے اور سوا اُن کے اور کوئی ہم میں ایسی لیاقت
اور وجاہت نہیں رکھتا کہ یہ کام کر سکے حضرت نے فرمایا کہ انھیں کو
بھیجو یہی جا کر وہاں دریافت کریں اور ہم کو خبر دیں پھر انھیں کے
بھیجنے کی ٹھہری اور ارباب بہرام خاں کے اہل و عیال ان دنوں شیوہ میں
رُکے ہوئے تھے وہ بلوائی لوگ چاہتے تھے کہ ان کو لُوٹ لیں سو شیوے
کے آنند خاں اور خسکار خاں نے اُن سے بچا کر اپنے یہاں رکھ لیا تھا
جب سید میاں اس طرف جانے لگے تب حضرت نے کابل آخوندزادے
کو کہ وہ بڑا عالم اور خوش تقریر اور چالاک تھا ان کے ہمراہ کر دیا اور
فرما دیا کہ جب اُدہر سے لوٹنا تب ارباب بہرام خاں کے اہل و عیال کو
بھی اپنے ہمراہ لیتے آنا پھر سید میاں حضرت سے رخصت ہو کر چند آدمیوں
سے اُدہر تشریف لے گئے پھر وہاں سے پانچویں یا چھٹے روز مع الخیر
ارباب بہرام خاں کے اہل و عیال سمیت آئے اور بلوائیوں کے پاس
سے کئی خط لائے اور حضرت کے روبرو حاضر ہوئے آپ نے حال
پوچھا کابل آخوندزادے نے عرض کی کہ ہم اور سید میاں یہاں
سے رزڑوں کے قلعے میں جا کر ٹھہرے اور اپنا آدمی بھیج کر

کئی بستیوں کے نامی نامی لوگوں کو بلوایا جب سب آکر جمع ہوئے
تب ہم نے اُن سے سوال کیا کہ تم نے جو بلوا کر کے سید بادشاہ کے
اتنے غازی قتل کئے اس کا کیا سبب ہے اگر جواب معقول دوگے
تو تمہارے بچاؤ کی صورت ہے والّا بہت زیر باری اور ذلت و
خواری اُٹھاؤگے اور قرار واقعی اپنی اس شامت اعمال
سزا پاؤگے تم نے ان کو غفلت میں دغا دے کر قتل کیا والّا
تمہاری کیا مجال تھی جو تم ان پر ہاتھ ڈالتے یہ وہ لوگ تھے جنہوں
نے سردار یار محمد خاں کی لڑائی ماری اور سلطان محمد خاں کو شکست
دے کر پشاور تک بھگا دیا ان کے چار ضرب توپ اور بہت سا سامان
جنگی اور بدھ سنگھ کی چہار ضرب توپ اور دس ہزار سپاہ
جرار سکھوں سے اکوڑی میں پڑا تھا صرف سات سو غازیوں نے
جا کر اس پر چھاپا مارا بلکہ ان سب کی حقیقت کیا ہے سید بادشاہ
کار نجیت سنگھ والی لاہور سے لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی
نیت سے ہندوستان کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں یہ حال تم سب
جانتے ہو اور اب جو باقی لشکر تیار میں سید بادشاہ کے پاس ہے
سب توپ خانہ لئے اپنی گولی بارود سے تیار ہیں اگر اس طرف کو

قصد کرینگے تو کسی کو تم میں جراءت مقابلہ مقابلہ کی نہ ہوگی اور
سب کے سب مارے جاؤ گے اسی کے جواب کو سید بادشاہ نے ہم
کو تمہارے پاس بھیجا ہے سو اس کا جواب ہم کو دو یہ دھمکی کی گفتگو
سن کر وہ گھبرائے اور سر جھکا کر واہی تباہی عذر بیان کرنے لگے
کہ یہ لوگ ہم پر ظلم و تعدی کرکے ہماری بہنوں بیٹیوں کا نکاح
کرواتے تھے اور تھوڑے تھوڑے قصور پر ہم کو بے عزت کرکے
جرمانہ لیتے تھے جب ہم لوگ حد سے زیادہ تنگ ہوئے تب ہم نے یہ کام کیا
یہ سبب ہے میں نے کہا یہ عذر تمہارا بیجا اور نا معقول ہے اور سراسر دروغ
ہے اس لئے کہ یہ کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کے سبب سے تم ایسی حرکت
ناشائستہ کرتے سچ سچ حال بیان کرو والا تم جانو ہم جانتے ہیں پھر جو
کچھ بلا تم پر آوے وہ دیکھ لینا جو نکاحوں کی شکایت کرتے ہو وہ محض
غلط ہے جو نکاح انھوں نے موافق شریعت کے تمہاری ہی قوم میں کئے
اور تمہاری رضامندی سے کسی نے تمہاری بہن بیٹی کا نکاح اپنے ساتھ
نہیں کر لیا کہ جس سے تم کو عار و ننگ ہوتی اور جو جرمانہ لینے کا شکوہ
کرتے ہو یہ بھی بیجا ہے کیونکہ جب کوئی اپنے اوپر حاکم ہوتا ہے تو وہ خطا واروں
سے جرمانہ بھی لیتا ہے اور قید بھی کرتا ہے اور زدوکوب بھی کرتا ہے
آخر الامر جب کوئی جواب دہی ان سے نہ بن پڑی تب انھوں نے آپس

میں مشورہ کیا اور یہ خطوط لاکر ہم کو دئے اور کہا کہ یہ خطوط ہندوستان کے علمانے اور پشاور سے درانیوں نے ہم کو بھیجے کہ یہ سید اس قدر جمعیت سے سرکار انگریزی کی طرف سے تمہارے یہاں گئے ہیں یہ تمہارا ملک بھی چھنوا دینگے اور تمہارے دین ومذہب کو بھی خراب کرینگے اس خوف سے ہم لوگوں نے متفق ہو کر یہ کام کیا سچ بات یہ ہے سوا اس کے اور کوئی وجہ نہیں اب چاہو مانو یا نمانو اور جو چاہو کرو ہم حاضر ہیں یہ گفتگو وہاں ہم سے اور اُن سے ہوئی تھی بعد اس کے وہ خطوط پڑھے گئے اور وہ خطوط اسی محضر کی نقل تھے جو نہر لوخانے کے میدان میں بروقت ملاقات کے سردار سلطان محمد خاں نے حضرت کو دیا تھا اس کا مفصل حال پشاور کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ ہندوستان کے عالموں اور پیرزادوں نے جو بدعتی دنیا دار گور پرست تعزیہ در رکھتے اُنھوں نے بہتان اور افترا حضرت علیہ الرحمۃ پر کرکے بھیجا تھا حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ مضمون خباثت مشحون ان کا سُن کر کمال ناخوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ بڑے افسوس کی جگہ ہے کہ کچھ اوپر چار برس ہم کو ہندوستان سے یہاں آئے ہوئے اور اتنی مدت ہم ان لوگوں کی اصلاح میں رہے اور ہر طرح کی وعظ ونصیحت سے ان کو سمجھایا اور کوئی دقیقہ ان کے دین ودنیا کی بھلائی کا اٹھا نہ رکھا مگر خدا جانے یہ کیسے لوگ سخت دل اور ہدایت سے بے بہرہ

ہیں کہ ایک ذرہ بھی ہمارے وعظ ونصیحت کا اثر ان میں نہ ہوا ہم نے
حتی الامکان ان کی اصلاح میں کوتاہی نہ کی اور انھوں نے اپنی شرارت
اور بغاوت میں قصور نہ کیا اور نہ خلاف اور نفاق اُن کے دلوں سے گیا
معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر عتاب الٰہی ہے اب اُن سے ہم کو اپنا عوض
لینا بھی منظور نہیں ہے ہم کس کس شخص سے عوض لیں یہی خوب ہے کہ یہ معاملہ
ہم اپنے خدا کو سپرد کریں وہی منتقم حقیقی جس طرح چاہے گا اُن سے انتقام
ہمارا لیگا اور بڑے حیف کی جگہ ہے کہ جب سلطان محمد خان نے یہ کاغذ
ہم کو دیا تھا اور کہا تھا کہ سبب ہماری بغاوت کا آپ کے ساتھ یہ ہے
کہ تمہارے ہی ملک والوں نے ہم کو لکھ کر اور مہریں کر کے یہ بھیجا ہے
اسی وقت ہم نے سمجھا کر اس سے کہا تھا کہ یہ ہمارے ہندوستان کے
دنیا داروں بدعتیوں گور پرستوں نے ہم پر افترا کیا ہے اور سبب اس افترا
کرنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں ہمارے وعظ ونصیحت کی برکت سے
بیشمار لوگوں کو ہدایت نصیب کی وہ تمام شرک وبدعت سے تائب
ہوکر پورے پورے موحد اور متبع سنت ہوگئے اور اُن کی پیر پرستی
اور گور پرستی وغیرہ پر رد وقدح کرنے لگے ان کی آمدنی کا بازار
سرد ہوگیا اور وہ خود تمام موحدین کی نظروں میں خفیف اور حقیر
ہوگئے اس کے حسد اور بغض سے انھوں نے ہم پر یہ بہتان اور

افترا کیا اور تم سے بڑی نادانی اور خطا یہ ہوئی کہ تم نے اس
بہتان نامے کو اب تک اپنے پاس چھپا رکھا اور اپنے دل ہی دل میں
ہم سے عداوت اور بغاوت پیدا کی اور اس سے ہم کو آگاہ نہ کیا ورنہ
ہم تمہارے دلوں کا شبہہ دفع کر دیتے اس پر اس نے کہا کہ مجھ سے
خطا ہوئی اور میں از سر نو آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں کہ اب بار دیگر
آپ کے ساتھ
تم سے عداوت اور بغاوت نہ کرونگا اسی پر ہم نے بیعت اور لیا ہوا دے
دیا اور پھر اس بہتان نامہ کو دستاویز کر کے اس دغا باز منافق
نے لوگوں کو فساد پر آمادہ کر کے یہ خرابی کی کہ صدہا مسلمانوں کا خون
ناحق ہوا اب ہم کیا کہیں خدا اس کو سمجھے اس سے تو بہر حال اس کا
بھائی دوست محمد خاں ہے آج تک خوب رہا کہ نہ ہمارے ساتھ
اس نے کچھ بھلائی کی اور نہ کچھ برائی انھوں نے منافقانہ ہمارے ہاتھ پر
بیعت بھی کی اور ہم کو اپنا امام بھی بنایا اور آخر کو اس کا یہ ثمرہ ظاہر ہوا
حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ اب ان لوگوں میں ہم کو رہنا خوب نہیں اب یہاں
سے بھی ہجرت کرینگے اور جہاں اللہ تعالیٰ لے جاویگا اودھر جاوینگے مگر یہاں
نہ رہینگے انشاء اللہ تعالیٰ اور قدیم سے یہ سنت اللہ جاری ہے کہ انبیا
علیہم السلام حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
تک اور حضرت کے نائبوں میں سے تب سے اب تک جو داعی الی اللہ

ہوئے ہیں اگر نام بنام ہر ایک کے حال کو بالتفصیل بیان کریں تو بہت
عرصہ چاہیئے اور وے ہمیشہ خیر خواہی خلائق میں کوشش وجانفشانی
کرتے رہے اور مخالفین ان کی بے عزتی و ایذا رسانی کے درپے رہے مگر
یہ لوگ ان پر بھی سبقت کر گئے اس لئے کہ وے ان ہادیوں کے دین کے
منکر اور مخالف تھے اور انھوں نے باوجود مقر اور موافق ہونے دین کے
یہ کام بد سر انجام کیا اور بھی بہت اسی دستور کے کلام ہدایت التیام
آپ نے فرمائے مگر بعینہ وہ تقریر پر تاثیر ہم لوگوں کو کہاں یاد ہے جو
بیان کریں بعد اس کے دعائے خیر کر کے آپ نے اہل مجلس کو رخصت کیا
سب اپنے اپنے ڈیرے پر گئے اس کے اگلے روز دن جمعہ کا ہوا نماز
جمعہ میں بے شمار آدمی جمع ہوئے آپ نے بعد نماز کے یہی حال پھر بیان
کیا بلکہ بعض بعض مضامین ہدایت آگیں اس میں زیادہ تھے تمام سامعین
پر ایک حال ساواقع تھا اور اکثروں کے آنسو جاری تھے پھر بعد وعظ
ونصائح کے آپ نے دعا کی اور ڈیرے پر تشریف لائے **حکایت**
محمد امیر خاں قصوری بیان کرتے ہیں کہ انھیں دنوں ایک روز میں
اپنا تھیلا لے کر واسطے لینے آٹے کے مولوی عبدالوہاب لکھنوی کے
پاس گیا اور حضرت کے لشکر ظفر پیکر میں ان دنوں وہی آٹا دالنے

تقسیم کرتے تھے مجھ کو دیکھ کر مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ تم
تھوڑی دیر ٹھہرو میں کچھ کام حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس جاتا ہوں
وہاں سے آکر تم کو جنس دونگا یہ فرما کر وہ تو حضرت کے پاس گئے
غلہ کے کوٹھے میں میری نگاہ پڑی تو ایک کونے میں قریب نو دس
من کے آٹا نظر آیا اور اسی کے پاس ایک ڈھیری دال مسور کی لگی تھی
پھر میں وہاں سے ڈیرے پر آیا اور وہ تھیلا رکھ کر اور سیڑھی پر
چڑھ کر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس چلا دیکھا تو اس طرف سے مولوی عبدالوہاب
صاحب وہیں جاتے ہیں پھر ہم دونوں حضرت کے پاس گئے مولوی صاحب نے
عرض کی کہ آٹا کوٹھے میں کم معلوم ہوتا ہے اور لوگوں کو تقسیم کرنا ہے
اگر اجازت ہو ایک ایک تا ملوٹ دو دو یا تین تین آدمیوں کے درمیان میں
تقسیم کر دوں اور زیادہ دینے میں پورا نہ پڑیگا یہ سن کر آپ نے
کچھ دیر سکوت کیا بعد اس کے اپنی چادر مولوی صاحب ممدوح کو دے کر
فرمایا کہ اس کو لیجاؤ اور اُس آٹے پر ڈال دو اور موافق معمول ہر روز کے
تقسیم کرنا شروع کرو اللہ تعالیٰ برکت کریگا اور بغیر اجازت ہماری
کے یہ چادر اُس پر سے نہ اُٹھانا پھر وہ چادر مولوی صاحب لے گئے
اور میں بھی اپنے ڈیرے سے تھیلا لے کر وہیں گیا اور تمام غازی
اپنے اپنے ہیلہ سے آٹا دال لینے کو آنے لگے مولوی صاحب نے

پھر وہی چادر آٹے کے ڈھیر پر ڈھک کر موافق دستور کے ایک ایک
تاملوٹ اور ایک ایک مٹھی دال مسور کی تقسیم کرنا شروع کیا سب
کے ساتھ اپنا حصہ میں نے بھی لیا اور اپنے ڈیرے پر آیا مگر میرے
دل میں اس بات کا خیال رہا کہ آٹا تو اسی قدر ہے جو میں نے دیکھا
تھا اور ہزار آدمی سے زیادہ لینے والے ہیں دیکھا چاہئیے سب کو کیونکر
پہنچے پھر تین روز اسی دستور مولوی صاحب نے تمام لشکر کو تقسیم کیا
بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ سے جاکر عرض کی کہ تین روز تو میں نے اس آٹے
سے تقسیم کیا اب کیا ارشاد ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ اب جاکر چادر
اس پر سے اٹھالو اُس وقت بھی میں حاضر تھا پھر مولوی صاحب
کے ساتھ میں بھی گیا کہ دیکھوں تو اب وہ آٹا کتنا باقی ہے پھر مولوی صاحب
نے وہ چادر اُٹھائی میں نے دیکھا تو اسی قدر آٹا تھا جس قدر پہلے دیکھا
تھا انتہیٰ میاں خدابخش صاحب مصطفےٰ آبادی عرف رامپوری کہتے ہیں
کہ جب تمام معاملات پنجتار میں انتظام اور بندوبست اور صلاح و
کے ہو چکے بعد اس کے موضع پڑنغار سے مولوی خیر الدین صاحب شیرکوٹی
کی عرضی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس اس مضمون کی آئی کہ ہم لوگ
یہاں فضل الٰہی سے ساتھ خیر و عافیت کے ہیں اب ہم کو کیا حکم ہے یہیں رہیں

یا آپ کے پاس آکر حاضر ہوں یہ مضمون معلوم کرکے آپ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ میاں صاحب آپ مولوی خیرالدین کے بلانے میں کیا فتوی دیتے ہیں مولانا صاحب نے عرض کی کہ بلانے اور نہ بلانے کا اختیار آپ کو ہے اس میں میرے فتوی کی کیا حاجت مگر میرے نزدیک یہ بات بہتر ہے کہ آپ ان کو لکھ بھیجیں کہ وہ ادہر سے ادہر ہندوستان کو چلے جاویں وہاں جاکر اپنے اہل وعیال سے ملیں اور ان کے حقوق ادا کریں اور ادہر بلانا ان کا میرے خیال میں مناسب نہیں معلوم ہوتا اگرچہ پڑنغار یہاں سے چار ہی روز کا رستہ ہے مگر رستہ میں خوف جان کا ہے اگر اس طرف آویں اور باغی لوگ خدانخواستہ راہ میں مزاحم ہوں تو مفت میں مارے جاویں حضرت نے فرمایا کہ آپ کی نیت بھی بخیر ہے مگر ہم انشاءاللہ تعالی ہم ان کو یہیں بلاتے ہیں دیکھو تو پروردگار ان کو کس طرح ساتھ خیر وعافیت کے لاتا ہے بعد اس کے حضرت نے موضع گھڑیالی کے منصور خاں کو لکھا کہ جو موضع تنگئی کے محمود خاں تمہارے یہاں ہیں ان کو ہمارے پاس بھیج دو کچھ ان سے مشورت کرنی ہے اور وہ منصور خاں حضرت کا بڑا مخلص اور معتقد تھا اور محمود خاں بھی پھر وہ خط ایک طالب العلم کے ہاتھ روانہ کیا پھر تیسرے روز محمود خاں وہاں سے پنجتار

میں حضرت کے پاس آئے حضرت نے اُن سے فرمایا کہ جس تدبیر سے ہو سکے
پُرانغار سے مولوی خیرالدین صاحب کو یہاں لاؤ اور یہ کام تم سے ہو سکیگا
اس لئے تم کو بلایا ہے اُنہوں نے عرض کی کہ میں انشاءاللہ تعالیٰ ان کو
لاؤنگا مگر آپ ان کو اس مضمون کا خط لکھ کر روانہ فرماویں کہ ہماری
طرف سے محمود خاں تمہارے پاس آتا ہے موافق اس کے کہنے کے تم
کام کرنا اور جس رستے تم کو لاوے اُس رستے اُس کے ساتھ آنا
اور تم اپنی رائے کو کسی امر میں دخل نہ دینا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے اسی
مضمون کا ایک خط پُرانغار کو روانہ کیا اور ایک خط اسی مضمون کا
واسطے نشانی کے محمود خاں کو دیا اور رخصت کیا پھر اس کے بعد آٹھویں
ہو حضرت کے پاس نویں روز زبیدے کی فتح خاں کی عرضی آئی اس مضمون کی کہ آج مولوی
خیرالدین صاحب اپنے تمام مجاہدین کے ہمراہ مع الخیر کدُرے میں تشریف
لائے ہیں لوگ بسبب منزل کشی کے بہت تھکے ہوئے تھے سو میں نے
ٹھہرالیا ہے آپ کسی امر کا اندیشہ نہ کریں انشاءاللہ تعالیٰ کل سویرے
آپکے پاس حاضر ہونگے اور ایک نیازنامہ اسی مضمون کا مولوی خیرالدین
صاحب کا تھا دونوں خطوں کو پڑھ کر حضرت علیہ الرحمۃ نہایت خوش
ہوئے اور اپنے سر مبارک کو برہنہ کرکے دعا میں مشغول ہوئے اور بہت

دیر تک دعا کی پھر بعد فراغ دعا کے ایک آدمی کو یہ پیغام دے کر روانہ فرمایا
کہ مولوی خیر الدین صاحب سے جا کر ہماری طرف سے بعد سلام اور دعا کے کہنا
کہ تمہارا خط ہم کو پہنچا مضمون بشاشت مشحون اس کا معلوم ہوا انشاء اللہ تعالیٰ
کل سویرے ہم آپ کے استقبال کو آوینگے انتہیٰ پھر وہ آدمی اُدھر روانہ
ہوا اور اِدہر آپ نے توپخانہ کے داروغہ مولوی احمد اللہ صاحب دکنی سے
بلوا کر فرمایا کہ کل سویرے انشاء اللہ تعالیٰ ہم کچھ لوگوں سے مولوی خیر الدین صاحب
کو لینے جاوینگے جب وہاں سے ہم ان کو لے کر آویں تب تم گیارہ توپیں خوشی
کی سر کرنا اور جن کو اپنے ہمراہ رکاب لیجانا منظور تھا ان کو بھی فرمادیا اور
وہ جماعت خاص اور شیخ ولی محمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی
جماعت کے لوگ تھے قریب تین سو کے اور باقی لشکر کو فرمایا کہ تم یہاں اپنی
ہوشیاری اور چوکسی سے رہنا پھر اس کے اگلے روز بعد نماز فجر کے آپ
سبزے گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ گھوڑا ارباب بہرام خاں نے آپ کو نذر
کیا تھا اور لوگوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے پنجتار سے پاؤ کوس پر موضع
سنگ بٹی ہے جب وہاں پہنچے تب تیس چالیس غازی وہاں ٹھہرا دئے
کہ تم یہاں اپنی ہوشیاری سے رہنا پھر باقی لوگ لے کر آپ آگے کو
روانہ ہوئے جب آدھی دور گئے تب اُدھر سے مولوی خیر الدین صاحب
اپنے لوگوں سمیت آتے ہوئے نظر آئے پھر جب حضرت کے اور اُن کے

درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ رہا تب حضرت سے اُتر کر پیادہ پا تشریف
لے چلے اور مولوی خیر الدین صاحب اور سب غازیوں سے بڑی محبت
اور تپاک سے ملے اور ہر ایک کو اپنی چھاتی سے لگایا اور عافیت مزاج
کی پوچھی اور سب کو ہمراہ لے کر وہاں سے طرف پنجتار کے مُراجعت
فرمائی اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ بندوقیں خوشی کی داغتے چلو پھر
بندوقیں سر کرتے ہوئے موضع سنگ ٹئی کے قریب آئے وہاں جو
غازی ٹھہرے ہوئے تھے اُنھوں نے باڑھیں چلائیں اُدھر پنجتار میں
لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت علیہ الرحمۃ مع الخیر آپہنچے پھر جب نالے پر
سواری آئی جہاں نماز جمعہ کی ہوتی تھی تب پنجتار میں گیارہ فیر
توپوں کے سر ہوئے اور بندوقوں کی باڑھیں چلنے لگیں پھر وہاں
سے سب کو ہمراہ لئے ہوئے بستی میں داخل ہوئے اور پہلے مسجد میں تشریف
لائے اور دو رکعت نفل شکرانے کی پڑھ کر دعا میں مشغول ہوئے
اور دیر تک دعا کی کہ خداوندا تو نے ان بھائیوں کو موذیوں کے
چنگل سے چھوڑا کر ہم تک سلامت پہونچایا ہمارے نزدیک یہ لوگ
گویا از سرِ نو پیدا ہوئے پھر بعد فراغ دعا کے سب کو اجازت دی کہ
سب بھائی اپنے اپنے ڈیرے میں جا کر اُتریں بعد اس کے آپ اپنے ڈیرے
پر تشریف لائے اور ہر ڈیرے میں حکم بھجوا دیا کہ جو بھائی جس ڈیرے

کے ہیں اُن کی تین تین وقت ضیافت کریں اور شیخ ولی محمد صاحب
سے فرمایا کہ ان بھائیوں کے کپڑے پھٹ گئے ہیں اور جوتے ٹوٹ گئے
ہیں جلد ان کو نئے بنوا کر پہنا دو اور جس چیز کی حاجت ہو اس کی درستی
کردو پھر وقت فراغت کے آپ نے مولوی خیر الدین صاحب سے اُن
کی سرگذشت کا حال پوچھا اُنھوں نے شروع سے بیان کرنا شروع
کیا کہ جب آپ نے لُندخر کے ملکوں کے ساتھ مجکو روانہ فرمایا اور
پچاس ہندوستانی بھائی اور بتیس قندھاریوں سے ملا لعل محمد قندھاری
کو میرے ہمراہ کیا تھا پھر میں تیسرے روز ساتھ خیر کے موضع لاندخُر
میں جاکر داخل ہوا اور بستی کے کنارے طرف جنوب کے ایک چھوٹی خام مسجد
ہے اُس میں بیس آدمیوں سے میں اُترا کئی روز کے بعد مولانا محمد اسمٰعیل
صاحب غار سے لوٹتے ہوئے میرے پاس آئے آدمی کم تھے میں نے
مولانا صاحب سے کہا کہ اب تو آپ پنجتار کو جاتے ہیں کچھ لوگ اپنے میرے
پاس چھوڑ جاویں پھر پچاس آدمی میرے پاس چھوڑ کر دوسرے روز
مولانا صاحب لُندخر سے اس طرف کو روانہ ہوئے اور ایک مسجد کلاں
اور پختہ بستی کے بیچ میں نسیم خاں کی مشہور ہے اس میں میں نے تیس
آدمیوں سے میر عبدالرحمٰن جھالوی کو اور مولانا صاحب کے لوگوں کو
اُتارا اور ایک مسجد خام دوسرے کنارے پر بستی کی جانب شمال سے

ملا لعل محمد قندہاری کو ان کے آدمیوں سمیت اُس میں اُتارا اور لُند خر بڑی
بستی ہے سو دُکان سے زیادہ فقط بقالوں کی ہیں اور جھہ ملک میں اور
ہرایک کا جرا جُدا ہے اور تمام رعایا لوگ اور بقال برابر جھہ جگہ تقسیم
ہیں اور گرد بستی کے بڑا ایک نالہ ہے اگر بستی والے اس میں مورچے لگاکر
بیٹھیں تو یکایک غنیم کو بستی میں گھُسنا دُشوار ہو پھر بعد پانچ جھہ روز
کے میں نے وہاں کے سب ملکوں کو جمع کرکے کہا کہ تم مجکو جس کام کے واسطے
لائے ہو اس کام کو اجرا کرنا چاہئے سو مناسب یوں ہے کہ جن باتوں
کا تم سب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ سے اقرار کر آئے ہو اور ملک
سمہ میں بستی بستی ان کے اجرا کے واسطے آدمی معین ہوئے ہیں اب ان
باتوں کے رواج دینے میں سب سے سبقت لیجاؤ اس میں خدا اور رسول
کے نزدیک تمہاری نیکنامی اور سرخروئی ہو گی اور حضرت امیرالمومنین
بھی تم سے راضی ہوں گے اور رعایا پر تمہاری حکومت بنی رہیگی اور جب
میں نے آپ ہر ایک کو بلاکر اپنا حکم ان پر جاری کیا پھر وہ تمہارے
حکم میں نہ رہینگے اور یہ امر تم کو بھی ناگوار معلوم ہوگا اور مجھ سے سبب
ناخوشی کا ہوگا یہی بہتر ہے کہ جس طرح آرزو اور خوشی سے مجکو لائے
ہو اسی طرح میرے اور تمہارے درمیان میں موافقت بنی رہے
اور میں حکومت کا بھوکا نہیں ہوں مگر جس کام کو تم لائے ہو اور

حضرت امیر المومنین نے بھیجا ہے وہ کام میں تم سے چاہتا ہوں،
انھوں نے کہا یہ بات تم نے معقول کہی ہمارے خیال مگر رعایا لوگ
تو ہمارا کہنا مان لینگے پٹھان بھائی نہ مانینگے اس کی صورت کیا کرنی چاہئے
میں نے کہا کہ اگر تم اپنے وعدے کے سچے ہو تو جو جو کام میں کہوں ان کو
تم پہلے اپنے گھروں میں جاری کرو پھر دوسرے جو نہ مانے گا اس کو میں
سنا دونگا اُنھوں نے کہا وہ کیا باتیں ہیں بیان کیجئے میں نے کہا کہ تم
سب نماز و روزہ تو کرتے ہو اس میں کچھ تاکید کی حاجت نہیں اور تم
لوگوں میں ایسے کم ہونگے جو نماز و روزے کے خوگر نہ ہوں گے مگر جو
باتیں کہ ان کا کرنا اپنے نفسوں پر شاق ہے ان کو تم پہلے اپنے یہاں
جاری کرو پھر اور لوگ آپ کرینگے اس لئے کہ تم سردار ہو ایک تو بات
یہ ہے کہ تم اپنی زراعت سے اپنی ایمانداری سے پورا پورا عشر دو اور دوسری
بات یہ ہے کہ زکوٰۃ دو سواے ملک میں اور کسی مال پر زکوٰۃ معلوم
نہیں ہوتی مگر ان پر جو بکریاں چراتے اور بیچنے کا کار رکھتے ہیں ان سے
زکوٰۃ لینی چاہئے اور تیسرے جزیہ ہندوؤں سے جس قدر تمہارے اپنے
اپنے علاقہ میں بقال ہیں اُن پر تاکید اور کوشش کرکے جزیہ تحصیل کرو
اس میں تم کو بھی فائدہ ہوگا یعنی اگر پورا پورا روپیہ جزیہ کا تحصیل ہو جاویگا
تو چہارم حصہ حق السعی تم کو دونگا اور تین حصے حضرت امیر المومنین کو ارسال
کرونگا اُنھوں نے کہا کہ تم کو اختیار ہے میں نے کہا کہ مجھکو حضرت کی طرف سے

سے اتنا ہی اختیار ہے اُنھوں نے کہا جزیہ تو تحصیل ہو جاویگا
اس کی تعداد فی آدمی ہم کو بتا دو میں نے کہا اور جو بھی
اگرچہ بیوہ عورت کے نکاح کی چنداں حاجت نہیں ہے اس لئے کہ یہ
رسم اس ملک میں جاری بھی ہے مگر یہ رسم کہ تم اپنی کواری بیٹیوں
کا نکاح بدون روپیہ لئے نہیں کرتے ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی
سے بھی گذر جاتی ہیں یہ رسم اگر ترک کرو تو معلوم ہو کہ تم اپنے دعوی
کے سچے ہو اور یہ کہ جس رسم کے چھوڑنے میں نقصان جانو وہ تو تم نہ
چھوڑو اور جس کا نفع اور نقصان برابر ہے اس کو چھوڑو یہ کیا دینداری
اور دعوی قبول کرنے احکام الٰہی کا ہے یہ تقریر سُن کر ایک ملک کہ نام
اس کا صدرالدین ہے بولا کہ اول میں اس رسم کو اپنے گھر سے اُٹھاتا ہوں
میرے ایک بیٹی کواری ہے تین روز کے عرصے میں اس کا نکاح کر دونگا
اور روپیہ نہ لونگا مگر اپنے چند غازیوں کو حکم کر دو کہ اس روز بعد
نکاح کے دس پندرہ بندوقیں داغ دیں تا کہ بستی میں شہرت ہو جاوے
میں نے کہا کہ تم اس سے خاطر جمع رکھو انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ بندوقچیوں کو
ہمراہ لے کر تمہارے مکان پر آؤنگا پھر تیسرے روز اُس نے ایسا ہی
کیا اور بعد اس کے اُس نے کوشش کر کے چار پانچ نکاح ایسے ہی
اور کروائے اور عشر کیا اس کا اور زکوۃ بکریوں کی اور خانہ شماری

ہنود کی واسطے جریہ کے یہ باتیں جاری ہوگئیں اور با خوبی لوگ اطاعت
کرنے لگے اس عرصہ میں منگل کے روز خط ملا نور محمد قندہاری کا کہ وہ امازئی
کی گڑہی میں متعین تھے اس مضمون کا آیا کہ آج دوشنبہ کے روز امام الدین تمبئی
گھوڑے پر سوار پشاور سے بھاگا ہوا بہر دن رہے یہاں آیا اور اُس نے کہا
کہ آج کچھ دن چڑہے مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی کو سردار سلطان محمد خاں
اور پیر محمد خاں نے دعوت کے بہانے اپنے یہاں بلا کر شہید کیا اور ارباب فیض اللہ خاں
کہ واسطے پیشاب کے باغ کی دیوار کے پاس گئے تھے ان کو وہاں شہید کیا اور
مولوی صاحب کے چار غازی اور دربار میں تھے ان کو گھیر کر درانیوں نے
شہید کیا اس وقت بازار میں صیقل گر کی دُکان پر تلوار لینے گیا تھا وہاں
یہ خبر سُن کر میں باہر سے گھوڑے پر سوار ہو کر ادہر کو بھاگا انتہی اور امام الدین
اسی وقت یہاں سے پنجتار کو گیا ہے سو مناسب ہے کہ تم اپنے لوگوں سمیت ہمارے
پاس آجاؤ تاکہ سب ایک جگہ ہو جاویں یہ مضمون و خشت مستحق اس خط کا دیکھ کر
امازئی کی گڑہی میں جانا میرے خیال میں نہ آیا اس لئے کہ لُندخور سے بانی تمال
امازئی کی گڑہی بارہ کوس زیادہ ہے اور دوسرے یہ کہ وقت فساد کے
وہاں سے نکلنا مشکل ہوگا اس سے تو یہیں خوب ہے اور اس خط کا مضمون میں
نے عام نہ کیا اور اس تدبیر میں ہوا کہ کوئی جگہ امن کی تجویز کر کے کسی بہانے
سے وہاں جاویں القصہ وہ دن تو اسی اور تردد میں گذرا اگلے روز بدہ

کے دن آپ کا پروانہ قاصد کے ہاتھ دوپہر کو پہنچا کہ تم سے یہاں کچھ کام ضروری ہے وہاں کے قاضی کو اپنی جگہ قائم کرکے اور ایک ملک کو ہمراہ لے کر اپنی جماعت سمیت جلد ہمارے پاس چلے آؤ فقط اس خط کا مضمون ہم میں نے سوائے اپنے غازیوں کے کسی پر ظاہر نہ کیا اس کے چھپانے میں غرض اتنی ہی تھی کہ جب تک اپنے چلنے کی تیاری کسی طرف کو قرار نہ پاوے اس حال کا اظہار مناسب نہیں تھا پھر جو وقت نماز ظہر کا ہوا میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ جلد وضو کرکے نماز سے فراغت کرلو ہنوز اذان نہ ہوئی تھی کہ ایک آخوند غریب صورت گھبرایا ہوا آیا اور پوچھنے لگا کہ مولوی خیرالدین کہاں ہے اُس سے کچھ بات کہنی ہے لوگوں نے مجھکو بتا دیا اُس نے الگ لیجا کر مجھ سے کہا تم کو کچھ سمہ کا حال معلوم ہے میں نے کہا کہ نہیں اُس نے کہا کہ تمہارے غازی لوگ جہاں جہاں متعین تھے سب قتل کر ڈالے گئے اور اکثروں کا نام لیا اور اور اُن کے قتل کی صورت بیان کی اور کہا کہ پنجتار کا حال نہیں معلوم کہ سید بادشاہ پر کیا گذرا جلد تو اپنی جان بچانے کی تدبیر کر کہ میں سید بادشاہ کا غلام اور فرمانبردار ہوں اُس وقت صرف تجکو خبر دینے آیا ہوں اور اب میں اپنے گھر جاتا ہوں کہ یہاں سے نزدیک ہے یہ کہہ کر اسی وقت وہ چلا گیا اور ہم لوگوں کے ساتھ اُس نے نماز پڑھی اس حال کو سُن کر مجکو بڑا تعجب ہوا کہ اس شخص نے ایسا بیان کیا گویا

ہر جگہ موجود تھا اور اُسی دوپہر کے عرصے میں یہاں بھی آ کر موجود ہوا غرضکہ
یہ خبر وحشت اثر سُن کر سب میرے ہمراہی گھبرائے میں نے سب کو تسلی
دے کر کہا کہ گھبرانے سے کچھ کار نہیں نکلتا بلکہ خراب ہوجاتا ہے استقامت
پکڑو اور رضاے الٰہی میں دعا کرو کہ کوئی راہ تمہارے نکلنے کی یہاں سے
بتا دے اور جیسا کہ میں تم سے کہوں ویسا کرو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا پھر نماز
ظہر کی پڑھ کر میں نے اپنے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ بھائیو ایک بات
میں تمہاری خدمت میں عرض کرتا ہوں اگر تم مجکو اپنا امیر جانتے ہو تو دل
وجان مانو اور وقت پر کوئی عقل اور تدبیر نہ بتلاو اور ایسے وقت پر متفرق
باتوں سے طبیعت پراگندہ ہوجاتی ہے اور بنی ہوئی تدبیر بگڑ جاتی ہے اور
مجکو امیر المومنین علیہ الرحمتہ نے تم پر امیر کیا ہے معاذ اللہ اگر کوئی سوء تدبیری
مجھ سے صادر ہو اور اس سے تم بھائیوں کو گزند پہنچے تو بیشک میں خدا
کے نزدیک پکڑا جاؤنگا اول یہ ہے کہ جو حال اپنے بھائی لوگوں کی شہادت
کا تم نے سُنا ہے کہ کہیں غفلت میں نماز پڑھتے اور کہیں سوتے ہوئے مارے
گئے اور کہیں اپنی سوء تدبیر سے مارے گئے ہیں اس لئے کہ مخالفین میں سے
کوئی ایک بھی نہ مارا گیا اور نہ زخمی ہوا جو کہ ان کی شہادت مقدر تھی
یہ غفلت اور سوء تدبیری بھی مقدر تھی اور اس وقت فضل الٰہی سے تم
سب ہوشیار اور بیدار ہو اور اپنی سپہ گری کے ساز و سامان سے تیار

ہوا ور تقدیر الہی کا معاملہ تو جدا ہے مگر بظاہر اسباب ایسا نہیں ہو سکتا
کہ مخالفین آپ کو صحیح وسلامت رکھ کر ہم سب کو مار لیں ان کو بھی اپنی
جان پیاری ہے بلکہ ہماری دہشت ان پر غالب ہے اگر ہم سو آدمی
شہید ہونگے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ سیکڑوں مارے جاوینگے اور اگر
ہم لوگوں کی شہادت ہی تقدیر میں ہے تو کچھ کوشش وتدبیر ہماری
پیش نہ جاوےگی بلکہ جو تدبیر کرینگے وہ اُلٹی پڑے گی سبنے کہا کہ ہم تمہارے
فرماں بردار ہیں جو فرماؤگے ہم وہی کرینگے میں نے اُن سے کہا کہ اب میں ایک
جال پھیلاتا ہوں اگرچہ اس وقت کسی کے خیال میں نہ آویگا اور غرض
اس جال سے اسی قدر ہے تاکہ یہاں کے ملک اپنے قابو میں آجاویں پھر
فضل الہی سے ہم کو کچھ اندیشہ نہیں ہے کیونکہ یہ خوب سمجھ لو کہ بستی کے لوگوں
میں جبتک ان کے ملک شریک نہ ہونگے تب تک ہم پر کوئی ہاتھ نہیں
اُٹھاتے کا سواب سب کمریں باندہ اور ہتھیار لگا کر اپنی مسجد میں بیٹھے
رہو اور اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنا دوست نہ جاننا
اور اُسن کی باتوں میں نہ آنا جتنا تم سے کہوں اُتنا ہی کرنا اور
میں نے کہا کہ اب میں نماز پڑھ کر مصلی پر بیٹھتا ہوں تم چار آدمی چقماق والے میری
پشت پر کھڑے رہو اور تم میں سے چار قرابین والے اس درخت کے نیچے
کہ صحن مسجد میں ہے کھڑے رہیں جب دیکھیں کہ ملک گاؤں کے آدمیوں

کو لے کر آویں اور ہم پر حملہ کریں تب ان ملکوں کے قتل کا خیال کریں اور ہماری شراکت کا لحاظ نہ کریں اگرچہ ہم مارے جاویں اور اگر ملک ہمارے قابو میں آگئے تو پھر مسجد سے باہر نہ نکلنے دینا اور چھ آدمی مسلح ہو کر بازار کو جاویں اور چھیئو بنیوں کو کہیں کہ کئی روز ہوئے تم نے نام لکھوائے ہیں اور اب تک روپیہ جزیہ کا تم نہیں لائے اسی وقت لے چلو میری یہ گفتگو سن کر میر عبدالرحمن جہالوی نے کہ تیس آدمیوں کے جمعدار ہیں بولے کہ مولوی صاحب یہ کیا فرماتے ہیں یہ کون وقت تحصیل جزیہ کا ہے میں نے کہا کہ میں تو سب سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ کوئی محکو تدبیر نہ بتاؤ جو کروں سو دیکھے اور جو کہوں وہ ہر کوئی کرے اور تم اس بات کو ابھی بھول گئے یہ سن کر وہ خاموش ہو رہے الغرض اول آدمیوں نے بازار میں جا کر بنیوں پر تقاضا کیا وہ اپنے اپنے علاقے کے ملک کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ یہ وقت سعی کا ہے جزیہ کے روپے میں بہلا کچھ تخفیف چل کر کروا دو ہر ایک ملک نے کہا کہ تم چلو ہم پیچھے سے آوینگے پھر بنئیے مسجد میں آنے لگے اور پیچھے سے ملک بھی آئے عصر کے وقت تک سب بنئیے اور پانچ ملک مسجد میں میرے پاس آئے اور ایک ملک نہ آیا سبب اس کا یہ ہوا کہ ملا لعل محمد قندہاری لستی کے کنارے کی مسجد میں اپنے بیس آدمیوں سے مستعین تھے اس روز جب آخوند اجنبی سے محکو سمہ کی غازیوں کا حال معلوم ہوا تب میں نے ملا لعل محمد قندہاری کو کہلا بھیجا کہ سمہ کی بستیوں

میں اپنے غازیوں کا ایسا ایسا حال ہوا ہے اب ہم یہاں سے نکلنے کی تدبیریں ہیں مگر تم کسی وقت اب سے شام تک کسی بہانے سے نکل جاؤ اور موضع ٹوٹئی میں چل کر ٹھہرو وہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی کسی وقت آکر تم سے ملینگے سواس ملک کو لے کر وہ لندخر سے چلے گئے پھر میں نے عصر کے وقت سے تحصیل جزیہ کی شروع کی میر عبدالرحمن مرحوم نے میرے کان میں کہا کہ اگر اجازت دو تو یہ جو صدہا روپے کا غلہ عشر کا پڑا ہے بنیوں کے ہاتھ بیچ ڈالوں میں نے خفا ہو کر ان سے کہا کہ اس تدبیر سے تو میں نے بنیوں کو بلا کر جمع کیا ہے تم ان کو واسطے غلہ دینے کے لیجاؤگے پھر یہ ملک بھی میرے قابو سے نکل جاوینگے تم اپنے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا چاہتے ہو جو سمہ میں اور غازیوں کے ساتھ ہوا اور میں نے تم سب سے اتنی تاکید کی ہے کہ خبردار اس وقت کوئی میری تدبیر میں اپنی عقل کو دخل نہ دینا پھر وہ چپ ہو رہے غرضکہ مغرب کے وقت تک سوا سو روپے جزیہ کے تحصیل ہوئے سو روپے تو ملکوں کے سامنے گنوا کر میں نے وہاں کے قاضی کو سپرد کئے کہ کل سب روپے تحصیل کر کے تمہارا حصہ جو کہا ہے تم کو دیا جاویگا اور باقی سرکار میں ارسال کئے جاوینگے اور پچیس روپے جو متفرق آئے تھے وہ الگ رہے پھر نماز فرض مغرب کی پڑھ کر میں نے اپنے لوگوں سے کہا

کہ ملکوں کو ابھی جانے نہ دینا ان سے کچھ مشورہ کرنا ہے پھر سبق پڑھ کر میں
سب ملکوں کو مسجد کے اندر لے گیا اور نامہ آپ کا دوپہر کو میرے پاس
گیا تھا وہ پیش کیا اس کا مضمون سن کر ملکوں نے کہا کہ اب تو رات
ہوئی کل دن کو ہم آپس میں صلاح کر کے ایک ملک کو تمہارے ساتھ
کر دینگے میں نے کہا یہ کام کل کی صلاح کا نہیں ہے جو صلاح کرنی ہو سی
وقت کر لو یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے کس لئے مجھکو جلد
طلب کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ سرداروں کے کام سردار جانیں ہم کو کیا معلوم
میں نے کہا کہ مدا خیلوں پر جانے کو لشکر تیار ہوا ہے یہ سبب ہے اُنھوں نے
کہا کہ ہاں یہ خبر تو ہم نے بھی سُنی ہے پھر میں نے کہا کہ رستہ اس لشکر کا موضع
چھتر بائی کے اوپر کو ہے اور وہاں میرا تھانہ ہے سو آج راتوں رات میں
پنجتار جاؤنگا اور کل شام تک چھتر بائی میں پہنچونگا اور وہاں سامان رسد
کا تیار کرونگا اور پرسوں لشکر کا جانا شروع ہوگا یہ تقریر سن کر وہ
کہنے لگے کہ اس صورت میں تو تمہارا جانا اسی وقت مناسب ہے اور ہم جا تے
ہیں جرگہ کر کے ایک ملک کو تمہارے ساتھ کئے دیتے ہیں میں نے کہا کہ
یہیں مسجد میں جرگہ کر لو الغرض وہیں جرگہ کر کے اُنھوں نے صدر الدین
ملک کو میرے پاس لا کر اور اُس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑا کر
کہا کہ یہ تمہارے ساتھ جاویگا اس کی شرم تمہارے ہاتھ ہے

اور راستہ بھی ہم نے اس کو بتا دیا ہے اب تم کو اختیار ہے جب چاہو بیت جاؤ
میں نے صدرالدین کو پاس بٹھا لیا اور باقی ملکوں سے کہا کہ اب تم اپنے گھر
جاؤ اور روٹی کھاؤ قاضی نے کہا کہ میں بھی روٹی کھا آؤں میں نے اس کو
بھی اجازت دی اور ایک مفتی اور ایک حافظ نابینا یہلی نام ان حافظ کا ریشم
کرکے مشہور تھا اور وہ بڑے عالم دیندار اور پرہیزگار تھے ایک روز مولانا
محمد اسمٰعیل صاحب نے ان سے کہا کہ حافظ صاحب یہ نام تمہارا تمہارے ملک میں ٹھیک
ہے مگر ہمارے ہندوستانیوں کے نزدیک مکروہ ہے سو اگر تمہاری رضامندی ہو
تو ہم لوگ تم کو حافظ ریشم کہا کریں کیونکہ ریشم لستیم سے قیمتی بھی ہوتا ہے اور
نرم بھی زیادہ ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ آپ کے نزدیک یہ نام اس سے بہتر
ہے یوں ہی سہی یہ دونوں میرے پاس بیٹھے رہو پھر ملک صدرالدین نے مجھ سے
کہا کہ اجازت ہو تو میں بھی اپنے گھر سے روٹی کھا آؤں میں نے کہا کہ تم ہمارے
ساتھ کھانا کھانا اور آدمی سے میں نے کہا کہ روٹی تیار ہوئی تو لاؤ ملکوں
نے نہیں سنا تھا اس لئے کہ ظہر کے وقت سے مغرب تک روپے میرے پاس
رہے اور وہ قاضی اپنے گھر جا کر اور وہ خبر سُن کر میرے پاس فوراً دوڑا
آیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارا خادم ہوں مجھ سے صاف صاف اپنا حال
کہو میں نے بستی میں ایسا ایسا سُنا ہے میں نے کہا کہ جو کچھ تم نے سُنا سو
سچ ہے تب اُس نے کہا کہ پھر تم کہاں اور کس رستے سے جاؤ گے میں

نے کہا کہ مجکو نہیں معلوم اللہ تعالیٰ جہاں جس رستے لیجاوئیگا وہاں جاؤنگا
اُس نے کہا کہ جبتک رستہ مقرر نہ ہو تب تک تم یہاں سے کسی طرف نہ جاؤ
اور یہاں سے میرے حجرے میں چل کر بیٹھو میں نے کہا کہ ملک تمہارا بھائی ہے
اور تمہارا کیا اختیار کہا میرا بھائی نام کا ملک ہے مگر مالک میں ہوں میں نے
کہا کہ تمہارے حجرے میں چلنے سے کیا ہوگا اگر سمہ کے یا اسی بستی کے لوگوں
نے آکر بلوا کیا اُس وقت تم اُن کا مقابلہ کر سکو گے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا مگر
اتنا ہے کہ جب تک اور میرا بھائی نہ مارا جاویگا تب تک تم سے کوئی مزاحم نہ
ہوگا میں نے کہا کہ مبادا تم دونوں جب مارے گئے اور تمہارے پیچھے ہم لوگ
بھی پھر اس میں کیا خوبی نکلی اور تمہارے حجرے میں جانے سے کیا فائدہ ہوا
جزاک اللہ بھلا اتنی ہمت تو اس وقت تم نے کی یہ کمال دوستی ہے مگر سنو
اور سوچو اور بُرا نہ مانو میں اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنا دوست
اور مددگار نہیں جانتا ہوں اور یہ وقت میرے نکلنے کا ہے پھر بعد دوپہر
کے ایسا وقت نہ پاؤنگا اور تم بھی پچھتاؤ گے اور میں بھی پچھتاؤنگا مفتی اور
حافظ نابینا جو میرے پاس بیٹھے تھے اُنھوں نے کہا کہ قاضی صاحب مولوی
خیر الدین صاحب سچ کہتے ہیں اس وقت ان کو روکنا دوستی نہیں ہے بلکہ
پوری دشمنی ہے اور ملک میرے پاس سے لیئے اپنے گھروں میں گئے وہ
خبر انھوں نے بھی سُنی اور ششدر ہوگئے اور آپس میں چرچا کرنے لگے کہ ہمارے
ساتھ اس مولوی نے کوئی کام ایسا نہیں کیا کہ ہم اس کی جان کے خواہاں

ہوں کام تو وہی کیا جو سمہ میں اور ہندوستانیوں نے کیا فرق اتنا ہے اُنہوں
نے آپ کیا اس سبب سے لوگوں پر شاق گذرا اور اُن کے دشمن ہو گئے اور اس مولوی
نے وہی کام ہماری رضامندی اور ہمارے ہاتھوں سے کیا اور سوا اس کے
اور بستیوں میں ہندوستانی لوگ سید بادشاہ کے فرمانے سے بیٹھے اور ہم
اس کو اپنی خوشی سے اور سید بادشاہ سے درخواست کر کے لائے سو اس
پر ہاتھ ڈالنا تو نہایت بے دینی اور ناانصافی ہے اور اگر یوں ہی چھوڑ دیں
تو کل کو سمہ والے ہمارے دشمن ہو جاویں اب ایسا کرو کہ ان کے ہتیار
تو لے لو اور ان کو اپنی بستی سے سلامت نکال دو اور ہتیار لینے میں بھی
اتنی مروت کرو کہ اس حجرے والے اس حجرے کے غازیوں کے ہتیار لیں
اور اس حجرے والے اس حجرے کے غازیوں کے ہتیار لیں یہ مشورہ ان کا
ٹھہرا ایک شخص اُن میں کا ہمارے ایک غازی سے محبت رکھتا تھا اس
سے یہ تمام حال کہا پھر اس غازی نے آکر مجھ سے کہا میں نے کہا کہ اب
تم سب خاطر جمع رکھو اور اپنے خدا کو یاد کرو کہ اس بلا سے ہم کو نجات
دے انشاء اللہ تعالیٰ اب یہ ہتیار ہم سے کوئی نہ لے سکیگا اور میرا ڈیرا
تو بستی کے کنارے کی خرد مسجد میں تھا اور معاملات لوگوں کے میں اسی
مسجد میں کرتا تھا جس میں میر عبدالرحمن تھے پھر اس عرصے میں ایک
آدمی میرے پاس دوڑا آیا اور کہا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو تمہاری مسجد
کو لوگوں نے آکر گھیر لیا ہے میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم یہاں ہوشیاری

سے سہو میں جاکر اپنی مسجد کے غازیوں کو لاؤں پھر کئی آدمی ساتھ لے کر میں وہاں گیا تو دیکھا کہ چالیس پچاس آدمی بندوقیں باندھے کچھ تو صحن کی دیوار پر بیٹھے ہیں اور کچھ متفرق دائیں بائیں کھڑے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ تم یہاں کیوں جمع ہوا انھوں نے کہا ہم تماشا دیکھتے ہیں میں نے کہا یہاں کون سا تماشا ہوتا ہے جو تم دیکھتے ہو اُنھوں نے کہا کہ ہم واسطے مال لوٹنے کے جنگل کو جاتے ہیں اس لئے جمع ہیں میں نے کہا کہیں جاؤ مگر ہمارے پاس نہ آؤ والا ہم سے اور تم سے بگاڑ ہو جاویگا اُنھوں نے جانے میں کچھ درنگ کی میں نے اپنے آدمیوں سے پکار کر کہا کہ تم مسجد سے باہر نکل آؤ ان کی نیت میں کچھ فریب معلوم ہوتا ہے اور ان بلوائیوں سے غصہ ہو کر میں نے کہا کہ جیسے سمہ کی بستیوں میں ہمارے بھائیوں کو بلوائیوں نے غفلت میں شہید کیا اگر ہم بھی غافل ہوتے تو ویسے ہی مارے جاتے اب تو ہم لوگ ہوشیار اور اپنے ہتھیاروں سے تیار ہیں اتنے آدمی تب مرینگے جب تمہاری صدہا عورتوں کو بیوہ اور تمہارے صدہا لڑکوں کو یتیم کر دینگے تمہاری اسی میں خیر ہے کہ جلد یہاں سے چلے جاؤ اگر نہیں تو ابھی اپنے غازیوں کو حکم دیتا ہوں کہ ایک طرف سے بستی کا قتل شروع کر دینگے اُس وقت تم سے کچھ نہ ہو سکے گا اور غازی لوگ تو مسجد میں مسلح بیٹھے تھے جیسے وہاں سے باہر نکلے ویسے ہی وہ تمام بلوائی طرف جنگل کے بھاگ گئے پھر میں اپنے سب غازیوں کو وہاں سے لے

کر بڑی مسجد میں لایا اور سب کو ساتھ لے کر اُس مسجد سے باہر نکلا اس
وقت سب ملک رخصت کے بہانے پھر آئے اور باتیں خوشامد آمیز کہہ کر
کہنے لگے کہ کچھ ہماری عرض ہے مگر ہم کہہ نہیں سکتے ہیں میں نے کہا کہ تم اپنے
حصے کے رُپیوں کو کہتے ہوگے اُنھوں نے کہا کہ ہاں میں نے پوچھا کتنے روپے
تحصیل ہوئے ہیں اور کس کے پاس ہیں اور تمھارے حصے کے کتنے روپے ہیں اُنہوں
نے کہا کہ سو روپے تحصیل ہوئے ہیں سو تمہارے حکم سے قاضی کے پاس امانت ہیں
ہمارے حصے کے تمہارے وعدے کے موافق پچیس روپے ہوئے میں نے قاضی سے کہا
کہ پچیس روپے ان کو حوالہ کر دو اور باقی پچھتر روپے سب ملکوں کو میں نے
انعام میں دئے اور غلہ میں سے دس روپے کا غلہ ملک صدرالدین کو اور چار روپے
کا غلہ اپنے ساتھ کے راہبروں کو دلوایا اور باقی غلہ امانت رہنے دیا اور اُن
سے کہہ دیا کہ اگر میں زندہ رہا اور پھر اللہ تعالیٰ یہاں مجکو لایا تو یہ غلہ تم
سے لونگا اور اگر مر گیا یا نہ آیا تو یہ تمہارا ہے ان باتوں سے وہ بہت خوش
اور راضی ہوئے اور بطور خوشامد کے کہنے لگے کہ اس وقت رات کو کہاں جاؤگے
جب تک رستہ پنجار کا صاف نہ ہو تب تک تم یہاں سے کہیں نہ جاؤ
جس طرح ہم لوگ پہلے آپ کے فرماں بردار تھے اسی طرح اب بھی ہیں بلکہ
اب اگر اس سے زیادہ آپ کی فرماں برداری اور خدمتگزاری نہ
کریں تو ہم اشراف نہ ہوں گے ہماری طرف سے آپ کچھ شبہہ اور

وسوسہ اپنے دل میں نہ لاؤ میں نے کہا کہ تم صاحبوں سے ایسی ہی اُمید ہے
مگر ہم کو حضرت امیرالمومنین کے پاس پہنچنا ضرور ہے یہ کہہ کر میں نے اپنے ا
اخوند گل سے کہا کہ بجنار یہاں سے تین روز کا رستہ ہے اور گولی بارود
اپنے لوگوں کے پاس اسی قدر ہے جو ساز سنگڑوں میں ہے نہایت پھر سوا پھر
لڑنے کی سامان ہے سو بجنار کا جانا تو میرے خیال میں نہیں آتا کوئی اور جگہ محفوظ تجویز
کرو اس لئے کہ تم اس ملک کے ماہر ہو آخوند نے کہا کہ تم نے اس وقت بہت دُور کی
بات سوچی بیشک بجنار کے جانے میں ہم سب ہلاک ہوں گے اب مناسب یہ ہے کہ
یہاں سے پیر نغار کو چلو وہاں کا ملک لعل محمد بڑا دیندار ہے اور پشاور میں اُس نے
سید بادشاہ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے اور وہاں ان ملوائیوں کا کچھ علاقہ بھی
نہیں ہے میں نے کہا کہ بس یہی بہتر ہے رہیں کو چلو اسی گفتگو کے اندر کہیں سے ایک
سوار دُور سے نظر آیا چاندنی رات تھی ہم لوگوں کو دیکھ کر اُس نے پختو میں پوچھا
کہ تم میں کوئی اس بستی کا ملک بھی ہے ملک صدرالدین نے کہا کہ ملک میں ہوں تیرا
کیا مطلب ہے اور تو کہاں سے آیا ہے اُس نے کہا میں کاٹھ لنگ سے آیا ہوں اور
تو ان ہندوستانیوں کو کہاں لئے جاتا ہے کچھ اس مُلک کی بستیوں کا حال بھی معلوم
ہے کہا معلوم ہے مگر یہ لوگ نہیں مانتے اُس نے کہا کہ میں دوستی کی راہ سے
کہتا ہوں کہ رات بھر ان کو ٹھہراؤ فجر کو حال اس راہ کا معلوم کر کے لیجانا میں
نے للکار کر اس سے کہا کہ تو اپنے کسی کام کو آیا ہے یا ہم کو روکنے کو
اُس نے کہا کہ میں تو اپنے کام کو آیا ہوں مگر دوستانہ کہتا ہوں میں

نے کہا کہ تو کس روز ہمارا دوست تھا جو اس وقت دوستی ظاہر
کرنے آیا ہے جس کام کو آیا ہے چلا جا تیرے روکنے سے ہم نہیں رکتے یہ
سُن کر وہ لُندخُر کی طرف چلا گیا پھر ہم وہاں سے کچھ کم ایک کوس پنجار کی
طرف چلے اور یہ بات پڑانغار کے جانے کی سوائے آخوند گل کے کسی کو معلوم
نہ تھی آخوند گل پشاوری ساکن موضع بُڈابیر کا بڑا عالم دیندار اور
پرہیزگار تھا اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا اول سے آخر تک بڑا
دوست مخلص اور خیر خواہ بے ریا رہا کوئی فعل ناشائستہ ہم لوگوں کے حق میں
اس سے نہیں صادر ہوا اور پنجار سے شریک لشکر ہوئے تھے اور شیخ ولی محمد صاحب
کے آخر زمانے تک وہاں کے رہنے کے وہ شریک تھے اور جب شیخ صاحب
وہاں سے ہندوستان کو چلے تب وہ بلدہ پیش بلاق کہ درے خیبر سے ڈیڑھ
منزل پر واقع ہے وہاں تک پہنچانے کو بھی آئے تھے وہاں ایک گورستان
تھا اس میں پہنچ کر آخوند گل نے ملک صدرالدین اور راہبر کا ہاتھ پکڑ کر
کہا کہ یہاں سے پڑانغار کا رستہ لو کہ وہ بستی اُتما خیلوں کی ہے صدرالدین
نے کہا کہ بھائی ہندوستانیو دانائی تم پر ختم ہے کہ لُندخُر سے یہ ارادہ
کسی پر ظاہر نہ کیا اور میں بھی سوچ میں تھا کہ یہاں سے پنجار تک کیونکر جانا
ہوگا مگر خوف سے کہہ نہیں سکتا تھا اب میرے تن میں جان آئی اور اب
فضل الٰہی سے تم صحیح و سلامت بچ گئے غرضکہ گورستان سے پڑانغار کا رستہ
لیا اور ملک صدرالدین کو گورستان سے رخصت کیا اور پھر لُندخُر کے

نزدیک سے ہوکر جانب مغرب موضع جلالہ کو گئے کہ وہاں سے چھ سات
کوس تھا بعد آدھی رات کے موضع جلالہ کے کنارے نالے پر پہنچے اور وہیں
ٹھہرے رات کو بستی میں جانا مناسب نہ جانا کیونکہ وہاں کے لوگوں کا حال
معلوم نہ تھا کہ موافق ہیں یا مخالف مگر رسول خاں ایک شخص وہاں کے
ناميوں میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا مخلص اور معتقد تھا اور رسول خاں
ترنک زئی جلالہ والے جب حضرت پنجتار میں رونق افروز تھے تب سے واقعہ بالاکوٹ
تک حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے ہمراہ رکاب رہے اور یہ حضرت کے بڑے رفیق اور
بڑے شجاع تھے ایک آدمی کو بھیج کر اس کو خبر کی اور عالم خاں نام وہاں کا ملک
بھی حضرت کا مرید مخلص تھا یہ دونوں شخص بعد نماز فجر کے بیس آدمیوں کے
ساتھ نالے پر ہم لوگوں کے پاس آئے ہم سب کی بڑی خاطرداری کی اور
کہا کہ بدون روٹی کھلائے تم کو جانے نہ دینگے میں نے کسی طور نہ مانا اور
ان سے کہا کہ ایک میرا خط کسی طالب العلم کے ہاتھ پنجتار میں حضرت امیر المومنین
کے پاس پہنچا دو یہی بڑا دوستی کا حق ہے انھوں نے ایک طالب العلم سے کہا
اُس نے کہا کہ کاغذ نو لیجاؤنگا مگر پیغام زبانی کہہ دونگا میں نے اُس کی
بغل سے کتاب لے کر اور کھول کر ایک جگہ یہ عبارت لکھ دی کہ خدا کے فضل
وکرم سے ہم جلالہ تک آئے ہیں اور موضع تُرانغارہ کو جاتے ہیں آپ دعا
کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قدم ہم کو دکھاوے والسلام پھر وہاں سے
روانہ ہوئے چلتے چلتے قریب دوپہر کے ایک میدان میں پہنچے کہ دو دو

م بخلص

تین تین کوس وہاں سے آبادی کا نشان نہ تھا وہاں ایک چھوٹا سا
چند گھروں کا گاؤں تھا اس میں گئے وہاں کے ملک کا ایک مردانہ کا مکان
تھا اگرچہ خام تھا مگر لیا پوتا ہوا تھا اور ایک مسجد خام ویسی ہی لپی ہوئی
تھی چونکہ اپنے لوگ تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے تھے میں نے کہا کہ بھائیو اس
مسجد میں کمریں کھولو نماز ظہر کی پڑھ کر یہاں سے چلینگے اور دریافت کرو اگر
کوئی یہاں بنیا ہو تو اس سے دال چاول گھی وغیرہ لاکر جلدی سے کھچڑی پکالو
اور کھالو پھر لوگ اُس مسجد میں ٹھہرے اور معلوم ہوا کہ یہاں غریب سے تین بنئے
ہیں پھر ان کے پاس آدمی نے جاکر جنس طلب کی انھوں نے ترش روئی اور
بے پروائی سے کہا کہ یہاں جنگل ہے نہ چاول ہیں اور نہ دال ہم آپ بھوکوں مرتے
ہیں تم کو کہاں سے دیں اور تم یہاں کیوں ٹھہرے ہو چلے جاؤ آگے اور بستیوں
میں دال آٹا بہت ملیگا میں نے وہاں کے ملک سے بلاکر کہا کہ ہم لوگوں کو یہاں
کے بنیوں کی دکانوں میں جنس نہیں ملتی یہ روپیا لو اور کہیں سے لادو وہ نیکبخت
آدمی تھا اُس نے کہا کہ تم ٹھہرو میں ابھی جلد کھچڑی پکوائے دیتا ہوں وہ مجھ
سے روپیہ لیکر اُدہر گیا ادہر میں نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ بنیوں سے جاکر یہ
حال تو معلوم کرو کہ انھوں نے ہم کو جنس کیوں نہ دی بنیوں کا دستور ہے کہ
تھوڑے فائدے کے واسطے اگر اپنی دوکان میں جنس نہیں ہوتی اور کہیں سے
لادیتے ہیں اس آدمی نے بنیوں سے جاکر پوچھا کہ تم نے جنس کیوں نہ دی

اس میں بھید کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ ہم دمڑی کے سودے کے لئے خریدار کو ہتیں پھرتے ہیں اور اس میں تو ہم کو بہت فایدہ تھا مگر سبب اس کا یہ ہے کہ ہم تمہارے خیرخواہ ہیں آج گھڑی دو گھڑی میں ورگہی سے لشکر یہاں آویگا اور وہ لشکر دہاڑوالوں کا تھا یہ نہیں معلوم کہ کس واسطے آیا تھا اگرچہ اور کام کو یہاں کے ملک نے بلایا ہے مگر تمہارے اور اُن کے درمیان میں مخالفت ہے مبادا کچھ بگاڑ ہو جاوے اس لئے ہم نے انکار کیا اور سودا نہ دیا اس آدمی نے یہ حال آکر مجھ سے بیان کیا میں نے کہا کہ میرا قیاس ٹھیک پڑا پھر اسی وقت میں نے ملک کو بلا کر کہا کہ یہاں کھانا پکانے میں دیر ہوگی اور اگلا گاؤں تین کوس سے زیادہ ہے شام تک وہاں پہنچ نہ سکیں گے ملک نے کہا کھچڑی تو ابھی پکوا دیتا ہوں کچھ دیر نہ ہوگی آگے آپ کو اختیار ہے اور یہ روپیہ آپ کا موجود ہے اور جو تم نے کسی سے ورگہی کے لشکر کی آمد کی خبر سُنی ہو سو اس کا وسوسہ نہ کرو وہ میں نے بلایا ہے اپنے کام کو کیا مقدور جو تم سے کوئی بولیگا میں نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر تم یہ بھی خوب جانتے ہو کہ ہمارے اور ان کے درمیان میں مخالفت ہے اگرچہ نزاع واقع ہو جاوے تو اچھا نہیں اس نے کہا کہ تم یہ دُور اندیشی کی بات کہتے ہو اس سے تو تمہارا جانا ہی بہتر ہے پھر میں نے کہا کہ اتنی مہربانی کرو کہ اپنی سرحد تک ہمارے ساتھ چلو پھر پلٹ آنا اُس نے کہا میں حاضر ہوں انتہی ثنا

میں سوار درگہی سے آنا شروع ہوئے ہم لوگ فوراً کمریں باندھ کر وہاں
سے چل دئے اور ملک لینے ایک بیٹے اور ایک اپنے آدمی کو لے کر اپنی سرحد تک
ہمارے ساتھ گیا اور دو گھڑی رات گئے ہم لوگ ایک بستی میں پہنچے نام اس
کا یاد نہیں اور وہاں ایک مسجد میں اُترے مگر سب آدمی بھوک اور ماندگی
سے نڈھال ہو گئے تھے پھر میں نے مسجد کے چاروں طرف دو دو آدمیوں کو کھڑا
کر دیا اور دو آدمیوں کو بستی میں بھیجا کہ جا کر کھچڑی پکوا لاویں اور باقی لوگوں
سے کہا کہ تم سو رہو قریب پہر رات کے گئی ہو گی کہ ایک طالب العلم مسجد کے
آخوند کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ملا لعل محمد قندہاری تیس آدمیوں کے ساتھ
موضع لوٹنی سے بھاگ کر ہماری بستی میں آیا ہے میں نے مسجد کے آخوند سے
پوچھا کہ یہاں سے وہ بستی کتنی دور ہے اُس نے کہا دو کوس ہے میں نے کہا کہ
اگر اس وقت کوئی آدمی جا کر ہماری خبر ملا لعل محمد قندہاری کو پہنچا دے تو
ہم اس کو جو کچھ سو مزدوری دیویں اس طالب العلم نے کہا کہ مزدوری دینے
لینے کی کچھ ضرورت نہیں میں اب پھر جاتا ہوں تمہاری خبر ان کو پہنچا دونگا
پھر وہ طالب العلم گیا اور قریب آدھی رات کے ملا لعل محمد اپنے لوگوں سمیت
آ کر میرے پاس داخل ہوئے اور اُسی وقت کھچڑی بھی پک کر آئی میں
نے وہ کھچڑی پہلے قندہاریوں کو کھلائی باقی جو رہی وہ ہم سب نے کھائی

پھر ایک راہبر کو آٹھ آنے پیسے دئے کہ ہم کو پڑ انغار تک پہنچا دے اور کمریں باندھ کر وہاں سے چل دئے پڑ انغار کے ورے آدہ کوس پر ایک نالہ تھا صبح صادق ہوتے وہاں پہنچے میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ابھی نہیں ٹھہر و بدون اطلاع کے بستی میں جانا مناسب نہیں پھر اخوند گل کو بھیجا کہ جا کر یہاں کے ملک کی مرضی معلوم کرو ہم لوگوں کو اپنی بستی میں ٹھہرنے دیگا یا نہیں جب اخوند گل وہاں گئے اس وقت ملک لعل محمد واسطے نماز فجر کے وضو کرتا تھا اخوند گل کو دیکھ کر متعجب ہوا اور پوچھا کہ اس وقت کیونکر آنا ہوا انھوں نے ہم لوگوں کا حال کہا کہ نالے پر ٹھہرے ہیں کہا وہاں کیوں ٹھہرے ہیں ان کو جا کر لے آؤ میں تو سید بادشاہ کا خادم ہوں انھوں نے کہا بیشک بات یوں ہی ہے اگر خادم نہ جانتے تو یہاں تک کیوں آتے مگر بے مرضی تمہاری کے آنا مناسب نہ جانا اس بات سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت اپنے بھانجے کو اور ایک آدمی کو بھیجا کہ جلد جا کر وہاں سے لے آؤ پھر وے نالے پر سے ہم لوگوں کو بستی میں لے گئے وقت ملاقات کے لعل محمد نے مجھ سے کہا کہ یہ بستی تو چھوٹی ہے اور باشندے یہاں کے غریب ہیں اور مجکو اس قدر مقدور نہیں کہ تم لوگوں کے کھانے پینے کی خدمتگزاری کر سکوں مگر واسطے رہنے کے اس بستی کو اپنی جانو تین مسجدیں یہاں ہیں موافق گنجائش کے ہر ایک میں اپنے لوگوں کو

اُتار دو اور یہاں یوسف زئیوں کا کچھ دخل نہیں ہے جو تم سے کچھ بول سکیں اور تین وقت تم سب میرے مہمان ہو غرضکہ انھیں مسجدوں میں میں نے اپنے لوگوں کو اُتارا اور تین وقت ملک نے ہم سب کی ضیافت کی بعد اس کے میں نے ملک سے کہا کہ مہمانی ہو چکی اب ایسی تدبیر کرو کہ ہم کو آٹا پسوا دیا کرو کہا اچھا مگر تم اور آخوند گل میرے یہاں کھایا کرو میری اس میں خوشی ہے میں نے عذر کیا کہ مجھکو تو معاف رکھو مگر آخوند گل کو اپنے ساتھ کھلایا کرو پھر تین روز کو بستی والوں سے آٹا پسوا دیا پھر ایک روز ایک بنیا ٹھہرا دیا کہ اس کے یہاں سے جنس لے لیا کرو پھر اس کی دکان سے ہم جنس لینے لگے اور ایک مہینہ کامل وہاں رہے بعد اس کے ایک روز پہر دن رہے آپ کا سرفراز نامہ اس مضمون کا پہنچا کہ راہ کی تجویز کرکے تمہارے لانے کے لئے تنگئی کے محمود خاں بارک زئی کو بھیجا ہے جس راہ سے تم کو لاویں بلا انکار اس راہ ان کے ساتھ آنا اور اس سرفراز نامہ کے ساتھ ایک خط محمود خاں ممدوح کا اس مضمون کا تھا کہ آج تم اپنے لوگوں سے مستعد ہو رہو موافق فرمانے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے تمہارے لینے کو دو پہر تک میں آؤنگا پھر دونوں خطوں کا مضمون معلوم کرکے میں نے اپنے سب لوگوں کو تاکید کردی کہ بھائیو دو روز کے کھانے کی روغنی روٹیاں پکا کر تیار ہو رہو پھر سب لوگ روٹیاں پکا کر تیار ہو رہے

پھر اپنے وعدے پر دس بارہ آدمیوں کے ساتھ محمود خاں جا پہنچے اُن سے
میں نے حال راہ کا پوچھا کہ کیونکر چلنا ہوگا اُنھوں نے کہا کہ یہاں سے چل کر
اورنگ شاہ میاں کی گڑہی میں کہ لنڈخر کے آگے دو کوس پرہے پہنچینگے اور
وہاں سے موضع گھڑیالہ میں منصور خاں کے پاس رہینگے اور وہاں سے لٹھے
پنجتار میں پہنچینگے میں نے کہا کہ میری غرض پوچھنے سے یہی تھی کہ تین دن سے
کم میں ہمارے لوگ پنجتار میں پہنچ نہ سکیں گے پھر نماز عصر کی پڑھ کر
وہاں سے چلے اور لعل محمد ملک نے بھی دو آدمی ساتھ کر دئے ایک تو اپنے
بھانجے کو اور ایک اور آدمی کو پہر پہر رات رہے اورنگ شاہ میاں کی
گڑہی میں آئے بارہ آدمیوں کے پیروں میں چھالے پڑ گئے چلنے سے معذور
ہوئے پھر اتنی رات اور تمام دن وہیں رہے اور اُن بارہ آدمیوں کو سید
اورنگ شاہ صاحب کے پاس چھوڑے کہ جب یہ قابل چلنے کے دو چار دن
میں ہوں تب ایک ایک دو دو کو ساتھ حفاظت کے رخصت کر دینا
پنجتار میں چلے جا وینگے پھر چار گھڑی رات گئے باقی آدمیوں کو ساتھ لے
کر وہاں سے روانہ ہوئے آتے آتے آدہی رات کو قریب گھڑیالہ کے پہنچے
وہاں کا خان منصور خان چند آدمیوں سے باہر بستی کے ایک ٹیکرے پر ہم
لوگوں کا منتظر بیٹھا تھا اس سے ملاقات ہوئی اُس نے کہا کہ تمہاری خبر کو
میں نے دو راہیر شام سے یہاں بٹھار کھے تھے اور ابھی آدہی رات باقی

باقی ہے باخوبی صبح تک تم پنجتار میں پہنچ جاؤ گے میں نے محمود خاں سے
خفا ہو کر کہا پڑا نغارہی میں میں نے تم سے کہا تھا کہ ہمارے لوگ تین دن سے
کم میں پنجتار تک پہنچ نہ سکیں گے وہاں تم نے وعدہ کیا کہ ہم تم کو تین روز
میں لے چلیں گے اور اب یہاں کہتے ہیں آج ہی پنجتار کو چلے جاؤ بسبب تکلیف
سفر کے بارہ آدمی ہمارے اورنگ شاہ میاں کی گڑہی میں رہے اور سیدرہ
آدمی یہ اور تھکے ہوئے پڑے ہیں ان کو کہاں چھوڑدوں منصور خاں نے کہا کہ
خفا کیوں ہوتے ہو یہاں سے چل کر بستی میں ٹہرو کل کو میں بھی اپنے اہل و عیال
لے کر تمہارے ساتھ چلونگا اس واسطے کہ تم کو ظاہر رکھ کر پھر میں بستی
میں نہیں رہ سکتا میں نے کہا کہ مجکو یہ بات منظور نہیں کہ ہمارے رہنے سے
تمہارا نکلنا ہو مگر ان سیدرہ آدمیوں کی تدبیر بتلاؤ کہ یہ کسی طور چل نہیں
سکتے انھوں نے کہا کہ ان کو میرے پاس چھوڑ جاؤ جس طرح ہوگا اس
طرح آرام ہوتے تک ان کو رکھونگا پھر سیدرہ آدمی منصور خاں کے
پاس چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہوئے اور پہاڑ گھڑیالے کا اُتر کر بے راہ
کھیتوں کی باڑ اُکھاڑتے ہوئے آتے آتے موضع مہر علی کے پاس نکلے ا
جس میں ارباب بہرام خاں کے اہل و عیال تھے وہاں ایک آدمی ملا اُس نے
ہم لوگوں کو ہندوستانی جان کر کہا کہ تمہاری توشہ میں آج رات بھر

بڑی نگہبانی رہی کہ لُندخر کا مولوی کہیں نکل نہ جاوے ابھی دو سوار
یہاں سے گئے ہیں تم جلد نکل جاؤ اگر تم راہ راہ آتے تو کوئی نہ کوئی ضرور
ملتا مگر تم راہ چھوڑکر آئے ہو اس لئے کوئی نہ ملا غرضکہ عنایت الٰہی سے
جب وہاں سے قریب آدہ کوس کے نکل آئے تب میں نے لوگوں سے
کہا کہ اب یہاں دو چار گھڑی ٹھہر گئے اس وقت پان چھہ گھڑی رات
ہو گی قریب فجر کے ایک آدمی ادہر سو کر نکلا میں نے اس سے پوچھا کہ
تو کہاں رہتا ہے اُس نے کہا کہ شیوہ کی فلانی بستی میں میں نے اس سے
کہا کہ تو شیوہ والوں سے کہہ دینا کہ لُندخر کا مولوی جس کی تم رات کو
جو کسی کرتے تھے وہ آج سلامت نکل گیا اب آدہ کوس پر ٹھہرا ہے اگر
تم کو کچھ ہمت اور جرأت ہو تو جاؤ نہیں تو پچھتاؤ گے یہ تو ایک بات تھی
کون آتا ہے پھر اذان دے کر ہم سب نے نماز فجر کی پڑہی اور سبب اس
کا یہ تھا کہ وہاں دور تک کہیں پانی نہ تھا اور وہاں سے پہاڑ کے رستے
چلے آتے آتے پہر دن چڑھے موضع تکدرہ میں آئے اور وہاں سے آپ کو
اطلاع کی اگلے روز وہاں سے ہم چلے اور یہاں سے آپ تشریف لے گئے
رستے میں ملاقات ہوئی اور وہاں سے آپ ہم کو یہاں لائے اس طور سے
اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آپ سے ملایا انتھیٰ اور حاجی محمود خاں امپوری
کہ بیس آدمیوں کی جماعت سے واسطے تحصیل عشر کے حضرت امیر المومنین

علیہ الرحمۃ کی طرف سے موضع سُدم میں متعین تھے حال ان کی شہادت
کا یوں ہوا کہ جب انھوں نے سمہ کی بستیوں کی خبر سُنی کہ وہاں کے مفسدوں
نے ہمارے غازی بھائیوں کو شہید کیا اور یہ بھی جانا کہ یہاں کے مفسد
ہم لوگوں پر آیا چاہتے ہیں کچھ دن چڑھا تھا اسی وقت اپنے سب لوگوں کو ہتیار
بند ہوا کر اور ساتھ لے کر باہر بستی کے نکل کھڑے ہوئے اور کنارے بستی
کے جو نالہ ہے وہاں جاکر ٹھہرے اس خیال سے کہ دن کو تو کوئی ہم لوگوں کے
نزدیک آنہ سکیں گے اور اگر آوینگے تو ہم ان سے مقابلہ کرینگے اور جب رات
ہو گی پہاڑ کے رستے سے پنجتار کو چلے جاوینگے سو ایسا ہی ہوا کہ جتنے بلوائی
لوگ تھے سب دُور سے مانند کتوں کے شور و غل کرتے رہے ان کے نزدیک
کوئی نہ آسکے جب وہاں کا خان ببین خاں نام کہ سرگروہ مفسدوں کا
تھا موضع اسمٰعیلہ سے حاجی بہادر شاہ خاں کا کام تمام کرکے آیا اور
معلوم کیا کہ حاجی محمود خاں اپنے لوگوں کو لے کر یہاں سے سلامت نکل
گئے اور نالے پر ٹھہرے ہیں تب وہ ابلیس پر تلبیس اکیلا نالے پر حاجی
محمود خاں کے پاس گیا اور باتیں تسلی اور دلاسے کی کرکے [کہنے] لگا کہ تم مجھکو اپنا
دوست خیر خواہ جانتے ہو یا دشمن بد خواہ وہ سید ہے مسلمان کرو
فریب سے واقف نہ تھے کہنے لگے کہ میں تجھکو اپنا دوست خیر خواہ جانتا
ہوں اُس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آج بستی میں ہنس تھا والا یہ شور

وفساد ہرگز نہ ہونے دیتا اور اب میں آیا ہوں اور سب کو تم لوگوں کے
گروہ سے دفع کئے دیتا ہوں تم خاطر جمع رکھو اور یہیں ٹلے پر ٹھہرے
رہو آج رات کو صحیح وسالم تم سب کو بخارا میں پہنچا دونگا یہ کہہ کر
ان بلوائیوں کے پاس گیا اور اُن کو سمجھا کر بستی میں لے گیا ان کو اس
کی باتوں پر یقین کلی ہوا کہ یہ ہمارا دوست خیر خواہ ہے پھر بعد کئی گھڑی
کے حاجی صاحب موصوف کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب دن تھوڑا ہے تم
چلنے کو تیار رہو مگر میں ہی اپنی بدنامی سے ڈرتا ہوں خفیہ تم کو لیجاؤنگا
مگر ہتھیار باندھے ہوئے نہیں لیجا سکتا ہوں اس میں جو تمہاری صلاح میں
آوے تو یہ تدبیر ہے کہ تم سب ہتیار اپنے اور اپنے لوگوں کے امانت میرے
گھر رکھ دو تیسرے روز تمہارے پاس بخارا میں پہنچا دونگا لکھا
تقدیر کا کسی طرح مٹتا نہیں بہر طور پیش آتا ہے سو یہ حیلہ سازی
اور فریب بازی کی باتیں اصلا کسی کے خیال میں نہ آئیں اُس شیطان
بے ایمان کے فریب میں آکر سب نے بلا تامل اپنے اپنے ہتیار کھول کر اُس
کے حوالہ کئے وہ لے کر اپنے گھر گیا جب یہ سب خالی ہاتھ رہ گئے تب
ان بلوائیوں نے آکر ان کو گھیر لیا اور ایک ایک کو پچھاڑ کر مانند بھیڑ
بکری کے تلواروں سے ذبح کیا اور وے لوگ حاجی صاحب ممدوح کے
اکثر ہمقوم تھے چنانچہ عظیم اللہ خاں نام حاجی صاحب موصوف کا چھوٹا

بھائی تھا اُس نے وہیں ایک پٹھان کے یہاں نکاح کیا تھا سو
اُن کو انھیں کے سسر نے چھاتی پر چڑھ کر ذبح کیا انا للہ وانا الیہ راجعون
اور اسامی شہداء موضع شدم کے یہ ہیں حاجی محمود خاں اور ان کے بیٹے یوسف
خاں اور محمود خاں کے بھائی عظیم اللہ خاں رامپوری اور قاضی حمایت اللہ اور
ان کے بھتیجے برہان الدین اور عبدالوہاب اور کریم بخش حجام اور استاد
خدابخش بھکیت سنبھالی باقی کے نام یاد نہیں مگر سب پندرہ آدمی شہید
ہوئے تھے اور یہ کیفیت شہادت کی کیونکر معلوم ہوئی کہ ان میں کے دو
آدمی قدرت الٰہی ان ظالموں کے چنگل سے بھاگ کر ایک بڑھیا کے گھر میں
جا چھپے اُس نیکبخت نے رحم کھا کر اپنے گھر میں بھس کے اندر چھپا رکھے اور
اوپر ایک گدڑی ڈال دی اور رات کو سلامت نکال دیا وے راتوں رات
وہاں سے بھاگ کر پنجتار میں آئے اُن کی زبانی یہ حال معلوم ہوا انتہیٰ،
میاں خدابخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ چھتر بائی کی گڑھی میں حافظ
مصطفیٰ جھنجھانوی مولوی خیرالدین صاحب شیرکوٹی کی جگہ تھانہ دار تھے اور
تیس غازی اُن کے ہمراہ تھے اور امب کی گڑھی میں شیخ بلند بخت دیوبندی اور
سید عمر سنبھانوی سید اکبر کے چھوٹے بھائی سردار تھے اور ساٹھ ستر
آدمی ان کے ہمراہ تھے جبکہ سمہ کی بستیوں میں یہ تمام واقعہ کشت و خون
کا گذر چکا تب پائندہ خاں کہ امب کی لڑائی سے شکست کھا کر بھاگا تھا

ہوا تھا یہ حال معلوم کر کے اور اپنے تنولی لوگوں کو جابجا سے جمع کر کے
چھتر بائی اور امب پر آیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے دونوں مکان خالی کر دو اور
تم سب اپنے سید بادشاہ کے پاس پنجتار کو چلے جاؤ حافظ مصطفیٰ اور شیخ
بلند بخت اور سید عمر نے جواب دیا کہ بدون حکم حضرت امیر المومنین کے ہم کوئی
اپنی جگہ سے جنبش نہ کرینگے اگر تو لڑے گا تو ہم بھی لڑنے کو موجود ہیں آخر الامر
جب اُس نے لڑائی شروع کی تب ان تینوں صاحبوں نے حضرت امیر المومنین
کے پاس اس مضمون کی عرضی ارسال کی کہ یہاں پائندہ خاں سے ہم لوگوں کا
مقابلہ ہے وہ کہتا ہے کہ چھتر بائی اور امب کی گڑھی کو خالی کر دو اور ہم کہتے ہیں
کہ بدون حکم حضرت امیر المومنین کے ہم ہرگز خالی نہ کرینگے اب جو کچھ آپ ارشاد
فرماویں وہ ہم سب عمل میں لاویں فقط اس کے جواب میں حضرت امیر المومنین نے
ان کو لکھا کہ ابھی تم سب وہیں اپنی اپنی جگہ قیام رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار
ہے اب چند روز میں ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے ہجرت کر کے اسی طرف کو
آوینگے اور اگر کسی طرف کو جاوینگے تو تم سب کو بلا لینگے فقط اور ایک خط
ستھانے میں سید اکبر کو آپ نے اس مضمون کا لکھ کر بھیجا کہ ان دنوں ہم پنجتار
سے ہجرت کرنے کی تیاری میں مصروف ہیں اور پائندہ خاں نے چھتر بائی اور
امب پر چڑھائی کی ہے سو تم حتی الامکان ہمارے غازیوں کو تاکید کرتے
رہنا کہ اس ملک کے مفسد پائندہ خاں سے ملنے نہ پاویں انتہیٰ پھر اُدھر چھتر بائی

اور ادھر پنجتار میں حضرت (بڑھتے) اور ادم میں وہ لوگ پائندہ خاں سے لڑتے رہے
امیر المومنین علیہ الرحمۃ ہجرت کی تدبیر کرنے لگے انتہیٰ مولوی خیر الدین صاحب
شیر کوٹی کہتے ہیں کہ جب میں موضع پڑانغار سے مع الخیر پنجتار میں آیا تو
معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین کا ارادہ یہاں سے ہجرت کا ہے اور اکثر
لوگ لشکر کے اس ارادہ سے مانع ہیں مگر حضرت کسی کا کہنا نہیں مانتے
ہیں میرے خیال میں آیا کہ اس کا سبب کیا ہے جو حضرت علیہ الرحمۃ کسی
کا کہنا نہیں مانتے ہیں پھر ایک روز میں نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی
خدمت فیضدرجت میں عرض کی کہ کچھ تنہائی میں گذارش کرنی ہے یہ بات
سن کر آپ مسجد کے اندر ہو بیٹھے اور اُس وقت شیخ ولی محمد صاحب پھلتی
بھی حاضر تھے میں نے عرض کی کہ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کی نیت میں
یہ بات ہے کہ کسی طور ہم جہاد بطریق سنت کے کریں یعنی جیسے حضرت
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے
وقت میں اس زمان برکت نشان کے لوگ امام کے حکم پر کمریں باندھ
کر کفار اشرار سے لڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو فتحیاب کرتا تھا اسی طور
للٰہی لوگ جمع ہو کر میرے ساتھ جہاد کریں اور اسی نیت خالص سے آپ
ہندوستان کے اکثر شہروں میں اور یہاں یوسف زئیوں کی بستیوں
میں وعظ و نصیحت کرتے پھرے اور ہندوستان سے یہاں تک لاکھوں

آدمیوں نے آپ کے ہاتھ بیعت ہدایت اور بیعت جہاد اور بیعت امامت
کی اور آپ کے خیال مبارک میں یہ بات آئی کہ اگر ان لاکھوں آدمیوں سے
ہزاروں بھی جمع ہو جاوینگے تو جہاد موافق طریق سنت نبویہ کے باخوبی ہوگا
اور اسی واسطے نوکر رکھنے سے آپ کو ہمیشہ سے نفرت رہی اور اگر کبھی کسی
کے کہنے اور سمجھانے سے کچھ لوگ نوکر رکھے بھی سو پھر کسی حیلے بہانے سے
بعد چند روز کے موقوف کر دئے سو غرض میری اس عرض سے یہ ہے کہ
اب بھی آپ کو یہ اُمید باقی ہے کہ بدون نوکر رکھے اس زمانہ میں جہاد ہو
سکے گا اور ان لاکھوں میں سے جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور
وعدہ محکم حاضر ہونے کا بر وقت قائم ہونے جہاد کے کیا تھا کہاں گئے
سو اسی واسطے سابق میں بھی یہی عرض تھی اور اب بھی ہے کہ یہ زمانہ جہاد
کرنے کا بطور سنت کے نہیں ہے یہ تمام گفتگو فراز و نشیب کی سُن کر آپ
نے فرمایا کہ تم ظاہر کارخانہ دنیا کا دیکھ کر موافق اپنی فہم کے اچھا کہتے ہو
مگر میرا مدعائے دلی یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے اس امر میں اول سے آج تک
بہر طور سعی و کوشش کرتا رہا اور انشاء اللہ تعالیٰ جبتک زندگی باقی ہے
اسی کوشش میں رہونگا اور کسی کے اقرار کرنے اور حاضر ہونے سے کچھ
غرض نہیں اور نہ کچھ فتح و شکست سے کام یہ بات اللہ تعالیٰ کے
اختیار میں ہے چاہے اپنے دین اسلام کو چُست کرے اور چاہے سُست
کرے مگر میں اس کا بندہ فرماں بردار ہوں اگر یا تن تنہا رہ جاونگا

تو یہی اس کام میں اپنی جان صرف کرونگا یہ جواب شکست سن کر پھر
میں نے اس امر میں کچھ کلام نہ کیا مگر یہ عرض کی کہ آپ جو ہجرت کی
تیاری کرتے ہیں اور کہیں تشریف لیجاویں اور وہاں کچھ کام جہاد کا
بناویں سو میری رائے ناقص میں یوں آتا ہے کہ یہاں سے اُٹھنا کسی
حال میں آپ کو مناسب نہیں ہے اگر آپ دوسرے ملک میں جاوینگے تو
پھر ایک مدت مدیدا ورعرصہ بعید چاہئے کہ وہاں کے لوگوں کو وعظ ونصائح
کر کے ان کی خصلت اور عادت سے واقف ہونگے پھر دیکھا چاہئے کہ وے
لوگ کس قسم کے ہوں آپ کے وہاں ٹھہرنے سے راضی ہوں یا نہ ہوں اس
سے تو یہیں کا رہنا مناسب ہے کیونکہ یہاں کے آدمی برے ہوتے ہیں اور
ان میں جو مخلص ومطیع اور باغی ومنافق تھے وے کھل گئے جو یہاں
معاملہ جہاد کا ہے گا اس کو دوسری جگہ ایک مدت دراز چاہئے آپ نے
فرمایا کہ یہ بات تم سچ کہتے ہو مگر یہاں قیام کرنے کی کوئی صورت نظر
نہیں آتی کیونکہ مخلص لوگ تو تھوڑے ہیں اور مفسد بہت ہیں اب اُن سے
اُمید ہدایت اور صلاحیت کی نہیں رہی اور ایک بار اُن سے دغا کھا کر
پھر ان میں رہنا یہ بات دینداری اور ہوشیاری سے بعید ہے حضرت
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لا یلدغ المؤمن من جحر واحد
مرتین" اور سوا اس کے یہاں کا فتح خاں کے جس کے مکان میں بیٹھے

ہیں اس کی طرف سے بھی ہم کو اعتماد جاتا رہا اگر تمام لوگ مخالف
ہوتے تو کچھ پروا نہ تھی فقط یہ ہمارے بیٹھنے سے راضی ہوتا تو بھی یہاں
رہنے کی صورت تھی اب یہاں کے لوگوں سے مجکو ایسی نفرت ہوگئی ہے
جیسے آدمی کو اپنی قے سے کہ پھر اس کو کسی طرح کھا نہیں سکتا یہاں
سے ہجرت ہی کرنی خوب ہے میں نے عرض کی کہ یہ امر اپنے اختیار
سے باہر ہے ہم فرماں بردار ہیں آپ جس طرف کو چلینگے ہم لوگ بلا عذر
آپکے ہمراہ رکاب ہیں انتہی! میاں خدا بخش رامپوری اور میاں حسینی
سہارنپوری اور محمد امیر خاں قصوری وغیرہم کہتے ہیں کہ پھر بعد چند
روز کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا عزم مصمم طرف ملک پکھلی بنبہ
کے مقرر ہوا اور سبب اس طرف جانے کا یہ تھا کہ چار سردار نامی
باعث اس امر کے تھے ایک سلطان زبردست خاں ملک پکھلی بنبیہ
کی قوم کا سردار کہ ایک مدت سے اُس کی درخواست یہ تھی کہ حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ میرے یہاں تشریف لاویں اور سکھوں
سے جہاد کریں میں انصار ہونگا اور اپنی قوم سے شراکت کرونگا
اور اس امر میں عرضیاں اُس کی حضرت کے پاس آئیں بلکہ ایک وکیل اُس

کا راجہ پارس نام بڑا دینیدار کئی سال سے واسطے اسی امر کے حضرت کے پاس پنجتار
میں حاضر تھا اور دوسرا ناصر خاں قوم سواتیوں کا سردار اور وہ بھی کئی سال سے واسطے
اسی امر کے خود حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر تھا اور تیسرا حبیب اللہ
خاں بیٹا سعادت خاں کا خیل سردار علاقہ پکھلی کا اس کی بھی عرضیاں اسی امر میں
کئی سال سے حضرت کے پاس آتی تھیں اور آدمی بھی آتے جاتے رہتے تھے اور
چوتھا سردار ملک اگرور کا خان عبدالغفور خاں کہ بھائی اس کا کمال خاں واسطے
اسی امر کے کئی سال سے حضرت علیہ الرحمۃ کی رفاقت میں حاضر تھا آخر الامر جب حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی خبر ہجرت کی پنجتار سے طرف پکھلی نیہ مشہور ہوئی اور
علمائے ربانین اور سادات مخلصین اور خوانین معتقدین اس ملک کے وہاں حاضر
تھے سب کو اس امر سے بڑا رنج ہوا اور یہ خبر سن کر اس اطراف و نواح کے جو حضرت
کے دوست مخلص اور یار معتقد حاضر تھے وہ بھی آنے لگے اور حضرت کو سمجھانے لگے کہ کسی
طور آپ یہاں سے نہ جاویں چنانچہ ایک روز سردار فتح خاں کی قوم کے لوگ جو اس اطراف
کی بستیوں میں رہتے تھے جمع ہو کر پنجتار میں آئے اور فتح خاں کو ساتھ لے کر حضرت
کے پاس حاضر ہوئے اس وقت عصر اور مغرب کا درمیان تھا حضرت مسجد میں بیٹھے تھے
فتح خاں نے حضرت سے عرض کی کہ یہ لوگ میری قوم کے آئے ہیں اور کچھ آپ سے
عرض کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا کہ اچھا بیان کرو یہ بھائی کیا کہتے ہیں خان
موصوف نے کہا کہ یہ سب صاحب عرض کرتے ہیں کہ آپ یہاں سے کہیں تشریف

نہ لیجاویں ہم سب آپ کے جان نثار فرماں بردار ہیں ہم سے آج تک آپ کی خدمت میں گستاخی اور بے ادبی نہیں ہوئی آپ نے فرمایا یہ بھائی سچ کہتے ہیں آج تک انھوں سے کوئی قصور صادر نہیں ہوا ہم اُن سے راضی ہیں ان پر حکم بغاوت کا نہیں کرتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ سید بادشاہ یہاں سے نہ جاویں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیوے بات یہ ہے کہ اگر یہ لوگ حاضر ین اور تمام لوگ ملک سمہ اور سوات بنیر وغیرہ کے یہ کہیں کہ تم یہاں سے نہ جاؤ اور اکیلے تم کہو کہ جاؤ تو میں یہاں سے چلا جاؤنگا اور جو تمام لوگ کہیں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور تم اکیلے کہو کہ نہ جاؤ تو میں ہرگز نہیں جانے کا اور اگر اس بات کے کہنے سے تم کو کسی کا کچھ لحاظ ہو تو خلاصہ اپنے حال کا چپکے سے میرے کان میں کہہ دو یہ فرما کر آپ نے فتح خاں کو اپنے پاس بٹھا کر اپنا کان خان موصوف کے منہ کے پاس کیا بہت دیر تک کچھ باتیں فتح خاں کرتا رہا اور حضرت آپ بھی اُس کے کان میں کچھ باتیں کرتے رہے اور ہم لوگ تمام دُور سے دیکھتے رہے مگر کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کیا باتیں تھیں پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ فتح خاں سے باتیں کر چکے تب خان موصوف کی قوم کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ بھائیو ہم تم سے راضی ہیں حکم بغاوت کا تم پر نہیں لگاتے اور ہم جو یہاں سے جاتے ہیں تو کسی مصلحت سے جاتے ہیں اور ہم تمہارے فتح خاں کو اپنا خلیفہ کرکے جاوینگے جو کچھ تم سب ہم کو غلہ عشر کا دیتے تھے اب ان کو دیا کرنا اور جو احکام

شریعت کے فتح خاں تم کو تعلیم کریں ان کو قبول کرنا اوران سے کسی امر میں تفاوت نہ کرنا اور جو لوگ ہندوستان کے اس طرف ہوکر کبھی آویں تو ان کی خاطرداری کرنا کسی طرح کا ان کو رنج دینا اسی طرح یا خوبی تہمائش کرکے آپ نے ان کو رخصت کیا پھر ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے سردار فتح خاں کو بلا کر فرمایا کہ ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم یہاں سے جھنڈی یوکی اوبینٹی لوٹیئی اور کھتیل میں ہوکر جاویں سو تم ان بستیوں کے خوانین کو کہلا بھیجو کہ ہم اس رستے ہوکر جاویں تو کوئی ہم سے کسی طور معترض نہ کرے اور اس رستے سے جانے میں یہ غرض تھی کہ رستہ برابر ہے تو ہیں بآسانی چلی جاوینگی پھر فتح خاں نے ان بستیوں کے خانوں کو کہلا بھیجا اور انھیں بستیوں کے خانوں نے غازیوں کو شہید کیا تھا یہ بات سن کر ان کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اس بہانے سے آکر اپنے غازیوں کا ہم سے عوض لیں اُنھوں نے صاف جواب دیا کہ ہماری طرف ہوکر نہ آویں ہم کو یہ منظور نہیں ہے یہ حال فتح خاں نے آکر حضرت سے عرض کیا کہ ان بستیوں کے خان نہیں منظور کرتے ہیں کہ آپ اُدہر سے تشریف لیجاویں آپ نے فرمایا کہ نہیں مانتے تو نہیں سہی کوئی رستہ تجویز کرو کہ اس طرف کے لوگوں کو ہماری طرف سے کچھ دغدغہ اور اندیشہ نہ ہو ہم کو تو رستے رستے چلے جانا ہے کسی سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرنی منظور نہیں یہ بات سن کر فتح خاں نے کچھ دیر سوچ کر عرض کی کہ ایک رستہ تو ہے مگر سخت

دشوار ہے اس رستے سے تو ہیں نہ جا سکینگی وہ یہ ہے کہ آپ یہاں سے
موضع کنگلئی اور تھیس ڈھیری میں ہوکر ہوان کے پار بیر خیز میں اور موضع
کرنالی میں جا کر اتریں وہاں سے کابل گرام ایک منزل ہے اُس کے نیچے
دریائے اباسین اُترنا ہو گا آپ نے فرمایا کہ ہم کو منظور ہے ہم اسی طرف
ہوکر جاوینگے پھر وہی رستہ واسطے جانے کے مقرر ہوا پھر ایک روز حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ نماز عصر کی پڑھ کر مسجد میں بیٹھے تھے اور سردار فتح
خاں بھی اُس وقت حاضر تھا حضرت نے اپنا کرتا اپنے ہاتھ سے خان محمود
کو پہنایا اور اپنا عمامہ سر پر ان کے باندھا اور خلافت نامہ لکھوا کر دیا اور
اپنا خلیفہ کیا اور ایک روز جمعہ کی شام کو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آج
جمعہ کے خطبہ میں جب امام نے آیت وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہٖ
پڑھی جناب الٰہی سے مجکو الہام ہوا کہ حق جہاد کا یہی ہے جو تو کرتا ہے ۱۱

حکایت ارباب بہرام خاں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے نزدیک بڑے
معزز شخص تھے اور حضرت کے بڑے مخلص بے ریا اور معتقد صادق تھے اپنا
تمام مال و اسباب گھوڑے ٹٹو ہتیار وغیرہ اول ہی واسطے جہاد فی سبیل اللہ
کے حضرت کے حوالے کر دیا تھا اور لشکر میں جس قدر اور غازیوں کو ملتا
تھا اسی قدر ان کو بھی ملتا تھا اُس میں اپنی گذران کرتے تھے جب اہل و
عیال ان کے موضع شیوہ سے پنجتار میں آگئے اس کا مفصل حال آگے

لکھا گیا ہے اور حضرت نے پنجتار سے تیاری ہجرت کی کی اور ارباب ممدوح
کی ایک بیوی اور ایک بیٹی تھی اور پانچ بیٹے ان میں دو بیٹے جوان تھے اور
تین چھوٹے نابالغ نام ان کے یاد نہیں اور محمد خاں نام ایک ان کا بھتیجا
تھا ایک روز انھوں نے سب سے بطور نصیحت کے کہا کہ حضرت امیر المومنین
اب یہاں سے ہجرت کرنے والے ہیں دیکھا چاہیئے کہاں جا کر ٹھہریں اور میں ان کے
ہمراہ رکاب ہوں تم سب کو میری طرف سے اجازت ہے کہ تم میرے بھائی
جمعہ خاں کے پاس موضع مینجی کو چلے جاؤ میرے ساتھ تکلیف سفر کی کیوں
اٹھاؤ گے بیوی اور بیٹوں نے کہا کہ تم کو یہاں اکیلا چھوڑ کر مینجی میں جا کر
کیا کریں ہم بھی تمہارے ہمراہ رہینگے جو تمہارا حال وہی ہمارا حال یہ سن کر ارباب
ممدوح نے کہا کہ اگر یہ تمہاری نیت ہے تو رہو اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر
دیوے انتہیٰ، پھر بعد کئی روز کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے تیاری ہجرت کرنی
شروع کی اور اپنے لشکر ظفر پیکر کے غازیوں کو جماعت جماعت اور
بہیلے بہیلے میں کہلا بھیجا کہ جو اسباب ضرورت سے زائد ہو اس کو جلد دو
چار دن کے اندر بیچ ڈالیں یا کسی کو للہ فی اللہ حوالہ کر دیں اور تیاری سفر کی
کریں اور کئی آدمی ملکی طرف موضع کنگلئی وغیرہ کے واسطے رستہ صاف
کرنے کے روانہ کئے اور ان دنوں بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ اور کئی غازیوں کی

بیویاں منگل تھانے میں تھیں آپ نے عبدالقیوم صاحب سے کہہ دیا کہ تم منگل تھانے میں چل کر ٹھہرو ہم ادہر سے موضع بزڈہری کی طرف چلینگے جس منزل سے تمہارے پاس آدمی بھیجیں وہاں ہم سے آکر ملنا جب میاں عبدالقیوم کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے خادم ہیں وہاں گئے تھے اُس کے چوتھے یا پانچویں روز حضرت نے اُن کی جگہ محمد خیاط لکھنوی کو کہ وہ حضرت کا لباس بھی سیا کرتے تھے بھیجا اور میاں عبدالقیوم ممدوح کو اپنے پاس بلا لیا اور موضع ڈگاری میں شیخ حسن علی صاحب اور اُن کے بھائی عبدالرحمن اور عبدالعزیز اور اُن کے بھتیجے عبدالقادر وغیرہ تھے اور سید موسیٰ سید احمد علی صاحب مرحوم ومغفور کے بیٹے جو مایار کی لڑائی میں زخمی ہوئے تھے وہ بھی وہیں تھے ان کو کہلا بھیجا کہ فلانے روز ہم وہاں سے کوچ کرینگے تم موضع کنگلی میں آکر ہم سے ملنا اور موضع ام میں حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے شیخ بلند بخت دیبنی امیر تھے اور ان کے زیر حکم سید عمر چھوٹے بھائی سید اکبر ستھانوی تھے اور موضع چیتر بائی میں مولوی خیرالدین صاحب شیرکوٹی کی جگہ حافظ مصطفےٰ صاحب کاندہلوی امیر تھے ان سب صاحبوں کو حضرت نے ایک آدمی کے ہاتھ خط بھیجا کہ فلانی تاریخ اور فلانے روز ہم پنجتار سے کوچ کرینگے اور موضع بزڈہیری میں چل کر ٹھہرینگے تم اُدہر سے آکر وہیں ہم سے ملنا اور تختہ بند

کے سید میاں اور نواگئی کے سید رسول اور کوئی کا سید میر آخوند
زادہ اور ٹوپئی کا بہاءالدین آخوند زادہ اور منگل تھانہ کے سید ا
ضامن شاہ سوات کے اور مخلص اور معتقد حضرت کے وہ سب ان دنوں
پنجتار ہی میں حضرت کے پاس حاضر تھے پھر جب سب درستی سفر کی
ہو چکی تب ایک روز آپ نے پنجتار سے کوچ فرمایا اور دو ضرب توپ
جو ماہیار کی لڑائی سے آئی تھیں وہ دو اونٹوں پر لادی گئیں اور
اس کے پہیے اور اونٹوں پر لادے گئے اور جو مکان پنجتار میں
غازیوں نے بنائے تھے وہ سب بدستور سلامت چھوڑ دئے بلکہ بعضوں
نے ارادہ کیا کہ ان کو جلا دیویں حضرت علیہ الرحمۃ کو خبر ہوئی آپ نے
ان کو اس حرکت سے منع کیا اور فرمایا کہ اس کے جلانے اور اکھاڑنے سے
کیا فائدہ اگر یہ گھر بنے رہینگے تو اور مسلمانوں کے کام آوینگے وہ
اس میں آرام پاوینگے تم کو ثواب ہوگا پھر کسی نے یہ حرکت نہ کی پھر
اس روز پنجتار سے کوچ کر کے سات کوس موضع کنگلئی ہے وہاں
جاکر رہے اور وہیں سید موسیٰ صاحب کو لے کر اپنے لوگوں سمیت
شیخ حسن علی صاحب بھی جاکر ملے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے توپوں
کو اپنے ساتھ لیجانا مناسب نہ جانا اور دوسرے یہ عذر تھا کہ پہاڑوں

کے رستے میں توپوں کا جانا دُشوار تھا سو چند آدمیوں سے فرمایا کہ آج رات کو دونوں توپیں کہیں موقع سے دفن کر دو ساتھ لیجانا کچھ حاجت نہیں پھر جب رات ہوگئی تب ان لوگوں نے کسی جگہ زمین کھود کر دفن کر دیا اور ایک روز وہاں مقام کیا اور سید موسیٰ صاحب کی طبیعت بسبب درد زخموں کے بہت ناساز تھی اس لئے شیخ حسن علی صاحب کو ان کے لوگوں سمیت موضع کنگلئی میں سید موسیٰ صاحب کے پاس چھوڑا کر تم یہیں ان کی خدمت میں رہو جب یہ اچھے ہو جاویں تب ہم کو خط لکھ کر بھیجنا پھر جیسا ہم تم کو اس کے جواب میں لکھیں ویسا عمل میں لانا اور جو اسباب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا ڈکہاڑ سے شیخ حسن علی صاحب لائے تھے اس میں کئی دو حلیتے تھے اور ان کے دو پائجامہ اور دو ٹوپ ان میں ایک چھوٹا تھا اس کا وزن نہیں معلوم اور ایک بڑا تھا مع پائجامہ اور ٹوپ وزن میں ساڑھے سولہ سیر کا اور جو گی کا وہ حلیتہ مشہور تھا کئی سو روپے اس کی تیاری میں صرف ہوئے تھے اور وہ دونوں حلیتہ شیخ غلام علی صاحب الہ آباد سے بنوا کر تکیہ شریف میں واسطے نذر حضرت علیہ الرحمۃ کے لائے تھے انتہیٰ اور کئی خیمہ اور کئی قناتیں تھے اور کئی دیگیں اور کئی لگنیں اور کئی بندوقیں اور تلواریں تھیں یہ سب اسباب مذکور حضرت علیہ الرحمۃ نے نواگئی کے سید رسول صاحب کو سپرد کیا کہ اس کو اپنے پاس امانت رہنے دو جب ہم چاہینگے منگوا لینگے اور وہیں سے ان کو رخصت

کیا وہ سب اسباب لے کر نواگئی کو روانہ ہوئے پھر تیسرے روز جب
کنگلئی سے کوچ ہوا تب حضرت نے ایک آدمی تنگل تھانہ میں محمد کے بلانے
کو روانہ کیا وہ سب کو لے کر رستے میں حضرت سے آملے اور اسی روز
ایک یہ بات ہوئی کہ سب لوگ لشکر کے چلے جاتے تھے اسی اثنا میں ارباب بہرام
خاں کی بیوی اور بیٹی گھوڑے پر سوار آئیں سب غازی مُنہ پھیر کے کھڑے
ہوگئے ارباب موصوف نے کہا کہ بھائیو منہ پھیر کر کیوں کھڑے ہو انھوں نے
کہا کہ آپ کی مستورات کو دیکھ کر انھوں نے کہا بھائیو میری کیا)
حقیقت اور کون سی عزت ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی)
بیویاں لشکر مجاہدین میں رہی ہیں اور یہ پانوں میں پائتابہ اور
ہاتھوں میں دستانہ پہنے اور سر سے پاؤں تک کپڑا اوڑھے ہیں اسی
کا نام پردہ ہے اور تم سب بھائی جانتے ہو کہ ان میں ایک بہرام
خاں کی بیوی ہے اور ایک بیٹی اس میں کون سی شرم اور حقارت کی بات
ہے بعد اس کے ارباب بہرام خاں صاحب نے نظام الدین اولیا سے کہا کہ
میں نے لشکر میں بعضے بھائیوں سے سُنا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا
ہے کہ جو شخص میرے ہاتھ پر بیعت کریگا وہ آخرت میں ہر ایک بلا سے
محفوظ رہیگا اُنھوں نے کہا ہاں ہم نے بھی سُنا ہے مگر آج مقام پر
تمہارے روبرو پھر حضرت سے پوچھ لینگے پھر اس روز چل کر

نگری میں مقام ہوا وہ دونوں صاحب اور کئی آدمی اور اسی طرح کمریں
باندہے ہوئے حضرت امیرالمومنین کے پاس گئے آپ نے فرمایا اپنے اپنے
ڈیرے میں جاکر کمر کھولو نظام الدین اولیا نے کہا کہ ایک بات پوچھنی ہے وہ
یہ ہے کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جو کوئی میرے ہاتھ پر بیعت کریگا
سو وہ آخرت میں نجات پاویگا آپ نے فرمایا کہ ہاں سچ ہے بلکہ جو کوئی
تمہارے ہاتھ پر بیعت کریگا اس کا بھی یہی حال ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ اس
واسطے کہ بیعت کرنی تو اگلے پچھلے گناہوں سے توبہ کرنے کا نام ہے جب
ایک شخص نے باخلاص دل کے گناہوں سے توبہ کی اور پھر آئندہ کو گناہ
کرنے سے باز رہا تو بیشک وہ بیعت اس کی مغفرت کے واسطے کافی ہوگی
مگر جو تم پوچھتے ہو شاید تم کو یہ شک پڑا ہے کہ درانیوں اور افغانوں وغیرہ
نے بارہا توبہ اور بیعت کی ہے ان کو کیونکر کافی نہ ہوگی سو اس کا جواب یہ
ہے کہ بیعت میں توبہ سچے دل کے قبول ہوتی ہے اور ان کی توبہ دلی نہ تھی اس
لئے وہ توبہ کافی نہ ہوگی انتہی پھر اس کے اگلے روز نگری سے کوچ کرکے
کھیس ڈہیری میں جا مقام کیا اور وہیں امب اور چھتر بائی کے تمام غازی آکر
ملے اور یہاں چھ یا سات مقام ہوئے اب یہاں کچھ تھوڑا سا،

حال چھوٹے موضع امب اور چھتر بائی کا بیان ہوتا

ہے، میاں خدابخش صاحب جہا جبر بانی پتی سلمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں

کہ موضع ام کی گڑھی میں ہم سب لوگ مرد اور عورتیں اور لڑکے ملا کر قریب دو سو کے ہونگے انھیں میں غازی ہندوستانی اور ولایتی تھے اور کچھ قوم سواتی وغیرہ کے بھی تھے اور شیخ بلند بخت دیبنی حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے ہیت امیر تھے اور ان کے نائب سید عمر ستھانوی سید اکبر صاحب کے چھوٹے بھائی تھے اور اس گڑھی کے چھ برج تھے تین برج شرقی اور تین برج غربی، ایک برج شرقی میں جو پائندہ خاں کا برج کہلاتا تھا اس میں میرا امام علی پوربی کا بندوبست تھا اور ان کے ساتھ اسی آدمی ملک ہزارہ کے نوکر تھے اور دوسرے برج شرقی میں سولہ آدمی گنگر کے رہنے والے قوم سواتی تھے اور صالح محمد نام ان میں ایک جمعدار تھا اور تیسرے برج شرقی میں موضع دیگری والے کے ملکی لوگ تھے اور موضع خان اسی نواح کی کئی بستیوں کا سردار تھا اور حضرت علیہ الرحمۃ کا بڑا مخلص اور معتقد تھا اور قوم کا اماز ئی تھا اور اسی برج کے مقابل جو برج غربی تھا اس میں بھی موضع خان کے ملکی لوگ تھے اور دو برجوں غربی میں سید اکبر صاحب ستھانوی کے لوگ تھے اور جو لوگ گیارہ آدمی ہندوستانی تھے ان کا گڑھی کے دروازے پر بندوبست تھا اور گڑھی کے گرد جو سنگر تھا اس میں بھی انھیں ہندوستانیوں کا انتظام تھا اور مجکو غلہ تقسیم کرنے کی خدمت تھی اور غازیوں کو بارود بھی میرے ہاتھ سے ملتی تھی اور گولیاں کبھی میں بانٹتا تھا اور کبھی

میرے ہمنام الٰہی بخش رام پوری جواب ہمارے آقائے نامدار دولت مدار دام اقبالہ کے توشکخانہ کے داروغہ ہیں تقسیم کرتے تھے پھر جب ملک سمہ کے مفسدوں نے بلوا کر کے اپنی اپنی بستیوں کے غازیوں کو قتل کیا اس کے کئی روز کے بعد ایک مخبر نے شیخ بلند بخت کو آکر خبر دی کہ موضع کہیل بائی کے گھاٹ پائندہ خاں کا لشکر جالے پانده کرا با سین اُترتا ہے اور گھاٹ پر کئی بستیوں کے لوگ اُن کے شریک ہو گئے چنانچہ بلوچوں کی گڑھی میں دین محمد ایک غازی سید بادشاہ کی طرف سے تحصیل عشر پر متعین تھا بستی والوں کے لشکر کی اُتاری کا وہ بھی تماشا دیکھ رہا تھا ایک بستی والے نے آکر پیچھے سے برچھی ماری وہ اسی وقت فوت ہو گیا یہ خبر وحشت اثر سن کر شیخ بلند بخت کو بڑی تشویش ہوئی اور جانا کہ یہ لشکر وہاں سے آکر ضرور ہماری گڑھی کا محاصرہ کریگا اُسی وقت گڑھی کے سب لوگوں کو حکم دیا کہ موضع ام ویران پڑا ہے سب لوگ جلد جاویں اور جو مکانوں میں لکڑیاں لگی ہوں کھود لاویں اور گڑھی میں جمع کر دیں خدا نا خواستہ جو لشکر پائندہ خاں کا یہاں آجاویگا تو پھر گڑھی سے باہر نکلنا دشوار ہوگا یہ حکم سن کر سب ام کے گھروں سے لکڑیاں کھود لائے اور گڑھی میں جمع کر دیں پھر شیخ صاحب ممدوح

نے مجھ سے فرمایا کہ جس بھائی کے پاس گولی بارود نہ ہو اُس کو دے دو
میں نے موافق حکم کے گولی بارود لوگوں کو تقسیم کر دی پھر شیخ صاحب
موصوف نے جہاں جہاں مناسب جانا وہاں لوگوں کے پہرے لگا دئے اور
چار ضرب توپ تھیں ان میں سے دو توپوں کا مُنہ قطب کی طرف
پھروا دیا اُدہر لشکر کی آمد کا خوف تھا اور ایک توپ کا منہ طرف
مشرق کے تھا اور ایک کا طرف جنوب کے اور ان کے دونوں طرف دریا
اباسین ایک گولے کی زد پر واقع ہے ان دونوں کے منہ بدستور جدھر تھے
اُدہر ہی رہنے دئے پھر اسی روز قبل وقت عصر کے جانب شمال سے سوار
پاینده خاں کے نظر آنے لگے ہم سب لوگ تیار اور ہوشیار ہو گئے اور
گولہ انداز توپوں کو تیار کر کے کھڑے ہو گئے پھر جب آتے آتے اُدہر ایک
نالے کی توپ کی زد پر آئے تب اُدہر سے توپ سر ہوئی وہ سب
نالے کے اندر چھپ کر کھڑے ہوئے پھر ان کے کچھ پیادے وہاں سے
آگے بڑہے اِدہر سے ایک اور توپ سر ہوئی قریب ان کے دامن کوہ
میں ایک ٹیلہ تھا وہ سب پیادے اس کی آڑ میں پناہ پکڑ کر کھڑے
ہوئے شام تک ہماری طرف کے گولہ اندازوں اور بندوقچیوں
نے ادہر سے کسی کو آگے نہ بڑہنے دیا پھر جب رات ہوئی تب ان

سواروں پیادوں نے بستی کو آکر پکڑا اور کچھ سوار و پیادے ان کے جو
پیچھے سے آئے تھے وہ اسی نالے میں تھے پھر ادہر تمام رات ہم لوگ چوکی پہرے
سے چوکس اور ہوشیار رہے پھر سورج نکلے دو تین گھڑی دن چڑہے یکبارگی
شور و غل کرتے ہوئے انھوں نے ہلہ کیا اور سنگر کے قریب آپہنچے ادہر سے
گڑہی والوں نے توپیں اور بندوقیں مارنی شروع کیں یہاں تک کہ پسپا ہوکر
پھر وہ بستی میں لوٹ گئے اور تمام دن وہیں رہے جب رات ہوئی تب
ایک آدمی نے اُن کے آکر گڑہی کے پورب طرف سنگر میں آگ لگادی
اور سنگر جلنے لگا ادہر سے ہمارے لوگوں نے دوڑ کر وہ آگ بجھائی اور
تمام رات سب لوگ ہوشیار اور بیدار رہے اور سنگر آگے پیچھے تین تھے
پھر اس کے اگلے روز کئی سو گھڑے پانی سے بھر کر سنگر کے کنارے دہر دئے
اور بیس بیس قدم کے فاصلے سے ایک ایک آدمی متعین کر دیا کہ جب کوئی
مخالف کہیں سنگر میں آگ لگاوے تو وہ اسی وقت بجھا دے پھر
پندرہ بیس روز تک اُنھوں نے بہتیری تدبیریں کیں کہ سنگر میں آگ
لگادیں مگر عنایت الٰہی سے کسی روز ان کا قابو نہ پڑا اور تنولی لوگ
اُس مُلک میں ایسے چور بانی کار مشہور ہیں کہ سکھوں کی بڑی بڑی
گڑہیوں میں گھس کر اسباب چُرالاتے تھے اور ان کو کوئی نہیں پاتا تھا
اور ہماری گڑہی نہ ایسی بہت بلند تھی اور نہ مضبوط اور نہ لڑنے کا

بڑا سامان صرف ہیبت الٰہی سے ان لوگوں کی جراءت نہ پڑتی تھی کہ گڑھی
میں آسکیں اور اباسین کے پار کنارے پر کوس کوس کے فاصلے کئی ،
گڑھیاں سکھوں کی تھیں چنانچہ ایک گڑھی ان کی کر پلی کی ہماری گڑھی
کے مقابلہ میں تھی ایک روز اُس گڑھی کے سکھ نے دریا کے کنارے سے
ہم لوگوں کو پکار کر کہا کہ تمہاری گڑھی میں جو کوئی معتبر آدمی ہو وہ کنارے
دریا کے آوے تو ہم اس سے کچھ بات کہیں اور ادہر ہم لوگوں سے اور
تولیوں سے بندوق چل رہی تھی پھر شیخ بلند بخت صاحب نے تین
آدمیوں کو تجویز کیا کہ دریا پر پہنچیں ایک تو حسن خاں کو جو رہنے والے
زمانہ کے تھے اور ایک مجکو اور ایک اور غازی کو نام اس کا یاد ا
ہیں پھر ہم تینوں آدمی چلے ایک نوجوان سوانی بسبب جاڑے کے
دھوپ میں اندر سنگر کے بیٹھا تھا پھر جب ہم اباسین کے کنارے
جا کر کھڑے ہوئے تب اس پار سے اس پکارنے والے سکھ نے کہا
کہ غازیو سپاہی کی قدر سپاہی خوب جانتا ہے میں تمہاری لڑائی تولیوں
سے دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ تم خلیفہ صاحب کے لوگ بڑے بہادر ہو اور
اور سپاہی چاہئے اسی طرح بہت سی تعریف کر کے اُس نے آخر کو کہا کہ
مجکو تمہاری خیر خواہی منظور ہے سو میں اب اپنا آدمی ایک خط دے کر تمہارے
پاس بھیجتا ہوں اور کچھ پیغام زبانی بھی اس سے کہہ دونگا سو تم

دونوں کا جواب سمجھ بوجھ کر میرے آدمی کی زبانی کہلا بھیجا پھر وہ ،
آدمی شتابی سوار ہو کر اس پار ہمارے پاس آیا اور ہم سے کہا کہ مجکو اپنے
سردار کے پاس لے چلو میں خط بھی دوں اور پیغام زبانی بھی اُن سے ،
کہوں پھر ہم تینوں آدمی اس کو ساتھ لے کر چلے سنگر میں آئے دیکھا
تو اس نوجوان سوانی کے سر میں گولی لگی اور وہ بیہوش تڑپ رہا ہے
پھر وہ اسی روز رات کو مر گیا اور یہ پہلا آدمی ہماری طرف مارا گیا تھا
پھر ہم اس آدمی کو شیخ بلند بخت صاحب کے پاس لے گئے اسنے وہ خط
دیا وہ کھولا گیا خط اس کا ہندی تھا اور مہر اس میں ہری سنگھ سکھ کے
نام کی تھی وہاں کوئی اس وقت ہندی پڑھنے والا نہ تھا حال اُس
خط کا معلوم ہوتا پھر زبانی اس آدمی نے بیان کیا کہ حال اس میں یہ
ہے کہ ہمارے خالصہ یعنی سردار ہری سنگھ نے لکھا ہے کہ تم خلیفہ صاحب
کے غازی لوگ بڑے بہادر اور امانت دار اور نمک حلال ہو اور پائندہ خاں
کے لشکر نے تم کو پھیر دکھایا ہے مناسب تم کو یہ ہے کہ گڑھی اور جو گڑھی
میں ہتھیار وغیرہ پائندہ خاں کے ہوں وہ سب پائندہ خاں کے لشکر
والوں کو سپرد کر دو اور تم سب ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم کو نوکر رکھینگے
اور خلیفہ صاحب سے زیادہ تمہاری عزت کرینگے انتہی پھر یہ تقریر
سُن کر شیخ بلند بخت نے اس کو یہ جواب دیا کہ تم جا کر ہماری طرف

سے لئے خالصہ سے کہو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امیرالمومنین
سید صاحب کے فرماں بردار ہیں بدون حکم ان کے اپنی طرف سے کوئی
کام نہیں کر سکتے ہیں اور ہم اپنے وطن سے صرف خدا کی راہ میں کافروں
سے جہاد کرنے کو آئے ہیں ہم لوگ ملک و مال کے طالب نہیں ہیں اور نہ
کسی کی نوکری چاکری کرتے ہیں ہمارا جینا مرنا سید صاحب کے ساتھ ہے
اور ہم سوا خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے پاندہ خاں کا یہ لشکر کیا حقیقت
رکھتا ہے اگر تمہارا راجہ رنجیت سنگھ اپنا لشکر لے کر آوے ہم اس کو بھی کچھ
نہیں سمجھتے اس لئے کہ خوف تو موت کا ہوتا ہے اور ہم لوگ خدا کی راہ میں
اپنی جان نثار کرنے آئے ہیں پھر ہم کو کس بات کا غم اور خبردار پھر
کبھی کسی کی زبانی ایسا بیہودہ پیغام ہم کو نہ بھیجنا انتہیٰ یہ جواب
سن کر وہ آدمی جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا اگلے روز پاندہ خاں
کے لوگوں نے اپاسین کی طرف سے کوئی پان چھ گھڑی دن چڑھے پھر
لشکر والوں پر حملہ کیا اور سنگر کے دروازے کے قریب آ پہنچے اور جانبین
سے بندوقیں چلنے لگیں اور میں اس وقت غلہ بانٹنے کی تیاری میں تھا بندوقوں
کی آواز سن کر گڑھی کے دروازے پر گیا دیکھا کہ اپنے لوگ ہتیار باندھے
ہوئے سنگر کے باہر نکلتے ہیں ان کے ساتھ میں بھی نکلا اور سنگر سے

م ڈیرہ کیا بہ اسکے بعد

سے باہر جو درخت بڑ کا تھا جس کے تلے نماز جماعت کی ہوتی تھی
اس کے نیچے اپنے لوگ جا کر کھڑے ہوئے بندوقیں مارتے ہوئے
جو پیادے ان کے سنگر کے قریب آ پہنچے تھے وہ بھاگ کر اباسین
کی ڈہائی میں جا چھپے صرف ان کے سواروں سے ہم لوگوں کا مقابلہ رہا
اور سنگر دروازے سے تھوڑی دور اباسین کی ڈہائی کی طرف چھوٹی
سی ایک نالی تھی ہم لوگوں نے چاہا کہ ان پیادوں کے ساتھ تلوار سے
جا کر لڑیں اسی اثنا میں شیخ بلند بخت کا حکم آیا کہ جو غازی نالی کے
پار جاویگا وہ ہمارا مجرم ہوگا یہ حکم سن کر پھر کوئی اس طرف نہ گیا
ان سواروں ہی سے لڑا کئے پھر کچھ دیر میں وے سوار بھی بستی کی طرف بھاگ
گئے اور ہم لوگ اپنی گڑہی میں چلے آئے پھر اس کی تیسری رات کو مغرب اور
عشا کے درمیان انھوں نے سنگر کے تین طرف سے حملہ کیا اور اس وقت
میں رفل باندھے سنگر میں پہرے پر کھڑا تھا اور شاہباز خاں نام ایک
غازی مجھ سے کچھ دور اپنے پہرے پر بندوق باندھے کھڑا تھا اسی طرح
چاروں طرف سنگر میں اپنے اپنے پہرے پر تیار کھڑے تھے میں نے ایک
کنکری شاہباز خاں کی طرف پھینکی وہ میرے پاس چلا آیا پھر جب
تنولیوں کا ایک غول ہماری طرف آتے آتے آٹھ دس قدم کے
فاصلہ پر آیا تب میں نے رفل مارا اور شاہباز خاں نے اپنی بندوق،

ماری وہ ہماری طرف سے بھاگ کر دوسری طرف اپنے لوگوں میں جا
ملے اور ہمارے لوگ سنگر میں سے بندوق تو مارتے تھے مگر منہ سے کوئی نہیں
بولتے تھے کہ ایسا نہ ہو مخالفین معلوم کریں کہ سنگر میں لوگ تھوڑے ہیں اور
گڑھی پر سے بھی اپنے لوگ بندوقیں مارتے تھے اور ایک آدمی ہمارا تمام،
رات باری باری سے واسطے خبرگری کے پھرا کرتا تھا اور اس رات کو بھی پہرتا
تھا وہ یکبارگی میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اس طرف الٰہی بخش
اسوری کی پیشانی میں گولی لگی ہے اور سب لوگ ساتھ خیر کے ہیں
پھر جب مخالفین کو کسی طرح قابو نہ ملا کہ سنگر میں گھسیں یا آگ لگاویں
تب مایوس ہو کر اپنے اپنے ڈیروں پہ سب چلے گئے اور ہم لوگ بدلی کروا کر
اپنے ڈیروں میں گئے اور الٰہی بخش کو جا کر دیکھا اور معلوم کیا گولی صرف
پیشانی کے چمڑے میں لگی تھی اور ہڈی بچ گئی تھی پھر اس کے اگلے روز
شیخ بلند بخت نے کہا کہ کوئی آدمی ایسا ہو کہ ہم لوگوں کی خیر خبر میں
حضرت امیر المومنین کو پہنچاوے اور ان کی خبر ہمارے پاس لاوے)
سترہ اٹھارہ برس کا ایک لڑکا تنولی تھا اس کو تجویز کیا اور ایک
خط میں سب احوال لکھ کر اس کے جوتے کے تلے کے اندر رکھ کر
سلوا دیا اور بعد نماز مغرب کے اس کو رخصت کیا وہ اسی وقت روانہ

ہوا اور ساتویں روز وہاں سے مع الخیر آیا اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس سے اس خط کا جواب لایا اور اپنا حال اُس نے بیان کیا کہ جب میں اُس دن یہاں سے چلا تب بستی کے کنارے لشکر والوں نے محلہ جانا کہ گڑہی سے کوئی شخص نکلا جاتا ہے سب مل کر کہنے لگے کہ پکڑو پکڑو مارو مارو اور کئی آدمی میری طرف دوڑے میں نے کہا کہ میں تو وہاں سے بھاگ کر تمہارے پاس آتا ہوں پناہ سمجھ کر اور تم میرے مارنے کو آتے ہو یہ بات سُن کر وہ مجکو اپنے لوگوں میں پکڑ لے گئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ گڑہی کے لوگوں کا حال بتا اس وقت میں نے اپنی جان بچانے کو اور ان کے خوش کرنے کو کہا کہ وہاں کا کیا حال پوچھتے ہو آج تیسرا فاقہ ہے غلہ کا پتہ نہیں اور گولی بارود بھی قدرے قلیل باقی ہے جب مارے بھوک کے مجھ سے رہا نہ گیا تب میں بھاگ کھڑا ہوا یہ خبر سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب اُن سے لڑنا بھڑنا کیا ضرور چپکے بیٹھے رہو دو چار روز میں وہ آپ ہی گڑہی چھوڑ کر نکل جاوینگے پھر میں دو روز ان میں رہا تیسرے دن فرصت پاکر بھاگ کھڑا ہوا اور دوسرے دن جاکر تنجار میں پہنچا اور وہ خط آپ کا حضرت امیر المومنین کو دیا اور جو کچھ انھوں نے مجھ سے زبانی حال پوچھا وہ میں نے عرض کیا اور ایک رات وہاں رہ کر جواب خط کا لیا اور وہاں سے

روانہ ہوا دو دن میں یہاں آیا پھر شیخ بلند بخت نے وہ خط پڑھا حاصل مضمون اس کا یہ تھا کہ ان روزوں سمہ کے مفسدوں نے بلوا کیا تقدیر الٰہی میں جن بھائیوں کی شہادت تھی وے شہید ہوئے اور باقی جو لوگ یہاں پنجتار میں ہمارے پاس ہیں وہ فضل الٰہی سے اب تک ساتھ خیریت و عافیت کے ہیں اور تمہارے خط کے آنے سے کئی روز پہلے ہم نے تمہارے امر میں سید اکبر صاحب کو لکھا ہے سو وے جیسا تم سے کہیں اس کے موافق تم عمل میں لانا اور اب ہم عنقریب یہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والے ہیں انتہیٰ پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز سید اکبر صاحب کا آدمی ستھانے سے آیا اور شیخ بلند بخت کو ان کا پیغام پہنچایا کہ سید اکبر صاحب نے تم کو اور سب صاحبوں کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ تم کوئی بھائی ہراساں نہ ہونا میں تم سب بھائیوں کی گڑھی سے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تین چار روز میں میں لیئے آدمی لے کر وہاں آؤنگا اور تم کو مع مال و اسباب گڑھی سے نکال کر حضرت امیر المومنین کے پاس پہنچا دونگا انتہیٰ پھر اس کے کئی روز کے بعد سید اکبر صاحب کے لوگ پائندہ خاں کے لشکر میں آنے لگے جب سب آچکے تب سب کے بعد سید اکبر صاحب خود تشریف لائے اور لشکر

والوں سے صلاح و مشورہ کر کے شیخ بلند بخت کے پاس گڑہی میں آئے
اور ایک رات رہے اس کے اگلے روز سویرے لشکر پائندہ خاں کا ام
سے کوچ کر کے کہیل بائی میں جا پڑا اور ادہر سید اکبر صاحب نے اپنے لوگوں کے
اسباب نکلوانا شروع کیا پہلے تو تین ضرب توپوں اور عورتوں کو گڑہی
عشرہ میں بہیجوا دیا اور ایک توپ آہنی جو پائندہ خاں کے پہلے سے گڑہی
میں تھے اس کو گڑہی میں رہنے دیا اور بعد اس کے غلہ اور ہتیار وغیرہ ۱
اسباب عشرے میں بہجوا دیا بعد اس کے سب لوگوں کو ساتھ لے کر سید اکبر
صاحب آپ نکلے اور عشرہ میں لے گئے اور تین کم چالیس روز تک ہم
لوگوں کا اور پائندہ خاں کے لشکر والوں سے جدال و قتال رہا اتنی ۱
مدت میں ہماری طرف ایک آدمی تو شہید ہوا اور تین آدمی تھوڑے تھوڑے
زخمی ہوئے اور اُن کی طرف کا مفصل حال نہیں معلوم کہ کتنے زخمی ہوئے اور
کتنے مرے مگر بعضے لوگ کہتے تھے پینتالیس آدمی اُن کے زخمی ہوئے اور
سید اکبر صاحب کا آدمی کہتا تھا کہ ساٹھ آدمی اُن کے زخمی ہوئے اور
انھیں میں سے کچھ لوگ مرے پھر سید اکبر صاحب نے ہم لوگوں کو عشرہ
میں ٹکایا اور عشرہ کے کنارے اباسین میں کشتی لگی تھی اس پر تینوں توپیں
اور گولہ و بارود اور غلہ لدوا کر ستھانے کو روانہ کر دیا اور اس کے
تیسرے روز چہتر بائی کے غازی لوگ عشرہ میں آکر ہمارے ساتھ

شریک ہوئے اس وقت سید اکبر صاحب نے ہم لوگوں سے کہا
کہ آج رات کو یہاں سے چلنا ہوگا اور رستہ بہت سخت ہے جن
کے بیوی اور لڑکے ہوں وے ان کو ستھانے میں بھیج دیں وہاں رہینگے
پھر جہاں اطمینان سے چل کر ٹھہریں وہاں بلوائیں یہ بات سُن کر ملکی
لوگوں نے تو اپنے اہل و عیال ستھانے کو روانہ کر دئے مگر الٰہی بخش رامپوری
اور زمانیہ کے حسن خاں اور میں نے اپنے اہل و عیال اپنے ساتھ رکھے

حال خالی ہونے چھتر بائی کا اور جو غازی بھائی چھتر بائی
کی گڑہی سے آتے تھے ان میں میاں نجم الدین صاحب شکارپوری بھی
تھے ان سے پوچھا کہ تم صاحبوں پر وہاں کیا واقعہ گذرا اور کیونکر
گڑہی تم نے چھوڑی اُنھوں نے کہا کہ چالیس روز تک ہم لوگوں سے
پائندہ خاں کے لشکر کا مقابلہ رہا آج چالیسویں روز اللہ تعالیٰ نے
نجات بخشی اور اس مدت میں ہم سے اور اُن سے طرح طرح کے
معاملات ہوئے اول تو پائندہ خاں کے آدمی نے ہمارے سردار حافظ
مصطفٰی حسن صاحب سے آکر کہا کہ ہمارا خان کہتا ہے کہ سمہ کی بستیوں
میں جتنے تمہارے غازی لوگ متعین تھے وے سب قتل ہوگئے تمہارے

بادشاہ کچھ لوگوں سے نیچتارہیں ہیں سو مناسب ہے کہ تم ہی ہماری
گڑہی خالی کرکے وہیں چلے جاؤ اور جو وہاں نہ جاؤ تو ہماری نوکری
کرلو ہم تمہاری با خوبی خدمت اور قدر دانی کرینگے اور جو یہ بھی تم کو
منظور نہ ہو اور ہندوستان میں جانے کا ارادہ ہو تو صحیح وسالم ہم تم
کو اباسین کے پار اُتار دیں اپنے وطن کو چلے جاؤ مگر بہرصورت گڑہی
خالی کردو والا تمہارے واسطے اچھا نہ ہوگا حافظ صاحب نے کہا کہ
اپنے خان سے ہماری طرف سے جاکر کہو کہ وے کہتے ہیں کہ ہم فرماں بردار
حضرت امیرالمومنین کے ہیں بغیر حکم ان کے ہم ہرگز گڑہی خالی نہ کرینگے
اور ہم لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرنے آئے ہیں کسی کی نوکری چاکری
کرنے نہیں آئے ہیں نوکری چاکری وہ کرے جو مال و دولت کا طالب
ہو ہم کو اس کی کچھ پروا نہیں یہ جواب لیکر وہ آدمی پایندہ خاں
کے پاس گیا دوسرا آکر پھر اُس نے بھیجا اور اُس نے حافظ مصطفیٰ صاحب
سے آکر کہا کہ ہمارا خان کہتا ہے کہ ہم نے قلعہ دہ نہید اور قادر آباد اور بہادر کوٹ
وغیرہ سکھوں سے چھین لیا اور اس گڑہی کی بنیاد ہے یہ تو ایک تلہ میں ہم
خالی کر سکتے ہیں بہتر یہی ہے کہ صحیح وسالم تم سب یہاں سے چلے جاؤ ولا

تم جانو حافظ صاحب ممدوح نے پھر وہی جواب اول دیا کہ بدون اجازت
حضرت امیرالمومنین کے ہم کچھ کام نہیں کر سکتے ہیں وہ ہم کو ابھی بلوالیں
ہم ابھی چلے جاویں اور جو وے ہم کو دھمکی دیتے ہیں کہ ہم نے فلانے قلعہ
فتح کیا اور فلانا مکان خالی کیا سوان باتوں سے ہم ڈرتے نہیں جیسے انھوں
نے اور مکان خالی کئے ہیں اس کو بھی خالی کرلیں جو کچھ ہم سے ہو سکے گا ہم
بھی عنایت الہی سے کوتاہی نہ کرینگے یہ جواب سن کر وہ آدمی چلا گیا
الغرض کئی بار اس نے زبانی آدمی کے دھمکی اور دلاسا دے کر کہلا بھیجا
مگر ہر بار حافظ صاحب وہی جواب دیتے رہے اور انھیں روزوں ایک
رات کو میں نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالی اپنا دست پاک گڑہی کے اوپر
اٹھا کر فرماتا ہے کہ یہ گڑہی ہمارے قبضہ میں ہے پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے وہیں تشریف فرما ہوئے بعد اس کے میری آنکھ
کھل گئی اور ایک نوع کی دل کو تسکین اور تسلی ہوگئی کہ انشاء اللہ تعالی
اب ہم لوگوں سے یہ گڑہی کوئی نہیں لے سکتا پھر صبح کو اپنے اُستاد حافظ
امیر الدین صاحب سے میں نے یہ خواب بیان کیا اور سب بھائیوں نے
سنا سب کو تسکین ہوگئی باوجودیکہ تواتر چالیس روز تک جانبین
سے شاہین اور بندوق چلتی رہی مگر کچھ زور لشکر مخالفین کا نہ چلا ہم

لوگ وہیں رہے اور لڑاکے متو کی نام ایک متولی ہمارے یہاں جمعدار
تھا حضرت امیرالمومنین کا بڑا معتقد اور مرید تھا اور حضرت بھی اس سے
بہت راضی تھے اور بیوی اس کی وہاں سے کئی کوس موضع کینڑی میں
رہتی تھی پائندہ خاں نے کچھ طمع دے کر اس کو گانٹھا کہ تو اپنے خاوند کے
پاس ملاقات کے بہانے سے جا اور اس سے میری طرف سے کہہ کہ خان
نے کہا ہے کہ آج رات کو ہمارے لوگ آوینگے تم کسی طور گڑہی میں ان
کو داخل کر لیا تو خان تمہارا بڑا احسان مند ہوگا اور اس قدر تم کو زر نقد
دیگا اور جو تم یہ بات نہ کروگے تو خان بہت برا ہو کر پیش آوے گا پھر
وہ عورت آئی اور گڑہی سے کچھ دور کئی درخت شیشم کے تھے ان کے نیچے
بیٹھی ہمارے ایک آدمی نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے
آئی ہے اُس نے کہا میں متولی جمعدار کی بیوی ہوں موضع کینڑی
سے واسطے ملاقات کے آئی ہوں اگر ان کو گڑہی سے یہاں بھیج دو
تو میں اُن سے ملاقات کرلوں اس آدمی نے یہ حال گڑہی میں آکر متولی
سے کہا وہ اس کے پاس گئے اُس نے وہ پیغام خان موصوف کا
متولی سے کہا اور بہت سمجھا کر راضی کیا پھر اس سے رخصت ہو کر
جہاں سے آئی تھی وہاں چلی گئی متولی وہاں سے گڑہی میں آئے

اور خفیہ وہ حال عبدالکریم نام ایک ان کا عزیزوں میں تھا
اس سے کہا اور وہ عبدالکریم میرا بھی بڑا دوست مخلص تھا اُس
نے مجھ سے کہا کہ بھائی نجم الدین تم کو کچھ معلوم ہے کہ ابھی متولی
کی بیوی کیوں آئی تھی اور کس لئے متولی کو بلوایا تھا میں نے کہا
کہ مجھکو کیا معلوم کہ کیوں آئی تھی اُس نے وہ تمام قصہ مجھ سے
بیان کیا کہ اس لئے آئی تھی اور جو تم یہ حال کسی سے کہنا تو میرا
نام نہ لینا پھر میں نے اسی وقت یہ حال جا کر حافظ مصطفےٰ صاحب سے
کہا وہ سُن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اب میں اس کے دفع کی کیا تدبیر
کروں میں نے کہا کہ تم ہمارے امیر ہو اور عالم ہو جیسا مناسب جانو
ویسا کرو اور میں تو تمہارے روبرو ایک ادنیٰ لڑکا ہوں مجھکو کیا
لیاقت جو کچھ کہوں انھوں نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو میں عالم ہوں
اور تم سے بڑا ہوں مگر اس وقت اس امر کے تم عالم ہو جیسا مجھ سے
کہو ویسا کروں اور میرے ذہن میں تو کچھ نہیں آتا ہے میں نے کہا کہ خیر
جو کچھ میری رائے ناقص میں اس کی تدبیر ہے وہ بھی عرض کرتا ہوں
وہ یہ ہے کہ تم متولی کو آج رات کو اپنے پاس رکھو اور وہ کچھ
بھی عذر و حیلہ کریں ایک نہ مانو اگر وہ تمہارے پاس ہوں گے

تو انشاء اللہ تعالیٰ گڑہی میں کوئی نہیں آنے کا اس لئے کہ متولی
اپنی جماعت کے افسر ہیں کوئی بدون مشورت ان کی کے کچھ کام نہیں
کرتے کا اوران کے لوگوں کی بدلی آج اور جگہ کردو اوران کی جگہ
اور لوگ آدیں حافظ مصطفیٰ صاحب نے یہ بات بہت پسند کی اور
اسی وقت متولی کو بلا کر کہا کہ مجکو حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے
تم سب بھائیوں پر امیر کیا ہے اور تنولیوں کو تم خوب جانتے ہو
کہ بڑے فریبی اور دغاباز ہیں اگر رات کو گڑہی میں آکر مجکو مار ڈالیں
تو سب معاملہ گڑہی کا بگڑ جاوے اور پھر کسی سے کچھ اس کا تدارک
نہ ہو سکے سو آج سے تم رات کو میرے پاس رہا کرو یہ تقریر
سن کر متولی نے بہت سا عذر و حیلہ بیان کیا کہ مجکو ان کے پاس
نہ رہنا پڑے مگر حافظ صاحب نے کسی طرح نہ مانا اوراسی وقت ان
کے لوگوں کی اور برج والوں سے بدلی کروا دی اور اس رات کو بزور
متولی کو اپنے پاس رکھا اور گڑہی کے سب لوگوں کو حکم دیا کہ بڑی
چوکسی اور ہوشیاری سے رہیں پھر قریب آدہی رات کے اسی رات
کو پائندہ خاں کے لوگ قریب گڑہی کے آئے اور ہمارے لوگوں نے
ان کے توڑے چمکتے ہوئے دیکھے اور یکبارگی ایک باڑ بندوقوں کی

ماری وہ سب کے سب بھاگ گئے اسی طرح پھر گئے رات
کو وے اسی تاک میں آئے کہ غافل ہوں تو دیوار پھاند کر
گڑہی میں گھسیں مگر ہر بار عنایت الٰہی سے ہم لوگوں نے بندوقیں
مار کر بھگا دیا جب رات کو انھوں نے کسی طور قابو نہ پایا تب
ایک روز دن کو بہت سے ان کے لوگ دامن کوہ میں گئے اُس
ملک میں گڑاس نام ایک جنگلی درخت ہوتا ہے مثل درخت انار
کے سو وہاں دامن کوہ میں اس کا جنگل تھا ان درختوں کو کاٹ
کاٹ کر پشتارہ باندہنے لگے ہم لوگ گڑہی سے دیکھتے تھے اور
کہتے تھے کہ دیکھا چاہئے آج یہ لوگ گڑاس کیوں کاٹتے ہیں پھر
انھوں نے وہ گٹھے اپنے سر پر رکھکر وہاں سے ہماری طرف کا
ارادہ کیا اور گڑہی سے سو ڈیڑہ سو قدم کے فاصلے پر جمع کئے اور
ہم لوگ ادہر سے گولیاں مارنے لگے پھر اسی طرح بہت سے
پشتارے گڑاس کے لاکر انھوں نے جمع کئے اور ایک گرنج سا
بنا لیا ہماری طرف کے لوگوں نے صلاح کی کہ اس گرنج میں
آگ لگایا چاہئے اور وے لوگ اکثر اوقات دن کو دامن کوہ

میں رہتے تھے پھر دو آدمیوں نے ایک کا نام اللہ داد دوسرے کا نام شیخ شبراتی تھا اور وہ دونوں پورب کے رہنے والے تھے گڑہی سے نکل کر اس گرجے میں آگ لگادی اس میں دھواں اٹھا اور وے لوگ دامن کوہ سے شور کرتے اور بندوقیں مارتے ہوئے بجھانے کو دوڑے مگر ہوا کے رخ پر آگ نہیں لگی تھی اس سبب سے وہ گرجے تھوڑا سا جل کر آپ ہی بجھ گیا اور وے سب لوٹ گئے اس کے دوسرے یا تیسرے روز پھر جا کر انھیں دونوں نے ہوا کے رخ سے آگ لگائی اس روز وہ گرجے جل کر تمام راکھ ہو گیا پھر جب رات ہوئی تب انھوں نے آکر ایک جگہ گڑہی کے سنگر میں آگ لگادی ہم لوگ ان کو بندوقوں اور پتھروں سے مارنے لگے اور اس کو بھی پتھروں سے مار مار کر بجھا دیا اور تمام رات ہوشیاری اور بیداری میں گذری اور گڑہی میں جو پندرہ آدمی متولی جمعدار کی جماعت کے نوکر تھے وے سب خفیہ تلنگوں سے ملے ہوئے تھے وہ حافظ مصطفےٰ صاحب کو تنگ کرنے لگے کہ ہماری تنخواہ دو انھوں نے کہا کہ یہاں میرے پاس تو روپے نہیں ہیں مگر کوئی ادمی گڑہی میں شیخ بلند بخت کے پاس جا کر لاوے تب البتہ تم تنخواہ ملے پھر حافظ صاحب نے تین آدمی وہاں بھیجے ان میں ایک ہندوستانی

غازی تھا اور دو آدمی اُن کے تھے پھر دے وہاں سے جا کر تیس
روپے لائے حافظ صاحب نے فی اسم دو دو روپے حوالے کئے انتہی اور
حال وہاں کا یہ ہے کہ گڑہی کے پھاٹک کی کھڑکی ہر روز بعد صبح کے
کُھلتی تھی ایک روز میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ پھاٹک کی کھڑکی بہت
سویرے لوگ کھول دیتے ہیں مجکو اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ مبادا کسی
روز تنولی لوگ گھس آدیں اس کا بندوبست کرنا چاہئے انھوں نے کہا کہ
دروازے کے لوگوں سے کہہ دو کہ چار گھڑی دن چڑھے کھڑکی کھلا
کرے پھر میں نے یہ حکم دروازے کے لوگوں کو پہنچا دیا اگلے روز ایسا
ہی ہوا کہ چار گھڑی دن چڑہے کھڑکی کھلی اس وقت لوگ گڑہی
سے نکل کر واسطے قضائے حاجت کے گئے اور اُس وقت ایک گولے کی
زد پر کھیتوں کی مینڈکی آڑ میں چند تنولی ننگے سر بیٹھے تھے ہم
لوگوں کو اُن کے کالے کالے سروں کے بال نظر آتے تھے خدا بخش نام
ایک غازی ہندوستانی نادانستہ اُن کے قریب چلا گیا اور وہاں بیٹھ
کر پائخانہ پھرنے لگا ادہر سے کسی تنولی نے بندوق ماری وہ بیچارہ
اُسی جگہ شہید ہو گیا اور وہ لوگ ہلہ کرتے ہوے طرف گڑہی کے
چلے اور ہماری طرف سے ان پر بندوقیں پڑنے لگیں آخر کو وہ لوگ

پسپا ہو کر بھاگے پھر ہمارے لوگ خدابخش کی لاش وہاں سے
گڑہی میں اٹھالائے اور گڑہی کے پھاٹک کے باہر قبر کھودکر ان کو
دفن کیا آخرالامر ہم لوگ بھی گڑہی میں پڑے پڑے تنگ آئے مگر
بے اجازت حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے ہم گڑہی سے نکل نہیں
سکتے تھے اور وے لوگ ہمارے گھیرنے سے بہت تنگ آئے اور
ہر روز ہم لوگوں سے ان کا سوال تھا کہ ہماری گڑہی خالی کرکے
تم نکل جاؤ اور اس گڑہی سے سمت جنوب ایک بندوق کی گولی
کی زد کے فاصلے سے ایک پہاڑ ہے ایک روز کوئی ڈیڑہ پہر رات
گئے کسی آدمی نے تین بار بآواز بلند پکار کر کہا کہ حضرت امیرالمومنین
کی اجازت سے سید اکرام کی گڑہی کے غازیوں کو عشرہ میں
لے گئے تم کو بھی ان کے آدمی لینے کو آوینگے تم ان کے ساتھ
بلا تکرار چلے جانا پہلی آواز سن کر میں نے لوگوں سے کہا کہ اس طرح
کی آواز میں نے سنی ہے تم بھی کان دے کر سنو شاید کہ پھر پکارے
پھر دو آوازیں اسی طرح کی انھوں نے بھی سنیں سب کو یہ گمان
ہوا کہ یہ پکارنے والا سید اکبر کا آدمی ہے یا کوئی اور ہو پھر اس
کے اگلے روز سورج نکلے پاینده خاں کے لشکر کے کئی جمعداروں

نے گڑہی کے قریب آکر حافظ مصطفیٰ صاحب کو پکار کر کہا کہ تمہارے سب
غازی امام کی گڑہی خالی کر کے عشرہ کو چلے گئے اب تم بھی اپنی گڑہی خالی
کر کے انھیں کے پاس چلے جاؤ اور اگر ہمارے کہنے میں کچھ دغا فریب جانتے
ہو تو جس کو تم معتبر جانتے ہو ہم اس کو بلوادیں اس بات کو اس سے
تحقیق کر لو اور اسی کے بابت سے ہم تم کو وہاں پہنچا دیں حافظ صاحب نے
کہا کہ خیر حرونسہ کے سید کریم شاہ میاں کے بیٹے اور بہٹ گلی کے رحمت خاں
کو بلا دو ہم ان سے دریافت کر لیں اگر یہ بات سچ ہے تو پھر ان کی
بابت سے ہم بھی گڑہی خالی کر کے وہیں چلے جاوینگے پھر انھوں نے ان دونوں
صاحبوں کو بلوایا وہ آئے اور ان سے معلوم ہو کہ ہاں سید اکبر صاحب گڑہی
سے غازیوں کو نکال کر عشرہ میں لے گئے پھر کئی آدمی سید اکبر صاحب کے
بھی ہم لوگوں کو لینے آئے مگر ہم لوگوں کو تنولیوں کی طرف دغدغہ تھا کہ مبادا
ہمارے ساتھ فریب کریں پھر تمام لوگ پایندہ خاں کے کھڑے رہے اور
جن کو بلوایا تھا ان دونوں کو ہم سب نے اندر گڑہی کے کر لیا اور سب لوگ
اپنی اپنی کمریں باندھ ہتیار لگا کر تیار ہوئے اور ایک شاہین اور تین ضرب
جزایل گڑہی میں چھوڑیں وہ پایندہ خاں کی تھیں پھر ان دونوں صاحبوں پر
تین تین آدمی متعین کر دئے کہ ننگی تلواریں کر کے ساتھ ہوئے اور دو دو
آدمیوں نے ان کے ہاتھ پکڑ لئے اور سب گڑہی سے باہر نکلے سب تنولی

ہمارے گرد ہو گئے اور وے دونوں صاحب اپنے ہاتھ چھڑانے لگے کہ
ہمارے درمیان سے نکل جاویں ان ننگی تلواروں نے دھمکایا کہ ہاتھ
چھڑاؤگے تو ہم تم کو اسی جگہ مار ڈالینگے وہ خوف جان سے خاموش
ہو گئے اسی طرح تین بار انھوں نے ہاتھ چھڑانے کا ارادہ کیا اور تینوں
بار ہمارے لوگوں نے دھمکایا حافظ مصطفیٰ صاحب نے کہا کہ یہ سید ہیں
اگر جاتے ہیں تو جانے دو ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے پھر
انھوں نے ان کو چھوڑ دیا وہ ہمارے درمیان سے نکل گئے اور متولی
جمعدار کے جو پندرہ آدمی تھے وہ تنولیوں میں مل گئے پھر ہم سب ہندوستانی
کہل بائی کے کنارے ہو کر ام کو گئے اور وہ تینوں ہمارے گرد تھے
پھرام کی گڑہی سے پائندہ خاں نے ہم لوگوں کو کہلا بھیجا کہ حافظ مصطفیٰ
صاحب کو یہاں بھیج دو مجھ سے ملاقات کر کے عشرے کو جاویں ہم لوگوں
نے کہا کہ ہم کو کیا غرض ہے جو خان سے ملاقات کریں یہ بات سن کر پائندہ خاں
نے کہلا بھیجا کہ اگر نہیں آتے ہیں تو عشرے کو چلے جاویں پھر وہاں سے
حافظ صاحب ہم سب کو لے کر یہاں آئے انتہیٰ پھر سید اکبر صاحب نے اپنے
بھائی سید عمر اور ان کے ہمراہیوں کو جرام سے عشرہ میں آئے تھے اپنے
پاس رہنے دیا اور نگری کے موضع خان اور دیگیری کے مدد خاں بھی

ام سے ہمارے ساتھ عشرہ میں آئے تھے سید اکبر نے ہم سب کو
ان کے سپرد کیا اور کہہ دیا کہ جس رستے یہ دونوں صاحب تم کو
لیجاویں اُس راہ سے جانا یہ باحفاظت تم کو حضرت امیرالمومنین کے
پاس پہنچا دینگے ہم سب نے قبول کیا پھر اُسی روز بعد نماز مغرب کے ہم
سب کو وہ دونوں صاحب عشرہ سے لیچلے وہ رستہ پہاڑ کے درے میں
ہوکر تھا بعد کوس سوا کوس کے پہاڑ کی کہڑی ملی آگے پیچھے ایک آدمی
اس پر چڑھ کر چلنے لگے اور شیخ بلند بخت سب کے پیچھے عورتوں کے ساتھ
تھے پھر اس کہڑی کے بعد اسی پہاڑ پر برابر ایک وسیع میدان ملا اس میں
جاکر سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور اُس وقت آدہی رات گئی ہوگی
سب لوگ تو تھے مگر شیخ بلند بخت چند آدمیوں سے پیچھے رہے کچھ دیر کے
بعد ایک اور آدمی آیا اس سے لوگوں نے شیخ بلند بخت کو پوچھا اُس
نے کہا پیچھے عورتوں کے ساتھ آتے ہیں اور سبب دیری ان کی کا یہ ہوا
کہ الٰہی بخش رامپوری کی بیوی ایک جگہ کہڑی سے پھسل کر نیچے گر پڑی مگر
آٹھ ہاتھ پر گرا اس کے درخت میں اٹک گئی پھر دو کملوں کو آپس میں
باندہ کر لوگوں نے لٹکایا اُس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا سرا مضبوط
پکڑا پھر لوگوں نے اوپر کھینچ لیا مگر اللہ تعالیٰ نے بچالیا بہت چوٹ نہیں

لگی پھر بعد کچھ دیر کے شیخ صاحب موصوف بھی اپنے ہمراہیوں کو
لے کر آپہنچے اور باقی رات اسی میدان میں سو رہے صبح کو نماز پڑھ
کر پھر سب وہاں سے روانہ ہوئے چلتے چلتے دوپہر کو ایک بستی
کے کنارے اسی پہاڑ پر ٹھہرے موضع خان اور مدد خان جاکر اس
بستی سے روٹیاں لائے اور ہم سب کو کھلایا اور پانی پلا کر وہاں
سے لے چلے چلتے چلتے شام کو اسی پہاڑ پر ایک بستی ملی وہاں سب اُترے
اور اُس بستی سے بھی ان دونوں صاحبوں نے روٹیاں لاکر ہم سب کو
کھلائیں اور تمام رات ہم سب وہیں رہے بعد نماز فجر کے پھر وہاں سے
روانہ ہوئے چلتے چلتے دوپہر ہوئی اُس وقت اُس پہاڑ کا اُتار آیا
پھر نیچے اُترنے لگے اُترتے اُترتے شام کو ایک بستی میں مقام کیا
اور اُس بستی سے بھی موضع خان اور مدد خان نے روٹیاں لاکر ہم
سب کو کھلائیں پھر بعد نماز صبح کے روانہ ہوئے آج وقت عصر کے یہاں
اللہ تعالیٰ نے پہنچایا انتہیٰ اب یہاں جو کچھ موضع گھس ڈھیری
میں معاملہ گذرا اس کا بیان ہے ایک وہاں کا معاملہ یہ ہے کہ
شاہزادہ خاں بنیر وال رہنے والا موضع ڈگر کا وہ تمام باغیوں
اور مفسدوں کا سرگروہ تھا اسی کے فساد سے ملک سمہ میں غازی

لوگ مارے گئے تھے جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی ہجرت
کا شہرہ اس ملک میں ہوا کہ سید بادشاہ پنجتار سے جاتے ہیں یہ
خبر شاہزادہ خاں نے بھی سنی اور اُس کو تشویش ہوئی کہ یہ سید صاحب
صاحب ارادہ اور اولوالعزمی کا دعوی رکھتے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے
جاکر کسی ملک میں زور پکڑیں اور کوئی ملک دبا بیٹھیں اور اُس وقت ہم
لوگوں سے اپنے غازیوں کا بدلہ لیں سو اس وقت مناسب ہے کہ جاکر
اُن سے ملاقات کروں اور اپنی خطا معاف کراؤں تو آگے کا دغدغہ
جاتا رہے پھر اُن سے ملک بنیرا اور ملک چیلہ کے ملکیوں اور خانوں کو
اور خانوں کو جمع کیا اور نواگئی کے سید آل رسول صاحب کو بلایا اور
سب کو ہمراہ لے کر چلا آتے آتے جب قریب موضع کھس ڈہیری
کے آیا تب اُس نے واسطے کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس اپنا آدمی
بھیجا حضرت غازیوں سے اُس کے لینے کو گئے اور ملاقات کر کے وہاں
سے اپنے ڈیرے پر لائے اور بڑی عزت اور توقیر سے اس کو اپنے
پاس بٹھایا اور خیر و عافیت مزاج کی پوچھی اور اُس سے باتیں
کرنے لگے حضرت علیہ الرحمۃ تو اپنی ہندی زبان میں کلام کرتے
تھے اور شاہزادہ خاں پختو بولتا تھا اور دونوں کے درمیان میں

کابل آخوند زادہ ترجمان تھا پختو کا ترجمہ کر کے ہندی میں حضرت
کو سمجھاتا تھا اور ہندی کا ترجمہ کر کے پختو میں شاہزاد خاں کو سمجھاتا
تھا اسی اثنائے کلام میں حضرت نے اس سے یہ بھی کہا کہ خان بھائی
ہم کے باغیوں سے ساتھ تم نے بھی ہم پر فوج کشی کی تھی اور
یہ تم نے اپنے دل میں خیال نہ کیا کہ وہ کیا حلوا ہیں کہ جاتے ہی ہم ان کو
کھاویں گے آخر وے بھی ہماری طرح ہتیار بند سپاہی ہیں اُس نے
کہا آپ بجا فرماتے ہیں مگر میں کیا کروں مجکو جھوٹ سچ باتیں کر کے
ہم والوں نے بہکایا کہ سید بادشاہ ہم لوگوں پر ناحق زور و زیادتی
کرتے ہیں اور ایسے نئے نئے احکام جاری کہ جس میں ہماری تمام
ملک میں ہتک عزت ہو اور ان کے غازی ذرا ذرا قصور پر بے عزت
کرتے ہیں ان باتوں کے فریب میں میں بھی آگیا حضرت علیہ الرحمہ نے
فرمایا کہ خان بھائی بڑے حیف کی بات ہے کہ ان مفسدوں کے بہکانے
سے تم نے ہزاروں آدمی لے کر چڑھائی تو کی اور یہ نہ کیا کہ اپنے دو
چار معتبر عالموں کو بھیجیں اور اُن کے کہنے کو تحقیق کریں کہ وے کون سے
نئے نئے احکام اور کون سے زور و زیادتی کے کام ہیں اگر بالفرض
بقول اُن کے وے خلاف شرع ہوتے تو ہم سے قرآن و حدیث

سے ہم کو سمجھا کر الزام دیتے اور ہم سے توبہ کرواتے اور جو موافق
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ہوتے تو ان کو الزام دیتے
اور سمجھاتے اور اُن سے توبہ کرواتے کہ پھر بار دیگر ایسا بہتان
نہ باندہیں اور اسی طور کی بہت گفتگو کر کے اس کو لاجواب کیا اور
اُس کی نادانی کا الزام دیا بالآخر پشیمان ہو کر اس نے کہا کہ
آپ حق فرماتے ہیں اور بیشک میں خطاوار ہوں اب آپ میری خطا
معاف فرماویں اور حکم بغاوت کا مجھ پر نہ لگاویں حضرت نے فرمایا
کہ تم نے ہماری تو خطا کچھ بھی نہیں کی معاف کس کو کریں اور جو
کچھ خطا کی وہ اپنے خدا کی کی یہ ہمارے معاف کرنے سے معاف نہیں
ہو سکتی وہ پروردگار چاہے تم کو معاف کرے اور چاہے پکڑے
اگر تم اپنے سچے دل سے توبہ کرتے ہو اور اُس قادر مطلق کی پکڑ سے
ڈرتے ہو تو اُمید قوی ہے کہ وہ غفور رحیم بے نیاز تم کو معاف کردے
اور جو فقط زبانی ہمارے راضی کرنے کو توبہ کرتے ہو یہ تم جانو ہم سے
کچھ کام نہیں جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے یہ تقریر پُرتاثیر سُن کر وہ
رونے لگا یہ نہیں معلوم کہ سچے دل سے یا مکاری سے اور کہا
کہ مجھکو تو سمہ والوں نے دین و دنیا دونوں سے کھویا اب

میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا حضرت نے فرمایا کہ اس مرض کا یہی علاج
ہے کہ اپنے پروردگار کے سامنے گریہ وزاری کرو اور اس کے
غضب سے ڈرو وہ پروردگار تم پر رحم کریگا اور جو تم یہ کہتے
ہو کہ مجکو باغیوں میں نہ شمار کرو یہ بات ہم نے قبول کی تم ہمارے
تابعداروں میں ہو باغیوں میں نہیں ہو اور اب ہم یہاں سے چلتے
ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اگر ہم کو کوئی ملک عنایت کریگا تو
انشاءاللہ تعالیٰ جیسے اور مسلمان بھائیوں کے ساتھ سلوک کرینگے
ویسے ہی تمہارے ساتھ بھی سلوک کرینگے اور اب ہماری طرف
سے تم پر یہ حکم ہے کہ اگر ہمارے ہندوستان سے کوئی قافلہ آوے
تو حتی المقدور اُن کے ساتھ سلوک کرنا اور کسی طرح ان کو تکلیف
نہ دینا اور جو تم سے ہو سکے تو ان کو بحفاظت تمام ہمارے پاس پہنچا دینا
اللہ تعالیٰ تم کو خیر لئے خیر دیگا پھر وہ حضرت سے رخصت ہو کر
موضع بھُس ڈہیری میں گیا اور وہاں کے حجروں میں لپنے سب لوگوں
کو اتارا اور سردار فتح خاں بھی حضرت علیہ الرحمۃ کے ہمراہ تھا اس وقت
اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سید بادشاہ کے پنجتار میں رہنے
سے تمام ملک سمہ کے خوانین پر میرا بڑا رعب تھا اور سب خوانین

مجھ سے دبتے تھے اور اب یہ میرے یہاں سے چلے آئے اب میں
سب کی نظروں میں خفیف ہو جاؤنگا اور وہ تمام رُعب میرا
سب کے دلوں سے جاتا رہیگا اب کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے،
کہ سید بادشاہ کو یہاں سے پھر کسی طور پنجتار میں لے چلوں یہ سوچ
کر وہ شاہزادخاں کے پاس گیا اور اس سے اپنا حال کہا کہ میری
یہ صلاح ہے اور کہا کہ تم چل کر سید بادشاہ کو میری طرف سے عذر
و معذرت کرکے یہاں سے پھر لے چلو اور اب میری جرأت اس امر میں
نہیں پڑتی ہے کہ میں اُن سے کہوں کیونکہ پہلے پنجتار میں خود سید بادشاہ
نے بہر طور سمجھا کر مجھ سے کہا کہ تم مجکو یہاں رہنے کی اجازت دو
تو میں رہوں مگر اس وقت میں نے اپنی بیوقوفی سے اس بات کا
نہ اقرار کیا انتہیٰ پھر دوسرے وقت شاہزادخاں پھر حضرت
کے پاس آیا اور بہت سا عذر و معذرت کرکے حضرت سے عرض!
کی کہ اب یہاں سے پنجتار میں تشریف لے چلیں ہم سب اپنی جان و
مال سے آپ کی اطاعت اور خدمت کرینگے اور جس طرح آپ
ہم لوگوں پر حکومت کرتے تھے اسی طرح کریں اور جو احکام ا
شریعت کے ہم پر جاری کریں وہ سب ہم کو منظور ہیں کسی طور

انکار نہ کرینگے اور بہت اسی طور کی خوشامد آمیز باتیں اُس نے
کیں حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ خان بھائی اب تم ہم سے اس
امر کچھ گفتگو نہ کرو یہ بات تمہاری ہم نہ مانینگے کیونکہ اتنے برسوں
ہم یہاں رہے اور تم لوگوں کو طرح طرح کی وعظ و نصیحت سے
سمجھایا اور تم لوگوں کے درمیان جو بیتہ داری تھی اس کو دفع کر کے
سب کو ملایا صرف اسی نیت سے کہ کچھ خدا کا کام نکلے اور جس مطلب
کو ہم ہندوستان سے یہاں آئے ہیں وہ مطلب پورا ہو سو آج
تک تم لوگوں سے سوائے حیلہ سازی اور دغابازی کے ہم نے کچھ نہ
دیکھا اور نہ ہماری طرف سے دل تم لوگوں کا صاف ہوا پھر اب
یہاں رہنے کی کونسی صورت ہے اور ہدایت اور اتفاق کی تم لوگوں
سے کیا اُمید ہے اب ہماری یہ نیت ہے کہ وہاں چل کر ٹھہریں جہاں
کچھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کام نکلے بعد اس کے جو خاص لوگ
حضرت کے اُس جگہ حاضر تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ جو سلو خاں
نے ہمارے واسطے پھیرایا لایا ہے اس کو لاؤ تو شاہزاد خاں کو دے کر
رخصت کریں اُن کو یہ بات ناگوار ہوئی اور آہستہ سے حضرت سے
عرض کی کہ یہ شخص تو بڑا مفسد اور آپ کا دشمن ہے یہ اس لائق

نہیں ہے کہ وہ عمدہ پچھیرا آپ اُس کو دیں حضرت نے فرمایا کہ
تم سچ کہتے ہو مگر اس کو ایسا سمجھو کہ جیسے کوئی کتے کے آگے لقمہ
ڈال دیتا ہے یہ بات سُن کر وے چپ ہو رہے پھر حضرت نے
وہ پچھیرا اسلو خاں کے پاس سے منگوا کر شاہزاد خاں کو دیا اور
رخصت کیا بعد اس کے آپ نے سب لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو کل
سویرے کوچ ہوگا ہوشیار ہو رہو اور جن صاحبوں کو کچھ کام ضروری
ہو اُس سے فراغت کر لیں بعد اس کے اُسی مجلس میں بہت دیر تک
آپ نے فضائل ہجرت اور جہاد کے فرمائے اور مجاہدین اور شہدا
کے درجات عالیات کا بیان کیا وہ وعظ سُن کر تمام مجاہدین حاضرین
کے قلوب از سرنو تر و تازہ ہو گئے اور مصائب سفر کے بھول گئے
جیسے زراعت پژمردہ پانی دینے سے لہلہی ہو جاتی ہے بعد اس کے
جو سادات تختہ بند اور نوا گئی وغیرہ کے اور علما اور خوانین اس
ملک کے پنجتار سے حضرت کو پہنچانے آئے تھے اُن سب کو حضرت
نے رخصت کیا فقط دو آدمی ہمراہ رہے ایک سردار فتح خاں
اور دوسرا کابل آخوندزادہ پھر اس کے اگلے روز بعد نماز فجر
کے مع لشکر کے حضرت علیہ الرحمۃ نے وہاں سے کوچ فرمایا چلتے

چلتے کوئی چار کوس پر برنڈو نام ایک ندی ملی پانی اس میں کہیں
تو کمر تک تھا اور کہیں رانوں تک مگر نہایت زور سے بہتا تھا پھر
نماز ظہر کی پڑھ کر لوگ اُترنے لگے اور اُتر کر اسی کے کنارے لشکر
کا ڈیرا ہوا اور وہیں سے بیون کے پہاڑ کی چڑھائی شروع تھی پھر
اس کے اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے اس پہاڑ پر چڑھنے لگے اور
اس روز حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ ہاتھی پر سوار تھے اور اس طرح
رستہ چڑھائی کا دشوار تھا کہ پتھروں پر سنبھال سنبھال کر پاؤں
جاتا تھا اور چڑھتا تھا تمام دن لشکر اسی پہاڑ پر چڑھا ایک جگہ
ایک اونٹ پھسل کر نیچے گر پڑا اور ایک جگہ اور ایک گھوڑا اور دونوں
کو لوگوں نے اُتر کر ذبح کیا اور ٹکڑے کر کے اوپر اُٹھا لائے شام
کو پہاڑ سے اُتر کر گر نام ایک بستی تھی کچھ لوگ اس میں رہے اور
پہاڑ پر چند گھروں کی ایک بستی تھی باقی لشکر سے حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ اس میں رہے بعضوں نے تو اونٹ کا گوشت پکا کر کھایا اور
بعضوں نے گھوڑے کا پھر صبح کو حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے موضع
کرتا میں تشریف لے گئے اور اس دن وہیں مقام کیا اور وہیں سے
سردار فتح خاں کو رخصت فرمایا اگلے روز موضع کرتا سے کوچ کر کے

کرکے موضع کابل گرام میں تشریف لے گئے اور وہ بستی اخوند
خیلوں کی اباسین کے کنارے پر ہے وہاں کے لوگوں نے کبھی
اونٹ نہیں دیکھا تھا حضرت کے لشکر کے اونٹوں کو دیکھ کر ان کو
کمال تعجب ہوا کہ یہ کون جانور ہیں اور یہ کھانا پانی کیونکر کھاتے
پیتے ہیں بلکہ نادرالوجود جان کر وہاں کے سردار نے حضرت سے
ایک اونٹ مانگا حضرت نے اس کو دیا اور حضرت نے وہاں دو مقام
کئے تیسرے روز کوچ کی تیاری ہوئی بڑی بڑی نشکوں کے جلے باندھے
گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ فرش بچھا کر چند آدمیوں سے کنارے اباسین
کے بیٹھے اور اُن وعظ ونصیحت سنانے لگے اور وے لوگ وہیں
کے تھے پھر پہلے لشکر کی عورتیں اُتاری گئیں پھر گھوڑے ٹٹو،
اونٹ وغیرہ پیراک اُتارے گئے اور ہاتھی بھی اُتارا گیا اور غازی
لوگ اُترے پھر بعد سب کے حضرت علیہ الرحمۃ اُترے اور اُترتے
ہی فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھیڑوں کے چھتے سے سلامت نکالا
شکرانے کی دو رکعت نفل پڑھ لیں پھر وہیں وضو کرکے آپ نے دوگانہ
ادا کیا پھر آپ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ بھائیو اب

اس وقت ہم تم سے کہتے ہیں کہ سمہ میں جو کچھ بلوا ہوا کشت و خون ہوا یہ سب فتح خاں کی شرارت اور خیانت سے ہوا اور جو ہم نے اس کو خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا سو صرف مصلحت وقت جان کر و الا وہ اس قابل نہ تھا اور درانیوں نے ہم سے بل کر دغا کی مگر دوست محمد خاں بہت اچھا رہا اُس نے نہ بہت دوستی کی اور نہ دشمنی اُس کی طرف سے ہم کو کچھ تشکایت نہیں اور بعد بلوے کے جو بعضے بعضے ہمارے غازی بھائی کہتے تھے کہ ہم کو اجازت دو تو ہم اُن سے اپنے بھائیوں کا عوض لیں ہم نے اُن کو منع کیا اور سبب اس کا یہ تھا کہ ہم نے وہ تمام معاملہ اپنے پروردگار کے سپرد کیا وہی خوب اُن سے ہمارے بھائیوں کا عوض لیگا اور ہم لوگ تو اپنے گھروں سے یہی نیت کر کے نکلے ہیں کہ اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کریں اگر باغیوں کے ہاتھ سے مارے گئے یا کافروں کے ہاتھ سے ہمارا مطلب دونوں صورت سے پورا ہوا انتہیٰ اور دریا اُترنے میں سب آدمی اور ساتھ خیر کے پار ہو گئے مگر پار و نام ایک اونٹ کہ بڑا قوی ہیکل اور پُر زور اور بار کش تھا اس کا پاؤں دریا اُتر کر کنارے دریا کے ایک پتھر کے نیچے اٹک کر ٹوٹ گیا اور وہ سردار محمد خاں درانی کی لڑائی میں ملا تھا اور بڑی برکت کا وہ اونٹ مشہور تھا اُس کے پاؤں ٹوٹنے

کے سبب سب لوگوں کو رنج ہوا اور حضرت علیہ الرحمۃ کو بھی غم ہوا
بلکہ فرمانے لگے کہ اس اونٹ کو دیکھ کر ہم کو سردار یار محمد خاں کا حال یاد
آتا تھا پھر اس کو لوگ وہاں سے کھینچ کر خشکی میں لے گئے اور حضرت
کی اجازت سے اُس کو ذبح کیا اور اُس کا گوشت لشکر میں تقسیم کر دیا
اور نماز ظہر اور عصر کی لوگوں نے وہیں پڑھی پھر وہاں سے کوچ کر کے
کوئی آدہ کوس پر جا کر ایک میدان میں ڈیرا کیا اور وہاں سے قریب دامن کوہ
میں چند گھر متفرق لوگوں کے تھے اور اُس روز نہایت سردی تھی ان گھر والوں
نے لشکر کی عورتوں کو وہ گھر خالی کر دئے اور آپ وہاں سے تھوڑی
دُور اور گھروں میں جا رہے اور لشکر کی عورتیں ان گھروں میں جا رہیں
اور حضرت علیہ الرحمۃ نے غازیوں سے فرمایا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ
کر لاویں اپنے ڈیروں کے واسطے تاپنے اور کھانا پکانے کے جمع کر لیں اور ایک
بڑا سا الاؤ بیچ لشکر کے کنارے جلادیں کہ اس میں جو چاہے تاپ لے پھر موافق
فرمانے حضرت کے لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اُسی اونٹ کا گوشت
سب نے پکایا اور مکا کے آٹے کی روٹیاں پکا کر اسی کے ساتھ کھائیں
اور بعد نماز مغرب کے اسی الاؤ پر حضرت علیہ الرحمۃ بھی تشریف لائے
اور کھڑے کھڑے ہاتھ پیر سیکنے لگے اور ارباب بہرام خاں کی طرف
مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ خان بھائی الحمد للہ کیا عنایت پروردگار

کی ہم لوگوں پر ہے اگر ہم کسی امیر یا بادشاہ کے نوکر ہوتے اور وہ
ہم کو اپنی کسی مہم پر ایسے کوہستان میں بھیجتا تو طمع دینا سے بالضرور
جانا پڑتا اور مصیبت سفر کی اُٹھانا پڑتا اور انجام اُس کا سوائے
شقت کے اور کچھ نہ تھا اور آج ہم لوگ نہ کسی کے نوکر نہ چاکر
صرف اپنے پروردگار کی رضامندی کو ایسے سخت رستے میں آئے
ہیں اور جہاں پروردگار لیجاویگا وہاں جاوینگے اور تمام صحابہ اور
تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین جو درجات عالیات کو پہنچے سو ایسی ہی محنت
و شقت راہ خدا میں اُٹھا کر پہنچے ہیں اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی
ان صاحبوں کی اتباع نصیب کرے اور ہم سے راضی ہو اور بھی
بہت سے کلام ہدایت التیام اسی طرح کے واقع ہوئے اور سبب
رقت کے اکثر لوگ آبدیدہ ہوے اور تمام رات حضرت کے ہمراہی لوگوں
نے اسی الاؤ پر جاکر صبح کی اور نماز فجر کی پڑھ کر سب لوگ اپنے اپنے
ڈیرے پر ٹھہرے رہے جب سورج نکلا اور کئی گھڑی میں جاڑا کم ہوا
اس وقت وہاں سے کوچ ہوا اور رستہ کمر کوہ کا تھا چلتے چلتے اس
کمر کوہ سے اُتر کر ایک میدان میں ایک بستی تھی کچھ دن رہے اس میں
ڈیرا ہوا وہ بستی بڑی تھی کچھ لوگ وہاں کی مسجدوں اور حجروں میں
اُترے اور بستی والوں نے عورتوں کے واسطے اپنے کئی مکان خالی کردئے

وے اُس میں اُتریں اور اکثر لوگوں کی مہمانی بستی والوں
نے کی اور باقی لوگوں نے اپنے پاس روٹیاں پکا کر کھائیں لگے
روز کئی گھڑی دن چڑھے وہاں سے کوچ ہوا وہاں سے چھ یا
سات کوس قصبہ تہ کوٹ تھا چلتے چلتے اکثر لوگ تو شام کو
تہ کوٹ میں میں جاکر رہے اور حضرت علیہ الرحمۃ کچھ لوگوں سے
کوس ڈیڑھ کوس ورے تہ کوٹ کے ایک میدان میں رہے لگلے
روز پھر سوا پہر دن چڑھے حضرت بھی وہیں تہ کوٹ میں جاکر
داخل ہوئے اور وہاں آٹھ یا نو روز رہنے کا اتفاق پڑا کیونکہ
موسم برف پڑنے کا تھا اور وہ ضلع ناصر خاں کی حکومت کا تھا
وہ ناصر خاں جو حضرت کو درخواست کرکے پنجتار سے وہاں لے
گئے تھے پھر ناصر خاں نے اگلے روز مردوں کو وہاں کی مسجدوں
اور حجروں میں اُتارا اور کئی گھر خالی کرواکر ان میں عورتوں کو
اُتارا بعد اس کے اُس ضلع کے نامی نامی لوگوں کو بلا کر کہا کہ میں
سید بادشاہ کو پنجتار سے لایا ہوں اب تم سب صاحب مل کر کوئی
ایسی جگہ تجویز کرو جہاں ایندھن پانی وغیرہ کا آرام ہو کیونکہ
موسم برف پڑنے کا قریب آیا ہے اُنھوں نے کہا اس مشورت

میں ندہیاڑ کے رئیسوں کو بھی شریک کرلو تو خوب ہو پھر ہم
اور وے آپس میں جرگہ کرکے کوئی جگہ تجویز کریں پھر سیدا
بادشاہ کو وہاں بٹھادیں پھر ناصر خاں اُن سب کو درۂ
ندہیاڑ میں لے گئے اور وہاں کے نامی نامی لوگوں کو بلاکر اس
مشورہ میں شریک کیا وہاں اُن سب نے جرگہ کرکے موضع
راج دواری کو پسند کیا کیونکہ وہ بستی ان سب کے ساجھے میں
تھی اور بڑی قلب جگہ تھی اور کئی پنچکیاں بھی تھیں اور وہاں اندین
پانی کی بہت افراط تھی پھر وہاں کی رعایا کو اور بستیوں میں گھر بتادئے
وے راج دواری کو خالی کرکے وہاں جاکر بسے پھر ناصر خاں اُن
سب کو وہاں سے تہ کوٹ میں حضرت علیہ الرحمۃ کے ڈیرے پر لائے
اُس روز ایک پیرزادے موضع ست بہار کے نفیر محمد نام واسطے
ملاقات حضرت کے آئے تھے اور کہیں بستی کے باہر ٹھہرے تھے اُس وقت
حضرت اُن سے ملنے کو تشریف لے گئے تھے پھر جب وہ ملاقات
کرکے اپنی بستی کو گئے اور حضرت وہاں سے اپنے ڈیرے پر تشریف
لائے تب ناصر خاں کے ہمراہی حضرت سے ملے اور عرض کی کہ ہم
سب نے آپ کے رہنے کو موضع راج دواری کو خالی کروایا ہے اب

آپ وہاں تشریف لے چلیں اور وہاں کی خوبی کا بیان
کیا حضرت سُن کر بہت خوش ہوئے، اور ایک واقعہ
موضع تہ کوٹ کا محمد امیر خاں قصوری یوں بیان کرتے
ہیں کہ دریائے اباسین تہ کوٹ کے نیچے بہتا ہے ایک روز قبل صبح
صادق کے ہم کئی آدمی اپنے ڈیرے سے واسطے نماز فجر کے وضو کرنے
کو گئے اور وضو کرنے لگے میرے ایک طرف قاضی عبدالعزیز دکھنی
وضو کرتے تھے اور ایک طرف میاں جی محمد حسین وطن اُن کا یاد
نہیں اس میں قاضی صاحب موصوف نے مجھ سے کہا کہ محمد امیر خاں،
دیکھو تو ایک آدمی مردہ سا اس پانی کے کنارے پڑا ہے اور اُس
کے کپڑے الگ دھرے ہیں میں نے پوچھا کہاں انھوں نے اشارہ
کر کے کہا کہ یہ میرے قریب یہ سُن کر میں بھی اُٹھا اور وہ بھی اُٹھے
کہ دیکھیں تو کون ہے پھر میں نے نزدیک سے پہچان کر کہا کہ یہ تو
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ہیں یہ سُن کر پھر تو جو لوگ وضو کر رہے تھے
سب دوڑ کر گرد ہو گئے اور ایک دو آدمی اٹھا کر گود میں لے
کر بیٹھے اور ایک آدمی دوڑ کر ڈیرے سے چارپائی لایا پھر
اُس پر لٹا کر ہم سب اپنے لوگوں میں لے گئے اور وہاں کئی کمل

اٹھائے پھر یہ حال سن کر حضرت علیہ الرحمۃ بھی تشریف
لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ آگ جلا کر خوب گرمی پہنچاؤ پھر
کئی آدمی آگ جلانے لگے حضرت نماز کو تشریف لے گئے پھر ہم
سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر جب آفتاب نکلا اور مولانا
صاحب بھی تب تک اچھے ہو گئے اُس وقت حضرت نے مولانا صاحب
کو اپنے پاس بلوایا اور پوچھا کہ میاں صاحب آج آپ کا کیا حال
ہوا تھا اُنھوں نے عرض کی کہ رات کو مجھ کو نہانے کی حاجت
ہو گئی تھی دل میں آیا کہ دریا قریب ہے جا کر نہا ڈالوں پھر میں
گیا اور گھٹنوں تک پانی میں بیٹھ کر وضو کر کے غسل کیا مگر مارے
سردی کے میرے حواس پراگندہ ہوئے بڑی دشواری سے کنارے
پر آیا اور بیتاب ہو کر رستے میں لیٹ گیا اور ہوش مجھکو نہ رہا پھر
خدا جانے وہاں سے مجھکو یہاں لایا حضرت علیہ الرحمۃ نے بطور نصیحت
کے فرمایا کہ میاں صاحب آپ سے بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ کو
اللہ تعالیٰ نے عالم کیا ہے ایسی بیجا حرکت سے تم اوروں کو روکتے
نہ کہ خود تم نے یہ کام کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو موافق طاقت
کے حکم کرتا ہے ایسا نہیں فرماتا جو نہ ہو سکے یا نوبت ہلاک ہونے

کی پہنچے اگر خدا ناخواستہ تمہاری جان پر صدمہ آجاتا تو
تم اپنی جان سے جاتے اور ہم سب کو رنج اور افسوس ہوتا،
ایسی سردی میں نماز تیمم کرکے پڑھی ہوتی اور جو غسل ہی کرنا
منظور تھا تو کسی سے پانی گرم کروالیا ہوتا یا دو چشمے گرم
پانی کے یہاں جاری ہیں وہاں جاکر نہایا ہوتا اور اسی طور بہت
سی فہمائش کی اور تمام حاضرین لوگوں کو بتاکید مزید فرمایا کہ
اگر کسی کو نہانے کی حاجت ہو جایا کرے تو خبردار کوئی دریائے
اباسین میں نہ نہاوے یا پانی گرم کرکے نہاوے یا تیمم سے نماز
پڑھے پھر دھوپ نکلے نہا ڈالا کرے پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز
تہ کوٹ سے مع لشکر آپ نے کوچ کیا اور بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو
چند آدمیوں سے وہیں چھوڑا اور اُن سے فرمایا کہ تم پرسوں یہاں
سے کوچ کرنا پھر اُس دن حضرت وہاں سے چار کوس پر دسیوں
کے درے کی ایک بستی میں رہے نام اُس کا پادھین رات کو
وہاں کے لوگوں نے تمام لشکر کی ضیافت کی اگلے روز وہاں
سے روانہ ہوئے درۂ ند ہیاڑ میں جو موضع بہٹگرام ناصر خاں کا
گاؤں ہے اُس میں اُترے اُس روز بستی والوں نے تمام لشکر

کی مہمانی کی اور ایک روز اکیلے ناصر خاں نے سب کی ضیافت کی
اور کھانا بھینسے کے گوشت کا پلاؤ تھا **حکایت** ایک روز
موضع بہٹگرام میں ناصر خاں حضرت علیہ الرحمۃ کے سامنے بیان کرنے
لگے کہ یہاں سے دو کوس چھبر گرام ایک بستی ہے وہاں ایک بزرگ
میرے پیر و مرشد رہتے ہیں پہلے میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی
تھی سو وہ بڑے درویش کامل ہیں ہمیشہ اپنے حجرے میں بیٹھے رہتے
ہیں کبھی کسی اور بستی میں نہیں جاتے اور کچھ معذور سے بھی ہیں واِلّا ضرور
آپ کی ملاقات کو آتے اور بہت سے اُن کے فضائل بیان کئے حضرت
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ خان بھائی اگر وہ یہاں نہیں آسکتے ہیں تو ہم
آپ ملنے کو جاوینگے پھر ایک روز ہاتھی پر سوار ہو کر اور چند غازی ،
ساتھ لے کر ان بزرگ کو ملنے گئے اور جا کر اُن سے ملاقات کی اور
اس بستی کے بہت لوگ حضرت سے ملنے کو آئے اور آپس میں باتیں کرنے
لگے کہ یہ وہی سید بادشاہ ہیں جن کے لئے یہ آخوند صاحب کئی سال
آگے سے فرماتے تھے کہ ایک سید بڑے بزرگ صاحب کرامت ہاتھی
پر سوار میرے ملنے کو یہاں آوینگے اور اُن کا ہاتھی فلانی جگہ کھڑا
ہو گا سو وہ کہنا اُن کا آج ظہور میں آیا کہ وہ سید بادشاہ یہی

تشریف لائے اور اُن کا ہاتھی بھی اسی جگہ کھڑا ہے یہ قصہ سُن
کر حضرت کے ہمراہیوں کو اُن بزرگ کی بزرگی معلوم ہوئی کہ
یہ اس رتبہ کے بزرگ ہیں پھر ان سے ملاقات کرکے اسی روز
حضرت اپنے ڈیرے پر تشریف لائے انتھی اور وہاں چار مقام ہوئے
پانچویں روز وہاں سے کوچ ہوا کئی کوس پر کاکڑ سنگ نام ایک
بستی ہے اس روز وہاں رہے وہاں بھی موافق دستور اپنے ملک کے وہاں
کے لوگوں نے تمام لشکر کی دعوت کی اگلے روز وہاں سے روانہ ہوئے
جاتے جاتے جب موضع راج دواری آدہ کوس رہا ایک نالہ جاری تھا
حضرت نے سواری سے اُتر کر وہاں وضو کیا اور پوشاک بدلی اور
ہاتھی پر سوار ہو کر چلے وہاں ایک عجیب وغریب معاملہ واقع ہوا وہ
یہ ہے کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے روانہ ہوئے تو داہنی بائیں
طرف باآواز بلند وعلیکم السلام وعلیکم السلام کہتے ہوئے جاتے تھے
تمام لوگ متحیر تھے کہ حضرت کس کے سلام کا جواب دیتے ہیں جب
راج دواری میں داخل ہوئے اور وہاں کے مکانوں میں لوگوں کو
اُتارا اور ایک مسجد کے قریب ایک مکان میں حضرت اُترے پھر
بعد نماز ظہر یا عصر کے آپ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ
بھائیو تم کو کچھ معلوم ہے کہ اس وقت جب میں نالے پر سے

روانہ ہوا رستے میں دائیں بائیں کس کے سلام کا جواب دیا تھا لوگوں نے کہا کہ ہم کو نہیں معلوم اور ہم خود آپ سے پوچھنے والے تھے آپ نے فرمایا کہ اس درے میں جنوں کے دو سردار ہیں اور دونوں کے ہمراہ جنوں کی بڑی بڑی جماعتیں ہیں سوان میں سے ایک سردار تو پہلے اپنے لوگوں سمیت آکر مجھ سے بیعت کر گیا تھا اور دوسرا سردار بیعت کرنے سے انکار کرتا تھا سو آج اور جنوں کے سمجھانے سے وہ بھی راضی ہوا اور اس میدان میں آیا اور لوگوں سمیت اس نے بیعت کی سو اس کے لوگ مجھکو سلام علیک کرتے تھے اور میں ان کو جواب دیتا تھا۔ اب یہاں جو معاملات راج دواری میں گذرے اُن کا بیان ہوتا ہے۔ محمد امیر خاں قصوری سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مہینہ شعبان کا تھا اور سن بارہ سو سینتالیس ہجری تھے جب حضرت امیر المومنین موضع راج دواری میں داخل ہوئے اس کے کئی روز کے بعد حبیب اللہ خاں بیٹا سعادت خاں کا واسطے ملاقات حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے آیا اور ملا حضرت نے اُس کی بہت عزت اور توقیر کی اور موضع راج دواری میں اس کی بھی شراکت تھی اور وہ رہنے والا گڑہی کا تھا جو درمیان بالاکوٹ اور مظفرآباد کے واقع ہے مگر سکھوں نے وہ گڑہی چھین لی تھی خان ممدوح وہاں

سے جلا وطن تھا اور خان موصوف کے باپ نے ناصر خاں ہشنگرام
والے کے کسی عزیز کو مار ڈالا تھا اس سبب سے ان کے اور ان
کے درمیان میں بینہ داری تھی ناصر خاں نے حضرت سے اپنی بینہ داری
کا شکوہ کیا کہ مجھ سے اور حبیب اللہ خاں سے عداوت ہے آپ
نے بہت وعظ و نصیحت کرکے ناصر خاں کو سمجھایا اور فرمایا کہ خان
بھائی ہم یہاں واسطے تدبیر جہاد فی سبیل اللہ کے آئے ہیں ہماری
یہ نیت ہے کہ سب مسلمان بھائیوں کو جس صورت سے ہو سکے،
متفق کرکے سکھوں سے جہاد کریں اور تم اتفاقی کا گلہ کرتے
ہو اب تم کو لائق ہے کہ آپس کی عداوت کو دور کرو اور للہ فی اللہ
حبیب خاں سے مل جاؤ کچھ کام دین کا نکلے ناصر خاں نے لاجواب
ہو کر عرض کی کہ میں تو آپ کا خادم فرماں بردار ہوں جو کچھ مجھکو
ارشاد ہو بلا انکار بجا لاؤں جب ناصر خاں ملنے پر راضی ہوئے تب
اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے حبیب اللہ خاں کو تنہائی میں وعظ
و نصیحت کرکے سمجھایا اور ہر نوع سے فراز و نشیب بیان کرکے
ملنے پر راضی کیا اور دونوں صاحبوں نے اس امر میں حضرت ہی
کو اختیار دیا کہ جس طرح آپ ہم کو ملا دیں اس طرح ہم حاضر ہیں
پھر بعد نماز عصر کے حضرت نے دونوں صاحبوں کو اپنے پاس بلا کر

بٹھایا اور دونوں کا ہاتھ پکڑ کر ملایا دونوں اٹھ کر آپس میں کشادہ
پیشانی ہو کر بغلگیر ہوئے انتہیٰ اور یہ دونوں سردار اس ملک کے بڑے
رکن نامی تھے اور باقی رئیس وہاں کے جو چھوٹے چھوٹے تھے وہ ان کے
زیر حکم تھے جب یہ دونوں آپس میں مل گئے تب حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے
درمیان کی عداوت اور خصومت دفع کی اب کوئی ایسی راہ نکالو کچھ
کاروبار جہاد کا شروع ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم لوگ ابھی
اس ملک میں تو وارد ہیں یہاں کی چال ڈھال اور گاؤں بستی سے
واقف نہیں ہیں اور کھانے کی تدبیر کرنی ضرور ہے سو ہم یہ چاہتے ہیں
کہ نقد روپیہ تو ہم سے لو اور موافق نرخ بازار کے تم اپنی کوشش اور
تدبیر سے غلہ بھجوایا کرو اور جو آدمی درکار ہوں وہ ہم سے لیا کرو پھر یہ
سب فرمانا حضرت علیہ الرحمۃ کا انھوں نے منظور کیا بعد اس کے آپ
نے دعائے خیر کر کے مجلس برخاست کی پھر اس دن سے انھیں دونوں
صاحبوں کی معرفت واسطے خرچ لشکر کے اس نواح کی بستیوں سے
غلہ آنے لگا انتہیٰ اور ایک معاملہ راج دواری کا یہ ہے
کہ آخوند بہاء الدین موضع ٹوپئی کا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا بڑا
معتقد اور مخلص مرید تھا جب حضرت نے پنجتارے کو کوچ کیا تھا اس وقت

وہ آپ سے رخصت ہوکر اپنے مکان کو گیا تھا جب حضرت نے
راج دواری میں جاکر قیام کیا چند روز کے بعد آخوند موصوف
بھی جاکر حضرت سے ملے اور شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اور بعد
پوچھنے عافیت مزاج کے بیان کیا کہ آپ کے تشریف لانے کے بعد
ملک سمہ میں بڑی بڑی خرابیاں اور بے عزتیاں سمہ والوں کی ہوئیں
ایک اُن میں سے یہ ہے کہ جب آپ نے پنجتار سے کوچ کیا اور اس طرف
کو روانہ ہوئے اس کے کئی روز کے بعد ہری سنگھ سکھ بیس پچیس ہزار
فوج سے اباسین اُتر کر سمہ میں آیا اور جن بستیوں کے لوگوں نے آپ
کے ساتھ بغاوت کر کے غازیوں کو قتل کیا تھا ان سب کو بلا کر یہ
سوال کیا کہ تم سب خالصہ رنجیت سنگھ کی رعیت تھے اور ہمیشہ سے
تم خالصہ کو تحفہ تحائف دیا کرتے تھے کئی برس سے خلیفہ صاحب
یہاں آکر تم پر حاکم اور تم اُن کی رعیت ہوئی اور ان کو تم نے بیعت
اپنا امام بنایا اور پھر ان سے بغاوت کر کے تم نے اُن کے غازیوں
کو قتل کیا اور اُن کے ہتیار وغیرہ لوٹ کر اپنے اپنے گھر میں رکھ لئے
اور خلیفہ صاحب یہاں سے کوچ کر گئے اب پھر تم سب خالصہ کی رعیت
ہوئے اور بدستور سابق جو سالیانہ جو تم دیا کرتے تھے وہ دیا کرو
اور جو خلیفہ صاحب کے غازیوں کے ہتیار وغیرہ تم نے لئے ہیں وے

ہم کو دے دو ان کا خالصہ ہے وے تم کو ہضم نہ ہونگے اس کے
جواب میں ان لوگوں نے عذر و حیلہ کیا کہ ہمارے پاس اُن کا،
مال و اسباب نہیں ہے غرضکہ اس میں گفتگو بڑھ گئی ہری سنگھ نے اپنے
لشکر کو اشارہ کیا کہ ان کے گھر بار لوٹ لو انھوں نے تمام مال و اسباب
اُن کا گھروں میں گھُس کر لوٹا اور اکثروں کی جوروؤں اور بیٹیوں کو
کو بندی کر لیا اور ہری سنگھ کے پاس لے گئے اُس نے کہا کہ ان دغابازوں
کی یہی سزا ہے اُنھوں نے اپنے پیر کے ساتھ دغا کی یہ کسی کے ساتھ وفاداری
نہ کرینگے۔ اور ہماری اور اُن کی تو دینی مخالفت ہے ہمارا اور دین اور
اُن کا اور بعد اس کے کچھ لوگوں نے جا کر اس سے کہا کہ ہم سید بادشاہ
کے باغیوں میں نہیں ہیں اور نہ ان کے غازیوں کو ہم نے لوٹا مارا ہمارا
مال و اسباب تمہارے سپاہیوں نے کیوں لوٹا اور ہماری عورتوں
کو کیوں یہ لوگ پکڑ لائے پھر ہری سنگھ نے اس بات کو لوگوں سے
تحقیق کر کے ان کا مال و اسباب واپس کر دیا اور عورتیں بھی اُن کے
حوالے کیں اور باقیوں کو اپنے ساتھ لے کر پھر اباسین اُتر کر مع،
لشکر چلا گیا انتہی۔ **تتمہ اس حال کا یہ ہے** محمد امیر خاں
قصوری کہتے ہیں کہ جب لڑائی بالاکوٹ کی شکست ہوئی اور بعد
چند روز کے اکثر مجاہدین متفرق ہو کر جا بجا چلے گئے اُنھیں

روزوں وہاں سے میں بھی ملک پنجاب میں اپنے وطن کو چلا
آیا میرے پیچھے میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تھا اور میرے
والد مرحوم بڑے پیر زادے خاندانی نامی تھے صدہا مسلمان امرا
غربا اُن کے مرید تھے چنانچہ نواب مظفر خاں والی ملتان کا بیٹا نواب
سرفراز خاں بھی مُرید تھا اور وہ ان روزوں لاہور میں راجہ رنجیت سنگھ
کے یہاں نظر بند تھا پھر کچھ مدت کے بعد میں اپنے یہاں سے نواب
سرفراز خاں کی ملاقات کو لاہور میں گیا اور جس مکان میں نواب صاحب
ممدوح تھے وہ بڑا عالی شان دو منزلہ سہ منزلہ لاہور کے بازار میں
واقع تھا اور اُس کے نیچے کی دوکانوں میں ایک طرف کئی کسبنیں بھی
رہتی تھیں ایک روز میں اس طرف ہو کر بازار میں نکلا تو ایک عورت
ان کسبیوں میں نظر پڑی اُس کی بات چیت اور چال ڈھال سمہ کی
عورتوں کی سی معلوم ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں کی رہنے
والی ہے اُس نے کہا کہ تمہارا اس بات کے پوچھنے سے کیا مطلب
ہے میں نے کہا کہ مجکو کچھ شبہہ سا ہے اس سبب سے پوچھتا ہوں اس
نے کہا میں ملک سمہ کی ہوں میں نے کہا کہ بس یہی شبہہ تھا سمہ میں
کہاں تیرا گھر تھا اور یہاں کیونکر آنا ہوا اس نے کہا اس قصہ کے
پوچھنے سے کیا حاصل جس طرح تقدیر میں لکھا تھا اس طرح آئی

میں نے کہا بھلا کچھ تو بیان کر اُس نے کہا کہ میرا گھر ہنڈ میں
تھا جن روزوں سید پادشاہ جو جہاد کو آئے تھے بخار سے اپنا
لشکر لے کر طرف بالاکوٹ کے تشریف لے گئے اس کے چند روز کے
بعد ہری سنگہ سکھ ادہر سے لشکر وہاں لے گیا اور تمام وہاں کے لوگوں
کے گھر بار اس کے لشکر والوں نے لوٹے اور عورتوں کو پکڑ لیا چالیس
عورتیں صرف ہمارے ضلع کی تھیں اور ضلع کی عورتوں کا حال
معلوم نہیں ان میں ایک میں بھی تھی میں نے کہا کہ بھلا تیرے ضلع کی
اور کون کون عورتیں تھیں اُس نے کہا کہ اب میں تم کو کس کس
کا نام بتاؤں موضع لاہور کے امیر خاں کی بہن بھی پکڑی گئی تھی اسی
کے ساتھ ہم سب پکڑی گئی تھیں جن کو مسلمان سپاہیوں نے پکڑا
تھا اُن کو تو اُنھوں نے اپنے اپنے گھر میں ڈال لیا اور جن کو
ہندو سکھوں نے پکڑا تھا ان کو انھوں نے آکر کسبیوں کے ہاتھ
بیچا اور وے سب اسی شہر میں جا بجا ہیں میں نے پوچھا کہ وہ امیر خاں
کی بہن کہاں ہے اُس نے کہا کہ اس شہر کے فلانے محلہ میں جوائی نام
ایک کسبی بڑی نامی ہے اُس نے پانسو روپے دے کر ایک سکھ سے اس
کو مول لیا تھا اُس کے یہاں وہ ہے اُس نے اس کو اپنی بیٹی کر کے
رکھا ہے میں نے کہا اس سے میری ملاقات کیونکر ہو اس نے کہا کہ

تم کہاں اُترے ہو میں نے کہا اس حویلی میں نواب سرفراز خاں
کے پاس اُس نے کہا ہندؤں کی کل برسی ہولی ہے جوائی تمہارے
نواب صاحب سے ملنے کو آویگی اور اس کو بھی اپنے ساتھ لاویگی اس
وقت اُس سے ملاقات کر لینا یہ بات سُن کر میں اپنے ڈیرے پر چلا
گیا پھر اس کے دوسرے یا تیسرے دن ہندؤں کی ہولی ہوئی اُس
دن جوائی اس کو لے کر نواب سرفراز خاں کے پاس آئی اور بہی کئی ا
رنڈیاں نامی نامی لاہور کی اُس کے ہمراہ تھیں اور چند آدمی جوائی کے نوکر
چاکر بھی ساتھ تھے ایک سے میں نے پوچھا کہ جس کو جوائی نے اپنی بیٹی
بنایا ہے وہ کون سی رنڈی ہے اس نے اس کی طرف اشارہ کرکے مجھ سے
کہا کہ وہ ہے میں نے اُس کے قریب جاکر پوچھا کہ تو کہاں کی رہنے والی
ہے یہ بات سُن کر اُس نے اپنا سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا جیسے کوئی
نہایت شرما جاتا ہے پھر کئی بار میں نے پوچھا مگر اُس نے مارے شرم کے
کچھ جواب نہ دیا پھر اس کے ساتھ کی ایک رنڈی نے کہ سمہ میں جو
موضع لاہور کا امیر خاں ہے اس کی یہ بہن ہے اس کو وہاں سے سکھ
پکڑ لائے تھے ان سے جوائی نے پانسو روپے دے کر مول لیا ہے
اس کے ساتھ اور بہی بہت عورتیں وہاں کی پکڑ آئی تھیں وے
بھی سب اسی شہر میں جابجا ہیں کوئی تو ہم لوگوں کے یہاں ہیں اور

کوئی سپاہیوں کے پاس ہیں میں نے کہا کہ وہاں کے لوگوں نے ہمارے
حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب کو اپنا اور پیر و مرشد بنا کر بغاوت
کی یہ ثمرہ اسی بغاوت اور بدعہدی کا ہے کہ ایسے ایسے نامی رئیسوں
کی بیویاں اور بیٹیاں ایسی جگہ آکر پڑیں اُس نے پھر کچھ جواب نہ دیا
پھر وہاں سے میں اپنے بستر پر چلا آیا انتہی اور ایک حال راج
دواری کا یہ ہے کہ ماہ شعبان کی تیسری شب کو حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی بیوی ہاجرہ مغفورہ مرحومہ پیدا ہوئیں اور نام اُن
کا ہاجرہ خود حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے رکھا تھا کہ جب ان
کے تولد کی خبر حضرت کو دی گئی تب آپ نے سب حاضرین لوگوں سے
مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہم ہجرت کر کے آئے ہیں اس سبب سے
ہم نے نام اس کا ہاجرہ رکھا اور میاں جی چشتی صاحب نے حضرت کے
حکم سے جا کر اُن کے مکان میں اذان کہی اور ساتویں روز حضرت نے
ایک بکری ذبح کروا کر اس کا گوشت لوگوں میں تقسیم کروا دیا اور معاملہ
اس عقیقہ کا یوں ہوا کہ جب وہ بکری ذبح کی گئی تو لوگوں میں گفتگو ہونے
لگی بعضے کہتے تھے کہ ہڈی اس کی نہ ٹوٹنے پاوے صرف جوڑ جوڑ جدے
کر لئے جاویں اور سر اور پاؤں اور اوجھڑی زمین میں دفن کر دیں
اور بعضے کہتے تھے کہ ہڈیاں توڑنے میں کچھ قباحت نہیں آخر کو یہ مسئلہ
لوگوں نے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پوچھا اور اس آپس کی گفتگو

بیان کیا مولانا صاحب نے فرمایا کہ جو شرائط قربانی کے جانور
کے ہوتے ہیں وہی عقیقہ کے ہیں ہڈی توڑنے میں کچھ قباحت نہیں
یہ بات سن کر سب خاموش ہو رہے پھر جیسے قربانی کا جانور
بنایا جاتا ہے ویسے ہی اس کو کاٹ کر بنایا انتہیٰ اور ایک حال
راج دواری کا یہ ہے کہ محمد امیر خاں قصوری کہتے ہیں کہ حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے جس مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اس میں
وہاں کا پیال بچھوایا تھا اسی پر سب لوگ نماز پڑھتے تھے ایک
روز کئی ملا اس نواح کی بستیوں کے حضرت کی ملاقات کو آئے تھے
اُنھوں نے جو پیال مسجد میں بچھا ہوا دیکھا تو آپس میں کہا کرنے
لگے کہ یہ پیال ناپاک ہے اس میں بیلوں کا گوبر اور پیشاب لگا ہے
اس پر نماز پڑھنی دُرست نہیں آخر کو یہ تمام غازیوں کو معلوم ہوا
کہ ملا کہتے ہیں کہ پیال نجس ہے اس پر نماز نہیں ہوتی غازیوں نے کہا
کہ تم کس راہ سے اس کو ناپاک کہتے ہو یہ پاک ہے ہمارے ہندوستان
کی اکثر مسجدوں میں ہمیشہ جاڑوں میں پیال بچھاتے ہیں اور اسی پر نماز
پڑھتے ہیں صدہا عالم اور مولوی وہاں ہیں کسی نے کبھی نہیں منع کیا
کہ اس پر نماز نہیں ہوتی ان ملاؤں نے کہا کہ تم زبانی تقریر نہیں
جانتے یہ مسئلہ کسی کتاب سے ہم کو ثابت کر دو تب ہم مانیں گے ورنہ

نے کہا کہ وقت عصر کے حضرت امیرالمومنین نماز پڑھنے کو آوینگے
اس وقت اس کا مسئلہ پوچھ لینا اس بات کو اُنھوں نے قبول کیا
پھر جب نماز عصر کو حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لائے اُس وقت حبیب اللہ
خاں نے حضرت سے عرض کی کہ جو ملا لوگ آپ کی ملاقات کو آئے ہیں
وے کہتے ہیں کہ یہ پیال نجس ہے اس پر نماز نہیں ہوتی آپ اس
میں کیا فرماتے ہیں آپ نے کچھ دیر سکوت کر کے فرمایا کہ یہ مسئلہ
ان کو نہیں معلوم ہے اس سبب سے وہ منع کرتے ہیں اُن سے جاکر
کہو کہ یہ پیال ناپاک نہیں ہے نماز اس پر درست ہے حبیب اللہ خاں
نے عرض کی کہ وے زبانی تقریر نہیں مانتے وے کہتے ہیں کہ ہم کو کتاب
سے ثابت کر دو تب ہم مانیں گے آپ نے فرمایا کہ اُن سے جاکر کہو کہ تم
اپنی فقہ کی کتابوں میں دیکھو یہی مسئلہ نکلیگا حبیب اللہ خاں نے عرض
کی کہ کتابوں میں مسئلہ دکھوانا کیا ضرور آپ فرماویں تو پیال اٹھوا کر
گھاس بچھوادی جاوے اور یہ عرض حبیب اللہ خاں نے اس لئے کی
کہ اُن کے دل میں اس بات کا شبہہ گذرا کہ وے لوگ مسائل کے عالم
ہیں اور حضرت کو یہ علم ظاہری اس قدر نہیں شاید کتابوں میں اُنھیں
کے کہنے کے موافق نکلے تو حضرت کی طرف سے اعتقاد ان کے دلوں میں
کم ہو جاوے گا حضرت نے فرمایا کہ نہیں خان بھائی تم جاکر اُن سے

کہو کہ اپنی کتابوں میں دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ اسی طرح نکلیگا
یہ بات سن کر حبیب اللہ خاں نے جا کر اُن لوگوں سے کہا کہ حضرت
امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ تم اپنی کتابوں میں تلاش کرو انشاء اللہ تعالیٰ
یہ مسئلہ اسی طرح نکلیگا جیسے ہم کہتے ہیں اور اُس وقت ہر ایک ملا
اپنی اپنی کتاب لئے بیٹھا تھا سب نے اپنی اپنی کتاب کھول کر دیکھی تو قدرت
الٰہی سے کہ پیال پاک ہوتا ہے تمام ملا شرمندہ ہو کر رہ گئے اور کہنے لگے
کہ سید بادشاہ سچ فرماتے ہیں ہم سے غلطی ہوئی ہم پہلے نہیں سمجھے تھے
اور یہ بات سید بادشاہ کی کرامت سے ہوئی انتہیٰ اور ایک حال
راج دواری کا یہ ہے کہ محمد امیر خاں قصوری اور میاں خدا بخش
رامپوری اور عبدالقیوم وغیرہم کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
راج دواری میں چند روز رہ کر ناصر خاں اور حبیب اللہ خاں وغیرہ
خوانین سے جو وہاں حاضر تھے فرمایا کہ بھائیو ہم لوگ بخیار سے واسطے
تدبیر جہاد کے تم صاحبوں کے بلانے سے یہاں آئے ہیں اور اتنے دنوں تم
صاحبوں کی ضیافتیں اور مٹھائیاں کھالیں اب کوئی ایسی راہ نکالو کہ کچھ
کاروبار جہاد فی سبیل اللہ کا جاری ہو بیکار بیٹھے بیٹھے طبیعت گھبراتی
ہے اُن سب نے عرض کی کہ بہت بہتر ہم انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تدبیر
اس کی کرتے ہیں پھر ان صاحبوں نے اس قلعے کے درون کے خوانین کو

واسطے اسی مشورت کے بلایا ہٹیکڑے کے سعادت خاں اور سامی
خاں کو اور درۂ کونش کے محمد خاں اور بارک خاں اور سجوّن کے
درے کے حسن علی خاں کو اور موضع گجھوری کے ملک کو نام اس
کا یا دہیں اور موضع جھیرگرام کے شاہزادہ خاں ملک وغیرہم
کو ان میں سے بعضے بعضے تو خود آئے اور بعضوں نے اپنی طرف
سے وکیل بھیجے اور درۂ ندبیاڑ کے ملک اور خوانین تو اکثر حاضر ہی
تھے انھیں نے مشورت کرکے سب کو ملوایا تھا پھر ناصر خاں اور
حبیب اللہ خاں وغیرہ ان سب کو لے کر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ سب ملک اور خوانین اس نواح
کے حاضر ہیں اب جو کچھ ارشاد ہو وہ بات تجویز کریں آپ نے
فرمایا کہ تم سب آپس میں مشورہ کرکے جو بہتر جانو وہ بات
ٹھہرا کر ہم سے کہو پھر جو ہمارے خیال میں آویگا وہ ہم بھی کہینگے
پھر جس بات کو پسند کرنا اس کو قائم رکھنا پھر ناصر خاں اور
حبیب اللہ خاں وغیرہ ان سب کو ایک جگہ لے کر بیٹھے اور اُن سے
کہا کہ سید بادشاہ فرماتے ہیں کہ ہم پنجتار سے تم سب بھائیوں
کی درخواست سے یہاں آئے ہیں سو اب ہم چاہتے ہیں کہ کچھ
کاروبار جہاد کا شروع ہو اور تم سب صاحب اس ملک کے

بھیدی اور واقف کار ہو اور ہم لوگ نووارد ہیں جو تم صاحب
راہ نکالو اس طرح ہم اس کار خیر کو شروع کریں سواب تم
سب مل کر ایک بات تجویز کر کے کہو پھر ہم اس کو سید بادشاہ
سے عرض کریں آگے ماننے نہ ماننے کا ان کو اختیار ہے پھر ان سب
نے آپس میں جرگہ کر کے یہ بات نکالی کہ سید بادشاہ لشکر
سے اگر اس راج دواری میں قیام کرینگے اور موسم بارش برف کا
قریب آیا ہے تو سامان ضروری غلہ وغیرہ واسطے تمام لشکر کے
پہنچانے میں ہم سب کو تکلیف ہوگی اور سکھوں کی تحصیل کے دن قریب
ہیں ان کے آنے کے پہلے اگر دو تین دروں کے منہ پر تھوڑا تھوڑا
لشکر متعین کر دیا جاوے تو دروں کے اندر کی رعایا قابو میں آجاوے
اور اُن سے سکھ لوگ ظلم و تعدی کر کے دو چند سہ چند حاصل
لیتے ہیں اور ان کو تباہ کرتے ہیں مگر یہ لوگ مغلوب ہیں کیا کریں
اور سید بادشاہ کے لوگ اگر ان کو اپنے قابو میں لا کر ان پر عشر
یعنی دسواں حصہ مقرر کرینگے تو اُن پر گراں باری نہ ہوگی بیشک
مان لینگے اور سید بادشاہ کی اطاعت اور اعانت منظور کرینگے
پھر جب ادہر سے سکھوں کا لشکر آویگا اُس وقت ہم سب مسلمان

اس نواح کے سید بادشاہ کے شریک ہو کر ان سے نپٹ لینگے
اس تدبیر میں وہاں کے غازیوں کو بھی بافراغت کھانے پینے کا
آرام ہوگا اور یہاں سید بادشاہ جو تھوڑے لوگوں سے رہینگے
ان کو بھی غلہ وغیرہ سامان ضروری پہنچے جاویگا انتہیٰ پھر ناصر
خاں اور حبیب اللہ خاں وغیرہ نے حضرت علیہ الرحمۃ سے آکر
اس خبر کے کا حال عرض کیا ہم سب نے یہ بات تجویز کی ہے آپ
نے یہ تمام تقریر سن کر اسی کو قائم رکھا مگر اتنا فرمایا کہ اس کاروبار
عشر وغیرہ کے تم مختار ہو ایسا کام کرنا کہ رعایا پر کسی نوع زور
و زیادتی نہ ہونے پاوے کہ ان پر حکومت ہم لوگوں کی ناگوار
گذرے اس بات کے لئے ہم نہیں راضی ہیں پھر اس کے دوسرے
یا تیسرے روز حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے واسطے ردو کنے
دروں کے لشکر بھیجنے کی تیاری کی اور تھوڑا سا لشکر راج دواری
میں اپنے پاس رکھا اور باقی لشکر ظفر پیکر پر مولانا محمد اسماعیل صاحب
کو امیر کیا اور مولوی خیر الدین صاحب شیر کوٹی کو مولانا صاحب
کے ہمراہ کیا اور یہ بھی مولانا صاحب سے فرمادیا کہ یہ مولوی
صاحب عقل و فہیم شخص ہیں جو کام کرنا تو اس کی صلاح مشورت

میں ان کو بھی شریک کرلیتا اور سب مجاہدین نصرت قرین ہمراہ
مولانا صاحب کے قریب چار سو کے تھے ان میں اکثر قندہاری تھے
اور کچھ پنجابی اور کچھ ننگرہاری اور کچھ ہندوستانی وغیرہم تھے اور کئی معتبر
شخصوں کو کہ واقف کار اور باشندے اس ملک کے تھے نام اُن کے
یاد نہیں واسطے رہبری کے معین کیا اور دعائے خیر کرکے رخصت فرمایا اُس
روز مولانا صاحب راج دواری سے کوچ کرکے موضع چھتر میں کہ ایک
منزل تھا مقام کیا پھر اس کی صبح کو ان رہبروں نے یہ مولانا صاحب
کو صلاح دی کہ بڑے دغدغہ کی جگہ درہ نگرننگ ہے کہ اکثر سکھوں
کی آمد اسی طرف آتی ہے مولوی خیرالدین صاحب کو لشکر کے کہ آپ
وہاں متعین فرماویں اور کچھ تھوڑے لشکر سے آپ سچون میں قیام
کریں وہاں کا خان حسن علی خاں آدمی نیک بخت ہے وہ بخوبی آپ
کی خدمت کریگا پھر مولانا صاحب نے پچاس ساٹھ آدمی اپنے پاس رکھ
کر اور باقی اور لشکر پر مولوی خیرالدین صاحب کو امیر کرکے نگرننگ
کے روانہ فرمایا اور آپ وہاں سے دو ڈھائی کوس موضع سرکول میں
رہے پھر اسی روز یا اور روز موضع سرکول سے مولانا صاحب ایک
غازی کو ساتھ لے کر واسطے کسی کام کے راج دواری میں حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لے گئے حضرت نے پوچھا

کہ میاں صاحب آپ کا کیونکر آنا ہوا مولانا صاحب نے عرض کی کہ میں
نے خط لکھنے میں اپنی تسلی نہ سمجھی اس واسطے میں آیا کہ جو کچھ عرض کرنی ہو
تو میں بالمشافہ عرض کر کے اپنی تسلی کر لوں حضرت نے فرمایا کہ آئے
تو خوب کیا جو کچھ گفتگو کرنی ہو آج رات بھر تم کو اجازت ہے جو چاہو
سو گفتگو کر لو اور کل صبح کو اپنے لشکر میں جاؤ پھر جو کچھ صلاح
و مشورت کرنی تھی اس رات کو کر کے تسلی کر لی مگر وہ صلاح و
مشورت ہم کو نہیں معلوم کہ کیا تھی اگلے روز حضرت امیر المومنین
امام المجاہدین علیہ الرحمۃ والرضوان نے چودہ پندرہ مجاہدین نصرت
قرین ہمراہ کر کے مولانا صاحب کو رخصت فرمایا میاں خدا بخش رامپوری
کہتے ہیں کہ ان چودہ پندرہ غازیوں میں ایک میں ایک میں تھا اور
ایک شیخ نصرت بانس بریلوی اور ایک کریم بخش پنجابی اور ایک
سبلو خاں دینی اور ضرحے کے ولی داد خاں تھے اور باقی صاحبوں کے
نام یاد نہیں پھر اس روز مولانا صاحب موضع سرکول میں رہے
اگلے روز سب کو ہمراہ لے کر وہاں سے مع الخیر روانہ ہوئے اور
راہبر لشکر کا ناصر خاں تھا پھر اس روز جا کر موضع سیحون میں
داخل ہوئے وہاں کے حسن علی خاں نے مولانا صاحب سے ملاقات
کی اور ایک حویلی خالی کروا کے اس میں اُتارا اور غازیوں کو مسجد
میں اُتارا پھر وہیں سب لوگ رہنے لگے اور جس روز

مولانا صاحب پچون میں پہنچے تھے اسی روز سے برف پڑنا شروع ہوا
تھا اور اس ملک میں پڑنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اس کے اگلے روز
کچھ دن چڑھے وہاں کے تمام ملا خانہ بخانہ لوگوں کو مبارکباد دیتے
کہتے پھرتے تھے اور لوگ ان کو مارے خوشی کے مینڈھے بکرے گائے
بیل وغیرہ بطور نذر کے دیتے تھے یہ اس ملک کا دستور ہے انتہی پھر
مولانا صاحب کے پہنچنے کے دوسرے یا تیسرے روز حسن علی خاں نے اپنے
ضلع کے ملکوں اور گوجروں کو بلا کر فہمائش کیا کہ سید بادشاہ نے
یہاں اپنا لشکر بھیجا ہے سو تم لوگوں نے اس فصل کے حاصل میں سے
جو کچھ سکھوں کو دیا ہو اس سے کچھ غرض نہیں مگر جو کچھ اب اس میں تمہارے
ذمہ باقی ہو وہ تم ان کو دو اگر تم کو سکھوں کا خوف ہو تو جب وے
آوینگے تب غازی لوگ آپ ان سے سمجھ لینگے تم اس کا اندیشہ نہ کرو
پھر ان سب نے اس بات کو قبول کیا اور حسن علی خاں سے رخصت ہو کر
اپنی اپنی بستی کو گئے اور جو کچھ اس موسم کی تحصیل سے باقی تھا اس کا
غلہ تھیلوں میں بھر بھر کر پہنچانے لگے اور بعضے لوگ نرخ بازار
کے حساب سے غلہ بیچ کر نقد روپیہ لاتے تھے اور غلہ اس فصل کا
اکثر وہاں تھا اور ایک حال راج دواری کا محمد میر جان

قصوری یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
وقت اشراق کے چارپائی پر لیٹے ہوئے کچھ وعظ فرما رہے تھے اس وعظ
میں یہ فرمایا کہ بعضے وقت جناب عمل قلیل ایسا مقبول ہوتا ہے کہ سبب
نجات کا ہو جاتا ہے اور بعضے وقت عمل کثیر کہ جس میں بہت زر و مال
صرف ہوتا ہے اس قدر مقبولیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی
ہے اس کو قلیل و کثیر کی کچھ پروا نہیں چنانچہ ایک روز کا مذکور ہے کہ میں
اپنے تکیہ کی مسجد میں بیٹھا تھا ایک محتاج فقیر نے آکر مجھ سے سوال کیا اور
میں نے کبھی سن تمیز سے آج تک کسی سائل کو حتی المقدور خالی نہیں پھیرا تھوڑا
یا بہت کچھ دے کر رخصت کیا مگر اس وقت میرے پاس دینے کو کوئی چیز
حاضر نہ تھی میں اس کو ٹھہرا کر اپنے گھر گیا اور گھر کی عورتوں سے کہا کہ اس
وقت کسی کے پاس کوئی پیسہ ہو یا کچھ کوڑیاں ہوں ہم کو دے اللہ تعالیٰ
اس کو جنت عطا کریگا پھر کسی نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس وقت
پیسہ کوڑی کچھ نہیں ہے اس وقت ہماری بیٹی سارہ ہمارے بھتیجے
اسمعیل کے ساتھ گڑیاں کھیل رہی تھی اُس نے سنا اور مجھ سے کہا کہ ا
میاں چھدام کی کوڑیاں میرے پاس ہیں اگر اتنی کوڑیوں کے دینے
سے جنت ملتی ہے تو میں لیتی ہوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ جس کو پروردگار
جنت دیوے وہ پاوے دیکھو تو خردسالہ یہ لڑکی کیسا اس بات

کو سمجھ گئی یہ عنایت الٰہی ہے پھیر دونے کوڑیاں سارہ سے لے کر میں مسجد
میں گیا اور اس سائل کو دے کر رخصت کیا انتہیٰ **اور ایک حال راج**
دواری کا یہ ہے کہ میاں خدا بخش مو رامپوری سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں
کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ پیشاور سے مراجعت کر کے مع الخیر پنجتار
میں آئے تو ایک روز وہاں کے نالہ پر شیشموں کے درختوں کے تلے جامع مسجد میں
بعد نماز عصر کے کچھ وعظ فرما کر بیٹھے تھے اس میں میاں جی چشتی صاحب نے
آکر عرض کی کہ حضرت میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہدایت بھی کی اور بیعت
امامت بھی کی ہے ولیکن اب یہ آرزو ہے کہ بیعت کروں جو اصحاب صفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہم نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر
کی تھی یہ سوال خیر مآل اُن کی عالی ہمتی کا حضرت علیہ الرحمۃ نے بہت
پسند کیا اور اسی جگہ ان سے بیعت لی ان کو دیکھ کر اور بھی اکثر غازی
بھائیوں کو رغبت ہوئی کسی نے اُسی روز اور کسی نے اور روز بیعت
کی غرضکہ اس روز سے یہ بیعت مذکورہ ہوئی اور عہد و پیمان اس
بیعت موصوفہ میں یہ تھا کہ اپنی چھوٹی بڑی سب حاجتوں کو سوا خدا
کے کسی سے نہ طلب کرینگے اور جو بات اپنے حق میں معیوب اور مکروہ
جانیں گے وہ اور کسی مسلمان بھائی کو نہ کہینگے اور اپنی حاجت مزدیا
پر اور مسلمان بھائی کی حاجت کو مقدم رکھیں گے اور جو چیز اپنے

نفس کے لئے پسند کرینگے وہی اور مسلمانوں کے واسطے بھی پسند کرینگے
اور جو کام کرینگے وہ واسطے رضامندی پروردگار کے کرینگے اپنے
نفس کی خواہش کا کام نہ کرینگے انتہیٰ پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ
بخارے سے مراج دواری میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں اکثر غازیوں نے
بھی بیعت کی جبکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کے ہمراہ جانے کو میرا نام بھی لکھا
گیا تو میرے چھوٹے بھائی الہی بخش نے مجھ سے کہا کہ بھائی زندگی اور
موت خدا کے اختیار میں ہے اور اب تم حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے
جُدے ہوگے پھر دیکھیا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کب ملاوے سو جیسے اور بھائیوں
نے بیعت اصحاب صفہ کی کی ہے تم بھی کر لو میں نے کہا کہ ہاں تم اچھی بات
کہتے ہو مگر میرے نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ میں اس بیعت کا حال ابھی
تک نہیں سمجھا ہوں اور سمجھ بوجھ کر کام کرنا اچھا ہوتا ہے اگر کوئی
بھائی مجکو سمجھا دے تو پھر میں بھی کر لوں اُنھوں نے کہا کہ اس وقت
تو اس کا حال معلوم کرنا نہیں ہو سکتا پہلے ابھی بیعت کر لو پھر کبھی کسی
صاحب سے پوچھ کر دلجمعی کر لینا کیونکہ یہ تو بیشک جانتے ہو کہ یہ
بات کچھ تو بہتر ہے جو سید صاحب کے خاص خاص لوگوں نے بیعت کی
ہے یہ بات میرے بھی خیال میں آگئی پھر میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی
خدمت میں جاکر عرض کی کہ آپ نے مجکو مولانا صاحب کے ہمراہ

میں لکھوایا ہے اب دیکھئے کب اللہ تعالی آپ کے دیدار سے مشرف کرے
سو اس وقت میں آپ کے پاس اس واسطے آیا ہوں کہ اصحاب صفہ کی بیعت
میں تبرکاً میں بھی شریک ہوں اگرچہ میں اس کے حال سے باخوبی واقف
نہیں ہوں اور نہ اپنے میں اس قدر جرات اور حوصلہ دیکھتا ہوں کہ اس
بار گراں کو اٹھاؤں مگر ساتھ تائید الہی کے میری مثال اس امر میں ایسی
ہے جیسے حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام کی خریداری کو ایک بڑھی سوت کی
انٹی لے کر گئی تھی لوگوں نے اس سے کہا کہ بڑے بڑے خریدار لاکھوں روپے
دینے کو موجود ہیں تجکو وہاں کون پوچھیگا اُس نے کہا کہ یہ بات میں
بھی جانتی ہوں کہ میں وہاں کس گنتی میں ہوں لیکن خریداروں میں
تو شمار ہوں گی سو حضرت آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالی مجکو
اس بیعت پر تا دم موت ثابت قدم رکھے حضرت نے فرمایا کہ تم سچ کہتے
ہو میرا بھی یہی حال ہے کہ مجکو اپنے نفس پر اعتماد نہیں ہے مگر ساتھ تائید
پروردگار کے تم میرے واسطے بھی دعا کرو کہ مجکو اس طریق پر اللہ تعالی
ثابت رکھے پھر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ سے بیعت لی اور دعا
کر کے مجکو رخصت کیا انتہی اب باقی حال مولوی خیر الدین
صاحب کا بیان ہوتا ہے کہ جب مولانا صاحب نے مولوی خیر الدین
صاحب کو امیر کر کے کوئی ساڑھے تین سو آدمیوں سے موضع بگڑ ننگ

میں جا کر داخل ہوئے اور وہاں کے ملک سے ایک حویلی خالی کروا کر اس
میں آپ اُترے اور وہاں کے حجروں اور مسجدوں وغیرہ میں اپنے لوگوں کو
اتارا اور وہاں کے کھانے کا یہ طور تھا کہ مولوی صاحب وہاں کے خانوں اور
گوجروں سے غلہ تحصیل کر کے اپنے لشکر کو تقسیم کرتے تھے اور جو کام کرتے تھے
وہ صرف اپنی تدبیر سے کرتے تھے کسی خاں یا ملک وغیرہ کی تجویز پر نہ تھے
اور ایک مہینہ کامل اسی طور گذرا اور اسی مدت کے اندر کبھی کبھی جو سکھ لوگ
موضع شنکاری سے درہ پکڑ نگ کے آنے کا ارادہ کرتے تھے تو مولوی
صاحب اپنی جماعت کو درہ کے مُنہ پر بھیجدیتے تھے وے ان سکھوں کا
مقابلہ کرتے وے بھاگ کر شنکاری کی گڑھی میں گھس جاتے اور درے
میں آنے کی تو کیا مجال تھی اور کئی بار ایسا ہی معاملہ واقع ہوا ایک بار
چند قندہاری بطور گشت کے درے کے باہر گئے تھے اتفاقاً وہاں چند سکھ
بھی شنکاری کے آئے تھے غازیوں کو دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے
باوجودیکہ غازی لوگ سکھوں سے آدھے بھی نہ تھے مگر جا کر پہاڑ پر
ان کو روکا اور ان میں سے ایک غازی نے دوڑ کر مولوی صاحب کو
خبر کی وہ تیس چالیس غازی ہمراہ لے کر ان کی مدد کو گئے اور کچھ لوگ
لشکر کے یہ خبر سُن کر مولوی صاحب سے پہلے ان میں جا کر شریک ہوئے

تھے اور نگرنبگ سے وہ پہاڑ تخمیناً کوس بھر تھا وہاں تک جاتے
جاتے آفتاب غروب ہوگیا اور اندھیرا ہوا وہ سکھ خدا جانے کون
طرف پہاڑ سے اُتر کر اپنی گڑھی میں چلے گئے پھر مولوی صاحب بھی
سب کو ہمراہ لے کر نگرنبگ میں آئے اور سچون اور نگرنبگ کے
درمیان میں دو ڈھائی کوس کا فاصلہ ہے پھر ایک روز مولوی
خیرالدین صاحب کے پاس مولانا محمد اسماعیل صاحب کا آدمی آیا اور
خط لایا مضمون اُس کا یہ تھا کہ تم اپنے مع اپنے لوگوں کے تیار رہو دو
تین دن کے اندر غالب ہے کہ واسطے تمہارے بالاکوٹ جانے حکم امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کا آنے والا ہے انتہی پھر تیسرے روز مولانا صاحب کا حکم
پہنچا کہ تم مع لشکر بالاکوٹ کو چلو تمہارے تین چار روز کے بعد ہم بھی
آوینگے اور یہ حکم مولوی صاحب کے پاس دوپہر کو آیا تھا اور اس رات
کو برف بھی بہت پڑا تھا لیکن مولوی صاحب نے اس بات کا کچھ
خیال نہ کر کے اسی روز نگرنبگ سے طرف بالاکوٹ کے کوچ کیا اگرچہ
بالاکوٹ وہاں سے قریب تین ہی کوس کے تھا مگر برف کے پہاڑوں
کے چڑھنے اُترنے میں لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی اور فضل الٰہی سے
صحیح و سلامت چار گھڑی رات گئے بالاکوٹ میں جا کر داخل ہوئے اور اُس

کی صبح کو کچھ دن چڑھے مولوی صاحب نے وہاں کے بنیوں سے غلہ
لے کر لشکر میں تقسیم کیا پھر کئی رئیس اس ملک کے اسی روز بعد دوپہر
کے مولوی صاحب کی خبر سُن کر واسطے ملاقات کے بالاکوٹ کے دریا
پر آئے ایک ان میں سلطان زبردست خاں سلطان نجف خاں کا
چچیرا بھائی تھا کہ سلطان نجف خاں نے ساتھ جماعت سکھوں کے
سلطان زبردست خاں کو مظفر آباد سے نکال کر آپ مظفر آباد پر
قابض ہوا تھا اور ایک دوسرا سلطان نجف خاں تھا وہ بھی سکھوں
کے خوف سے اپنے ملک کو چھوڑ کر درابہ کے پہاڑوں میں اپنے اہل وعیال
سے بیٹھا تھا اور ملک اُس کا مابین مظفر آباد اور کشمیر کے تھا اور ایک راجہ
منصور خاں والی درابہ کا بھائی راجہ مظفر خاں تھا وہ بھی اپنے بھائی
مذکور کے خوف سے بھاگا ہوا تھا اور ایک حبیب اللہ خاں گڑھی والا
جس کو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے ناصر خاں تہ کوٹ والے سے
ملایا تھا اس کا بیان آگے ہو چکا ہے وہ تھا وہ بھی اپنی گڑھی چھوڑ کر
سکھوں کے خوف سے بھاگا ہوا تھا اور اپنے اہل وعیال درہ بالاکوٹ
میں طرف کاگان کے رکھے تھا پھر ان سب نے مولوی صاحب کو پیغام
بھیجا کہ ہم بالاکوٹ میں نہیں آسکتے اگر آپ درہ اُتر کر اس پار تشریف
لادیں تو ہم آپ سے کچھ مشورت کریں یہ پیغام سُن کر مولوی صاحب

ان کے پاس گئے ہر ایک خان کمال تپاک سے ملا اور خوش ہوا
پھر ہر ایک نے اپنا حال اظہار کیا کہا کہ ان دنوں سلطان نجف خاں ہمراہ
شیر سنگھ سکھ کے طرف پشاور کے گیا ہے اور مظفر آباد خالی ہے فقط
آٹھ سو سکھوں کا لشکر وہاں تھانہ ہے دریائے مظفر آباد کے
کنارے گڑھی میں، سو ان سکھوں کی کچھ حقیقت نہیں تمہارے لشکر کی
آمد کا آوازہ سنتے ہی گڑھی چھوڑ کر بھاگ جاوینگے اور علاوہ اس کے
اُن سے لڑنا اور مقابلہ کرنا تو ہمارا کام ہے تم برائے نام اپنا لشکر لے
کر ہمارے ساتھ ہو جب مظفر آباد میں تمہارا تھانہ ہوا تو پھر ہم سب
اپنے اپنے مقام پر قابض ہو جاوینگے پھر راج دواری سے حضرت
امیر المومنین بلا دغدغہ مظفر آباد میں چلے آویں اور وہاں بیٹھ کر تدبیر کشمیر
لینے کی باخوبی ہو سکے گی اور جب شیر سنگھ اور سلطان نجف خاں پشاور
سے پھرینگے تو پھر مظفر آباد کا ہاتھ آنا بہت دُشوار ہو جاویگا اور
اپنے قابو کی بات نہ رہیگی یہ تمام داستان سُن کر مولوی صاحب نے کہا کہ
مجکو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا اتنا ہی حکم ہے کہ بالاکوٹ میں جا کر اپنا
تھانہ کرو اور تمہارے پیچھے سے مولانا محمد اسماعیل صاحب آوینگے سو میں تو
ان کا فرماں بردار ہوں خود مختار نہیں ہوں کہ اپنی طرف سے تمہارے کہنے پر
پیش قدمی کروں اور سوا اس کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اس ملک میں

تازہ وارد ہیں یہاں کے سلاطین اور خوانین سے ملاقات ہی نہیں
کی جو ان کی خوخصلتوں سے واقف ہوں اور نہ ابھی تک تم صاحبوں
نے ان کو دیکھا اور نہ ان کی نیت اور ارادہ سے واقف ہو جبتک
ایک دوسرے کی عادت اور نیت سے واقف نہ ہولیں تب تک ہم تمہاری
تم لوگ مانند اپنے ہم کو بھی طالب ملک وحشمت جانتے ہو اور یہ بات غلط
ہے ہماری اور تمہاری نیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے جبتک ہماری
اور تمہاری نیت ایک نہ ہولے تب تک ہم سے تمہاری رفاقت نہیں ہونے
کی اول مناسب یہ ہے کہ تم سب حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں جاکر
حاضر ہو اور ان کا ارادہ معلوم کرو اور اپنی نیت کا حال اُن سے عرض
کرو بعد اس کے جیسا حکم ہوگا ویسا کیا جاویگا اور بغیر وہاں کے جانے کے
ہم سے اُمید اپنی رفاقت کی ہرگز نہ رکھو انھوں نے کہا ہاں یہ تم قاعدے
کی بات کہتے ہو مگر وہاں کے آنے جانے میں عرصہ بہت لگے گا اس درمیان
میں اگر شیر سنگھ پشاور سے آگیا تو پھر کچھ نہیں ہونے کا اور علاوہ اس کے
سب کے اہل و عیال مع اسباب مال اس درے میں ہیں جبتک ان کی
طرف سے ہم کو تسلی اور دلجمعی نہ ہوگی ہم حضرت امیرالمومنین کے پاس
نہیں جا سکتے مولوی صاحب نے کہا کہ تمہارے اہل و عیال تو درہ کوٹ
میں ہیں اور میں خود مع لشکر اس درے میں موجود ہوں انشاءاللہ تعالیٰ

ان کی حفاظت کا ضامن میں ہوں تمہارے آنے تک انھوں نے
کہا ہمارے اہل وعیال کی حفاظت بغیر مظفر آباد جانے کی نہیں ہو سکتی
وہاں بیٹھنے سے سب درے بالاکوٹ اور ندہیاڑ اور کاگان وغیرہ
کے رُکتے ہیں اور انھیں دروں میں ہمارے سب اہل وعیال متفرق ہو رہے
ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے بلکہ مظفر آباد میں جانے سے
ان کی محافظت ہمارے قابو سے نکل جاویگی اور پھر ہم سے ان دروں
کی حفاظت نہ ہو سکے گی اور اس قدر بہت لشکر میرے پاس نہیں کہ کچھ یہاں
بالاکوٹ میں رکھوں اور کچھ مظفر آباد میں روانہ کروں اُنھوں نے کہا
کہ آپ کے غازیوں کی ہمراہی تو ہم برائے نام چاہتے ہیں اور سکھوں
سے تو ہم مقابلہ کرینگے اور لڑینگے مولوی صاحب نے کہا کہ میں تمہارے
ان دعووں میں نہیں آنے کا یہ اُس سے کہو جو نہ جانتا ہو اگر اتنی ہی ہمت
اور حمیت تم میں ہوتی تو اپنے اپنے مکان تم کیوں چھوڑ کر بھاگے پانچ
برس کا عرصہ ہی مقابلہ کرتے ہوئے ہم کو گذرا اس ملک کے تمہارے
بھائی بندوں کا حال خوب معلوم ہوا کسی کے بیان کرنے کی حاجت نہیں
غرضکہ تین دن تک یہی گفتگو رہی وے مظفر آباد کو لیجانا چاہتے تھے اور
مولوی صاحب انکار کرتے تھے بدون حکم حضرت امیرالمومنین کے ہم
کچھ نہیں کرسکتے انتہیٰ اس کے بعد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب

کے سچون سے کوچ کرنے کا بیان ہوتا ہے، بیان خدا بخش صاحب
رامپوری بیان کرتے ہیں کہ جب مولوی خیرالدین صاحب پگڑ ننگ سے
بالاکوٹ کو مع لشکر تشریف لے گئے بعد اُس کے مولانا محمد اسماعیل صاحب
نے موضع سچّون سے کوچ کی تیاری کی اور اپنے سب لوگوں کو ہمراہ لے
کر سچون سے موضع گُبڑ ننگ تشریف لے گئے اور وہیں مقام کیا
اس وقت دن زیادہ تھا کئی قندھاریوں نے مولانا صاحب سے
عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو اس درہ کے باہر جو ضلع پکھلی کی بستیاں
سکھوں کے عمل کی ہیں جاکر دو ایک بستی لوٹ لاویں مولانا صاحب نے
فرمایا کہ ہاں کفار کی بستیاں نمازیوں کو لوٹنی دُرست تھیں مگر اس میں
ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ ان بستیوں کی رعایا لوگ مسلمان ہیں بسبب
غلبہ کفار کے دب کر ان کے محکوم ہوگئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اہل اسلام
کو غلبہ دیگا تب یہ ان کے محکوم ہو جاوینگے اگر آج ان کو لوٹ مار دیگے
تو اس کی ان لوگوں کو سند ہو جاویگی کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کا لوٹنا
دُرست ہے کہ سید بادشاہ کے غازیوں نے ہماری بستیوں کو لوٹا
تھا پھر یہ بھی اپنے ملک میں لوٹ مار کیا کریں گے اور یہ عادت ان کی
نہ چھوٹے گی جیسے ملک عرب کے بدو لوگوں میں باوجود اسلام کے آج
تک یہ عادت لوٹ مار کی ان میں جاری ہے اور کسی طور نہیں چھوٹتی

سو بہتر یہ ہے کہ تم ایسا کام نہ کرو کہ اوروں کو دستاویز ہو جاوے
یہ تقریر پر تاثیر سُن کر وہ قندہاری لوگ اس امر سے باز رہے اور
رات کو وہیں لگُرنبگ میں سب لوگ رہے اگلے روز کھانا پکا اور
کھا کر قریب دوپہر کے وہاں سے کوچ ہوا چلتے چلتے پہاڑ کی چڑہائی
آئی اور وہاں کئی چشمے بھی جاری تھے اور وقت ظہر کا ہوا سب نے وضو
کرکے وہیں نماز پڑہی پھر پہاڑ پر قطار باندہ کر لوگ چڑہنے لگے اور
تمام پہاڑ مارے برف کے سپید بلور سا نظر آتا تھا سب کے آگے سب
گوجروں کے ساتھ ناصر خاں ہنگرامی جاتے تھے اور وے گوجر وہاں
کے پیال کے چپل پاؤں میں پہنے تھے ان کے چلنے سے برف پر کچھ نشان
رستے کا بنتا جاتا تھا اسی نشان پر سب آگے پیچھے چلتے تھے اسی عرصہ
میں ابر آگیا اور برف برسنے لگا اخیر وقت عصر کے برف کا برسنا موقوف
ہوا اور آفتاب نظر آیا اسی وقت جلد لوگوں نے اسی برف سے وضو کرکے
جس نے جہاں موقع پایا وہاں نماز پڑہی کسی نے اکیلے اور کسی نے جماعت سے
پھر نماز مغرب کی کسی نے پہاڑ کے سر پر جاکر پڑہی اور کسی نے ورے اس کے
اور اسی وقت لوگوں نے ماہ رمضان المبارک کا چاند دیکھا پھر وہاں
سے پہاڑ کا اُتار شروع ہوا اور رات کو برف کا اُجالا اس طرح
تھا جیسے چاندنی بلکہ چاندنی سے بھی زیادہ اور بسبب کثرت برف

کے تمام فراز و نشیب پہاڑ کا برابر ہو گیا تھا راہ کا نشان دیتے ہیں معلوم ہوتا تھا سب لوگ اٹکل سے چلتے تھے اور جا بجا ایک دوسرے پر پھسل پھسل گرتے تھے غرضکہ اس وقت مارے تکلیف کے لوگ اپنی زندگی سے تنگ تھے جو دو چار بار پھسل کر گرا پھر اس میں چلنے کی طاقت نہ رہی اور جو چند خچر باربرداری کے گولی بارود سے وغیرہ سے لدے ہوئے تھے وے بھی لوگوں سے چھوٹ گئے اسی اثنا میں کئی آدمیوں نے پکار کر آواز دی کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب گر گئے یہ سن کر تمام لوگ مارے غم کے رونے لگے اور دامن کوہ میں جا بجا چند گھر گوجروں کے تھے مگر ہم لوگوں کو معلوم نہ تھے اور چند گوجروں سے نامر خاں ہم لوگوں سے آگے تھے سوان گوجروں نے اپنی بولی میں دامن کوہ کے گوجروں کو پکارا کہ جلد دوڑو غازی لوگ برف میں گر گئے ان کو اٹھاؤ اسی وقت وہ تمام گوجر اپنے اپنے گھر سے ایک ایک کلہاڑی اور ایک ایک چیڑ کی بشعل کی طرح جلا کر دوڑے ان میں سے ایک گوجر نے مولانا محمد اسماعیل صاحب کو اپنی پشت پر چڑھا لیا پھر مولانا صاحب نے اور گوجروں سے فرمایا کہ اوپر اور بہت غازی بھائی گر گئے ہیں ان کو جا کر سنبھالو پھر انھوں نے ان کو جا کر اپنی پشت پر سوار کیا اور وہاں سے اتار کر اپنے گھروں میں

لائے اور بہت غازی لوگ نہ آسکے وے اسی پہاڑ پر برف
میں پڑے رہے مگر ان کے نزدیک گوجروں نے آگ جلا دی تھی
اور ان سے کہہ دیا کہ خبردار آگ کے نزدیک نہ جانا دور ہی سے
دیکھنا اور جن کو اپنے گھروں میں لے گئے تھے ان کے نزدیک بھی آگ
جلا کر رکھ دیا کہ آگ کے پاس نہ جانا والّا ہلاک ہو جاؤگے پھر
ان گوجروں نے غازیوں کو گرم گرم دودھ پلایا اور اسی وقت کئی
بکرے ذبح کئے اور ان کا گوشت بھون کر دو دو تین تین تکے
تقسیم کئے اور کہا کہ اس وقت یہ تمہاری دوا ہے اور جو لوگ مولانا
محمد اسماعیل صاحب کے پاس تھے اُنھوں نے پوچھا کہ کل صبح کو پہلا روزہ
ہے ہمارے واسطے آپ کیا فرماتے ہیں مولانا صاحب نے فرمایا کہ
ہم لوگ مسافر ہیں مسافروں پر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے
جہاں مقیم ہوں گے وہاں دیکھا جاویگا پھر انھوں نے اور باقی
غازیوں کو یہی حکم سنا دیا پھر جب فجر ہوئی لوگوں نے وضو کر کے
نماز پڑھی اور سب لوگ جا بجا سے مولانا صاحب کے پاس آکر
جمع ہوئے پھر مولانا صاحب نے گوجروں سے فرمایا کہ جو غازی

لوگ پہاڑ پر رہ گئے ہیں ان کو بھی لاؤ اور ہم آج مٹی کوٹ
میں قیام کرینگے اور موضع مٹی وہاں سے قریب آدہ کوس کے تھا
پھر مولانا صاحب حاضرین لوگوں کو لے کر مٹی کوٹ میں تشریف لے
گئے پیچھے سے باقی غازیوں کو گوجروں نے اپنی پشت پر سوار کر کے
وہیں پہنچایا اور جن کو کچھ طاقت تھی وہ اپنے پاؤں چلے گئے پھر
مٹی کوٹ کے گوجروں نے مولانا صاحب سے عرض کی کہ آپ آج
روزہ ہیں یا نہیں مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ سفر میں ہیں
روزہ نہیں ہیں انھوں نے کہا تو آپ کی دعوت ہمارے یہاں
ہے آپ نے قبول کی پھر انھوں نے اپنے سب گوجروں کو بستی میں
کہلا بھیجا کہ جس کے یہاں جو کچھ دودہ دہی ہو وہ خرچ نہ کرے
آج غازیوں کی دعوت ہے اور سوا اس کے جس قدر مقدور ہو
کھانا پکا کر یہاں لاکر جمع کرے پھر کوئی گوشت اور روٹی اور
دودہ دہی لایا اور کوئی روٹی دہی لایا پھر وہ تمام کھانا مولانا
صاحب نے سب لوگوں میں تقسیم کروایا اور سب نے کھایا پھر
اسی صورت سے انھوں نے شام کو دعوت کی پھر اگلے روز کچھ
دن چڑھے وہاں سے کوچ ہوا جو لوگ صحیح و سالم تھے وہ تو

اپنے پیروں چلے اور جن کے گرنے سے زیادہ چوٹ لگی تھی اور
چلنے سے معذور تھے ان کو گوجر لوگ اپنی پیٹھ اور چارپائی پر
اٹھا کر لے چلے چنانچہ ایک اُن میں میں بھی تھا میری کمر میں اس
طرح چوٹ لگی تھی کہ چلنے کی طاقت نہ تھی ایک چارپائی پر
باندہ کر مجکو دو گوجر اٹھالے گئے تھے پانچ چھ گھڑی دن
چڑھے مع الخیر سب لوگ بالاکوٹ میں جاکر داخل ہوئے اور
مولوی خیر الدین صاحب اور ان کے ہمراہیوں سے ملے اور وہیں اُترے
کوئی تو مسجدوں میں اور کوئی حجروں میں اور چند گھر وہاں کی
رعایا نے خالی کر دئے تھے کوئی ان میں اُترے اور واصل خاں
نام وہاں کا خان تھا اُس نے اپنا گھر خالی کر کے اس میں مولانا
صاحب کو اُتارا پھر اس روز شام کو مولانا صاحب نے اپنے سب
ہمراہیوں سے کہہ دیا کہ جو جو بیمار اور معذور نہ ہوں وے کل
سے روزہ رکھیں اب یہاں ہم مقیم ہیں پھر اس کے اگلے روز سے
لوگوں نے روزے رکھنے شروع کئے اور تمام ماہ رمضان سب
کو وہیں گذرا اور وہیں سب نے نماز عید کی پڑہی اور ادہر حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ رمضان کی چوبیسویں تاریخ کو ۱۱

راج دواری سے کوچ کرکے موضع سچون میں تشریف لے گئے
محمد امیر خاں قصوری کہتے ہیں کہ سبب راج دواری
سے سچون میں جانے کا یہ ہوا کہ حبیب اللہ خاں اور گونس کے
ملک بارک خاں اور اس کے تربور محمد خاں اور راج دواری
کے ملک حبیب خاں وغیرہم نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی
جناب ہدایت مآب میں عرض کی کہ اب عنایات الٰہی سے یہاں
سے بالاکوٹ تک آپ کے مجاہدین نصرت قرین کا یا خوبی عمل اور
دخل ہو گیا اور پہاڑوں کا برف بھی گل گیا اور سکھوں کے آنے
کا موسم قریب آیا ہے ان کی تحصیل کا موسم ہے انسب یہ
ہے کہ آپ یہاں سے چل کر کچھ روزوں موضع سچون میں قیام
کریں کیونکہ بعضے بعضے لوگ سچون کے حسن علی خاں پر شبہہ کرتے
ہیں کہ وہ کہیں سکھوں سے مل نہ جاوے اگر وہ کچھ سکھوں سے
خفیہ سازش رکھتا ہوگا تو وہاں آپ کے رہنے سے وہ دبا
رہیگا اور سکھوں سے نہ ملیگا یہ صلاح ان لوگوں کی حضرت
کو بہت پسند آئی پھر آپ نے وہاں سے سچون میں جانے کی
تیاری کی جو بیویاں غازیوں کی راج دواری میں تھیں

ان کو اپنی بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ کے پاس رکھ دیا اور اُن
کی خدمت اور کاروبار کے لئے وہاں چند آدمی متعین کر دئے
وہ یہ لوگ تھے ایک شیخ حسن علی صاحب اور دو ان کے
بھائی ایک شیخ عبدالرحمن مرحوم اور دوسرے شیخ عبدالعزیز
سلمہما اللہ تعالی اور ایک اُن کے بھتیجے شیخ عبدالقادر اور
ایک حاجی نتھے بنارسی اور احمد خاں عیسٰی خیلوں والے اور
الٰہی بخش مہاجر پانی پتی اور اُن کے بھائی مہاجر رحیم بخش
اور مہاجر کریم بخش اور حاجی قاسم پانی پتی انتہی پھر کوئی
ساڑھے تین سو غازی حضرت امیرالمومنین اپنے ساتھ لے
کر اور ایک خچر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور درے کا رستہ
چھوڑ کر جو وہاں گدا کا پہاڑ ہے اُس پر چڑھے جاتے جاتے
اس کے پرلے سرے کے آثار پر متن سرکول نام ایک بستی ہے
اس میں رہے وہاں کے لوگوں نے مل کر تمام لشکر کی دعوت
کی پھر اس کے اگلے روز بھی کھانا کھلا کر رخصت کیا کئی ،
کوس وہاں سے کوئی اور بستی تھی اس دن وہاں رہے وہاں
کے لوگوں نے بھی سب کی دعوت کی اور اس کے اگلے روز

یہی کوئی پہردن چڑھے کھانا کھلا کر رخصت کیا پھیر
وہاں سے چل کر وقت عصر کے سچون میں پہنچے وہاں کے
خان حسن علی خاں نے اپنے بھائی عنایت اللہ خاں کی ،
حویلی خالی کروا کر اس میں حضرت علیہ الرحمۃ کو اُتارا اور
غازیوں کو بستی کے حجروں اور مسجدوں اور مکانوں میں،
اُتارا اور اُسی بستی میں حضرت امیر المومنین اور تمام غازیوں
نے نماز عید کی پڑہی انتہی، اب باقی حال بالاکوٹ کا بیان
ہوتا ہے پھیر ماہ شوال کی پانچویں یا چھٹی تاریخ کو سلطان
زبردست خاں اور راجہ منظفر خاں اور حبیب اللہ خاں
جو اول مولوی خیر الدین صاحب کے پاس آئے تھے جس کا
آگے مذکور ہو چکا ہے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس،
آئے اور وہی تقریر جو مولوی خیر الدین صاحب سے کرتے
تھے مولانا صاحب ممدوح سے کی مولانا صاحب نے بلا تامل ان
کا کہنا قبول کر لیا کہ واسطے منظفر آباد لیجانے کے تم کو لشکر
دینگے اور یہ بات ٹہری کہ لشکر سلطان زبردست خاں کے
ہمراہ منظفر آباد کو جاوے اور حبیب اللہ خاں وغیرہ سچون میں
حضرت امیر المومنین کے پاس جاویں اور اس امر کی مولانا صاحب

نے مناسب نامناسب کی صلاح مولوی خیرالدین صاحب سے کچھ نہ پوچھی
پھر حبیب اللہ خاں نے مولوی صاحب موصوف سے جاکر کہا کہ مولانا صاحب
نے مظفر آباد کو لشکر بھیجنے کا ہم سے اقرار کیا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ
خوب ہوا تمہاری مراد پوری ہوئی مولانا صاحب لشکر کو بھیجدیں مگر
میں نہ جاؤنگا پھر مولوی صاحب نے مولانا صاحب کے پاس جاکر پوچھا
کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے سلطان زبردست خاں کے ہمراہ واسطے،
مظفر آباد جانے کے لشکر بھیجنے کا اقرار کیا ہے مولانا صاحب نے فرمایا کہ
ہاں اقرار تو کیا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ آپ نے وہاں لشکر بھیجنے میں
کیا فائدہ سمجھا ہے اور علاوہ اس کے یہ ہے کہ میں کئی روز آپ سے پہلے آیا
تھا اور ان لوگوں نے تین روز تک مجھ سے اسی کی درخواست کی اور میں
نے اُن سے انکار کیا کہ میں بدون اجازت حضرت امیرالمومنین کے اس امر
میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں اور اگر آپ کو وہاں لشکر بھیجنا ہی منظور
تھا تو مجھ سے بھی صلاح لی ہوتی اور یہ خوانین لوگ صرف اپنے مطلب کے
یار ہیں اور عہد و پیمان ان کے کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر آپ کے خیال شریف
میں موافق کہنے ان لوگوں کے یہ ہو کہ ہمارے لوگ جاکر مظفر آباد پر قبضہ
کر لینگے سو یہ بات ہرگز میرے خیال میں نہیں آتی ہے ان خوانین کی کیا
مجال کہ سکھوں کا مقابلہ کریں سکھوں کے نام سے ان کی جان فنا

ہوتی ہے مولانا صاحب نے فرمایا خیر جو کچھ ہو خدا مالک ہے اب تو ہم
نے ان سے اقرار کیا اب وعدہ خلافی مناسب نہیں ہے جو ان سے انکار
کریں مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے مگر آپ مجکو نہ بھیجیں
مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر تم کو نہ بھیجیں تو بدون سردار کے اکیلا لشکر
وہاں جاکر کیا بنا ویگا مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ اگر سلطان زبردست
خاں اپنی خواہش سے مجکو لیجانا چاہتا ہے تو پہلے پانچ ہزار روپے مجکو دے
تاکہ ساز و سامان لڑائی کا گولی بارود اور سلاح و پوشاک غازیوں
کی درست کرلوں کیونکہ مظفر آباد کی گڑہی میں آٹھ سو بندوق سکھوں
کی ہے بے سروسامان وہاں جانے سے کیا فائدہ اور اگر آپ بھیجتے ہیں تو تین
ہزار روپے کی آپ تدبیر کردیں بدون اس کے میرا جانا وہاں جانا عبث ہوگا
مولانا صاحب نے فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو کہ یہاں میرے پاس اس قدر روپے
کہاں ہیں اور سلطان زبردست خاں کہتا ہے کہ یہاں تو مجھ سے کچھ نہیں
ہوسکتا مگر مظفر آباد میں پہنچتے ہی جو مولوی صاحب کہیں گے وہ سب موجود
کر دونگا مولوی صاحب نے کہا کہ یہ سب اس کا حیلہ بہانہ ہے لڑائی تو وہاں
جاتے ہی شروع ہو جاویگی وہ کیا مظفر آباد فتح کرکے مجکو روپے دیگا
جس کو آپ چاہیں اُس کو سردار کرکے وہاں بھیجدیں مگر مجکو معاف
رکھیں جب مولوی صاحب نے یہ عذر معقول بیان کیا تب مولانا صاحب
اور کسی کو سردار کرنے کی تجویز کرنے لگے آخر الامر قطب الدین خاں

ننگرہاری اور منصور خاں قندہاری اور ایک نشیں خلوت محمد امازئی والے
کو سردار کرکے اور قریب دو سو غازیوں کے ہمراہ کرکے کہ اکثر ان
میں قندہاری تھے ہمراہ سلطان زبردست خاں کے مظفر آباد کو روانہ
فرمایا اور حبیب اللہ خاں اور سلطان نجف مظفر آباد اور کشمیر کے
درمیان والا راجہ مظفر خاں ملک ورلے والا یہ سب درہ سچون میں حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پاس گئے پھر جب سلطان زبردست خاں مع
لشکر جاتے جاتے دریائے مظفر آباد پر پہنچا سکھوں کو خبر ہوئی اور دریا کے
گھاٹ پر دو کشتیاں تھیں انھوں نے تو وہ کشتیاں کھینچ کر اپنی گڑھی
کے نیچے باندھ لیں اور وہ دریا کبھی پایاب نہ ہوتا تھا مگر قدرت الٰہی سے
اس دن پایاب ہو گیا تمام لشکر غازیوں کا زانو زانو پانی تک پار
اُتر گیا اور جاکر شہر مظفر آباد میں داخل ہوا اس وقت گڑھی والوں سے
تعرض مناسب نہ جانا اور ان سکھوں نے بھی کچھ ان سے نہ تعرض کیا
اور حبیب اللہ خاں وغیرہ جو سچون میں حضرت امیرالمومنین کے پاس گئے
تھے اُنھوں نے بخوشامد تمام حضرت ممدوح پر فتوح سے عرض کی کہ
لشکر تو آپ کا مظفر آباد کو گیا مگر بے سردار گیا اور مولوی خیرالدین صاحب
کی بھی عرضی مظفر آباد نہ جانے کی عذر و معذرت میں حضرت علیہ الرحمۃ
کی خدمت فیض درجت میں پہنچی آپ نے اس کے جواب میں مولوی صاحب
کو لکھا کہ عذر تمہارا معقول اور بجا ہے اور مولانا صاحب نے

جلدی کی مگر اب تو لشکر گیا مگر یہ دغدغہ ہے کہ بدون سردار دانا
اور تجربہ کار کے وہاں کچھ معاملہ بگڑ نہ جاوے اب تمہارا جانا وہاں
ضرور ہے اس جواب کے پہنچتے ہی تم ادہر کو روانہ ہو پھر جب یہ جواب
مولوی خیرالدین صاحب کے پاس گیا تب مولوی صاحب دس غازی
ہندوستانی ہندوستانی اپنے مظفرآباد کو روانہ ہوئے اب باقی حال
مولوی صاحب ممدوح کا بعد لڑائی بالاکوٹ کے بیان کیا جاویگا ،
انشاءاللہ تعالیٰ اب یہاں بیان ہوتا ہے مولانا صاحب
کے درہ سچون میں جانے کا اور وہاں سے حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کے بالاکوٹ میں آنے کا جبکہ مولوی خیرالدین صاحب
شیرکوٹی طرف مظفرآباد کے روانہ ہوئے اس کے کئی روز کے بعد درہ
سچون سے حضرت حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کا فرمان واسطے
انتظام وہاں کے رکھ کر تم اپنی جماعت سمیت چند روز کے لئے ہمارے پاس
چلے آؤ پھر ہم اور تم یہاں سے چلینگے انشاءاللہ تعالیٰ انتہیٰ پھر مولانا صاحب
ممدوح نے واسطے بندوبست بالاکوٹ کے چند غازیوں سے شیخ بلند بخت
دیبنی کو تہانے میں چھوڑا اور آپ اپنی جماعت کو ہمراہ لے کر وہاں سے
سچون کو روانہ ہوئے اور ایک نالہ جو بالاکوٹ کے نیچے ہے اس میں ہو کر
موضع ستبنی میں گئے وہاں سے پہاڑ پر چڑہے اس کے پہلے سرے

آنار میں گجوری نام ایک بستی ہے اُس میں جا کر رات کو رہے

وہاں کے لوگوں نے موافق معمول اس ملک کے سب کی ضیافت کی پھر
اس کے اگلے روز کچھ دن چڑھے ۔ سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا پھر
وہاں سے چل کر کوئی ڈیڑھ پہر دن چڑھے قریب سیچوں کے پہنچے ادہر بستی
کے باہر تک کچھ لوگوں سے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ واسطے لینے مولانا
صاحب کے تشریف لائے اور مولانا صاحب سے بعد سلام علیک کے
مصافحہ اور معانقہ کیا اور سیچوں میں لے گئے اور مولانا صاحب کے ہمراہیوں کو
اپنی ہر ایک جماعت میں تقسیم کر دیا انھوں نے وہاں اپنے اپنے بستر لگائے پھر
بعد نماز ظہر کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے مولانا صاحب سے حال
پوچھا کہ مظفرآباد میں اول کس قدر مجاہدین گئے اور بالاکوٹ میں تم نے
کس قدر لوگ چھوڑے اور کس کو امیر کیا مولانا صاحب نے سب حال بے کم
وکاست جو کچھ تھا عرض کیا پھر اس کے دوسرے روز مولانا صاحب نے
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی اجازت سے اُس ضلع کے ملکوں اور خانوں
کو جمع کر کے فرمایا کہ تم لوگوں کے اوپر آج تک کفار حاکم تھے اور حاصل اپنی
اپنی کھیتوں کا تم ان کو دیتے تھے بلکہ وے تم لوگوں پر ظلم و تعدی کر کے

لیتے تھے اور اب اللہ تعالی ہم مسلمانوں کو تمہاری اعانت کے لیے لایا ہے
تم صاحبوں کو لائق ہے کہ وہی حاصل ہم کو دیا کرو بلکہ ہم کو ان سے کم دیا کرو اس
میں واسطے تمہارے دنیا میں بہتری ہے اور آخرت میں بھی اجر عظیم ملیگا کیونکہ
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اسی واسطے تشریف لائے ہیں کہ کفار نا ہنجار
کے ظلم و تعدی سے تم کو چھوڑا دیں اور ان کو مار کر مغلوب کریں اور تم بھی اس
کار خیر میں ہمارے شریک ہو اور یہ ملک ہمیں مسلمانوں کا ہے اور ہمارے
حضرت امیر المومنین کو احکام اسلام کے تم مسلمانوں پر جاری کرنے منظور
ہیں اور تمہارے ملک سے کچھ غرض نہیں تمہارا ملک تم کو مبارک رہے بلکہ
عنایت الہی سے اگر ملک کفار کا ہاتھ آئیگا تو وہ بھی ہمیں مسلمانوں کو
دینگے یہ تقریر پر تاثیر مولانا صاحب کی سن کر ان سب نے پسند کی اور
کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ سب ہم کو منظور ہے اور اس کار خیر میں ہم
سب اپنی جان و مال سے شریک ہیں جو آپ حکم خدا و رسول کا فرماوینگے
وہ ہم بسر و چشم بلا انکار بجا لاوینگے جبکہ برضا و رغبت سب نے یہ عہد و
پیمان کر لیا تب مولانا صاحب نے ان کو رخصت کیا پھر اسی روز یا دو روز
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے مولانا صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب
یہاں معطل بیٹھے ہوئے دل نہیں لگتا ہے کوئی کتاب شروع کرو کہ دل
لگے انھوں نے عرض کی کہ جو کچھ ارشاد ہو وہ کتاب شروع کی جاوے

حضرت نے فرمایا کہ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک مشکوٰۃ شریف
کا درس فرمایا کیجئے پھر اس روز سے مولانا صاحب نے درس مشکوٰۃ
شریف کا شروع کیا ہر روز ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک درس فرماتے
تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اور تمام مجاہدین سنتے تھے مگر نکات
اور اسرار حدیث شریف کے حضرت علیہ الرحمۃ آپ بیان کرتے تھے بعضے روز
ایک ہی حدیث کے نکات اور اسرار بیان کرتے میں وقت عصر کا آجاتا
تھا اور بعضے روز دو حدیثوں یا تین حدیثوں کے نکات اور اسرار بیان فرماتے
تھے میاں خدا بخش رامپوری کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا صاحب نے امر
اطاعت میں ایک مثال بیان کی کہ اگر مالک اپنے غلام سے فرماوے کہ تو
دریا میں کود پڑ تو اس کو چاہئے کہ کپڑے نہ اتارے فوراً کپڑے پہنے ہوئے
دریا میں کود پڑے حضرت نے فرمایا کہ میاں صاحب مثال تو آپ نے اچھی
بیان کی مگر ایک نکتہ اس میں باقی رہ گیا سو وہ یہ ہے کہ مالک اپنے غلام
سے فرماوے کہ اس دریا میں گھس جا اور خبردار کپڑے نہ بھیگنے پاویں مولانا
صاحب نے پوچھا کہ یہ کیونکر ہو کہ کپڑے نہ بھیگنے پاویں آپ نے فرمایا کہ
یہ بات تو آسان ہے دریا میں گھستا جاوے اور کپڑے اٹھاتا جاوے جب
منہ تک پانی میں جاوے تب دونوں ہاتھوں سے سر پر رکھ لے اور جب
سر تک پانی آوے تب دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھالے بعد اس
کے وہ فعل مختار سے باہر ہے اپنے اختیار تک آدمی مامور ہے بعد

اس کے معذور ہے جب اُس نے اپنے اختیار تک اطاعت اور فرمانبرداری
میں کچھ قصور نہ کیا تب بیشک اس غلام پر اس مالک کو رحم آویگا اور
لائق انعام واکرام کے اس کو جانے گا اور سرفراز فرماویگا انتہیٰ اور
یہ درس مشکوٰۃ شریف کا قریب ایک مہینے کے ہجون میں ہوا اور انھیں
روزوں کے اندر میاں عبدالقیوم صاحب کہتے ہیں کہ بیس بائیس آدمیوں سے
درۂ کاگان سے سید ضامن شاہ آئے اور واسطے نذر حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ کے ایک جوڑا مرغ زرّیں کا لائے عجب شکل وصورت ان کی
تھی جثّہ ان کا اس قدر تھا جیسے بڑا بھاری مرغ کلنگ ہوتا ہے اور ان
کے سر پر نہ کیس تھا اور نہ چوٹی اور کوئی رنگ ان کے پروں میں جُدے
جُدے تھے کوئی خط سنہرا اور کوئی خط لاجوردی اور کوئی سرخ اور کوئی
سبز حضرت علیہ الرحمۃ اس تحفہ سے بہت خوش ہوئے اور سید ضامن
شاہ صاحب کے اور ان کے ہمراہیوں کی بہت خاطرداری کی اور اپنے
پاس ان کو اُتارا ان میں آٹھ یا نو آدمی ضامن شاہ کے اقربا میں
تھے پھر اس کے اگلے روز سید ضامن شاہ صاحب نے حضرت کے ہاتھ
پر بیعت کی اور ان کے لوگوں نے بھی بیعت کی اور ضامن شاہ صاحب
نے حضرت سے عرض کی کہ میں آپ کے پاس اس کار خیر میں اپنی جان
وہاں سے شریک ہوں اور تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ بعد اس کے ،

سید ضامن شاہ صاحب نے جب حضرت علیہ الرحمۃ بالاکوٹ میں تشریف لے گئے تب اپنی بستی کے چالیس پچاس آدمی اور بلائے اور حضرت کے ساتھ ہوکر سکھوں سے خوب لڑے اور سید ضامن شاہ صاحب اس لڑائی میں شہید ہوئے انتہیٰ **ایک حال سچون** کا یہ ہے امیر خاں قصوری بیان کرتے ہیں کہ بستی سچون پہاڑ کے کنارے اس طرح سے آباد ہے کہ ایک گھر کا کوٹھا اور وہی دوسرے گھر کا صحن ہے اس طرح تلے اوپر اکثر مکان بنے ہیں ایک روز حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ اور بھی بہت سے لوگ ایک کوٹھے پر بطور سیر چڑھ گئے ان میں سید ضامن شاہ صاحب اور ان کے عزیز و اقربا بھی ہتیار باندہے تھے کئی شخص تیر و کمان رکھتے تھے وہاں سے پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر ایک بھینس کا گوبر پڑا تھا حضرت امیرالمومنین نے اُن سے کمان داروں سے فرمایا کہ بھائیو اس گوبر کو تیر مار دیو وے اس گوبر پر تیر چلانے لگے کسی کا بالشت کے فرق سے لگتا اور کسی کا ہاتھ بھر کے فرق سے اور کسی کا زیادہ فرق سے لگتا پھر انھیں میں سے ایک شخص سے کمان حضرت علیہ الرحمۃ نے مانگ لی اور کئی تیر اس گوبر پر چلائے مگر کسی تیر نے خطا نہ کی سب تیر

اس گو بر میں لگے یہ حال دیکھ کر وہ کمان والے اپنے دلوں میں بہت
شرمندہ ہوئے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بھائیو
کئی برس سے میری کثرت تیر اندازی کی چھوٹی ہوئی ہے اگر چند
روز پھر کثرت شروع کروں تو بہت اچھا نشانہ لگاؤں پھر حضرت
علیہ الرحمۃ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک اور جنگلی درخت کا نشانہ مقرر
کر کے کئی تیر لگائے وے تیر بھی اس درخت میں جا کر لگے اور تیر میں نشانہ
پر سے اٹھا لاتا تھا اور آپ کو دیتا تھا پھر گھڑی دو گھڑی گھوڑا ادھر
اودھر پھیر کر اسی اول کوٹھے پر آئے اور گھوڑے سے اترے کسی نے ایک
چارپائی لا کر بچھاوی حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ زمین پر بیٹھ گئے کتنا
ہی لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے امام اور پیر و مرشد ہیں اس چارپائی
پر بیٹھیں ہم سب زمین پر بیٹھنگے آپ نے کسی طور نہ مانا اور فرمایا کہ جیسے
تم سب ہو ویسا ہی ایک میں بھی مجھکو کیا مناسب ہے کہ تم سب زمین پر
بیٹھو اور میں چارپائی پر بیٹھوں اور اس وقت غریب و امیر سب قریب
دو سو آدمیوں کے ہونگے پھر حضرت علیہ الرحمۃ ان سب کی طرف
مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ بھائیو میں جو اپنے وطن سے اتنے بندگان
خدا کو جابجا سے لے کر اور طرح طرح کی سختی اور مصیبت اٹھا کر

تمہارے اس ملک کوہستان میں آیا ہوں فقط اسی واسطے کہ
تم مسلمانوں کے ملک پر کفار بالکل غالب ہو گئے اور طرح طرح
کی تم کو تکلیف اور ذلت دیتے ہیں ان کو مدد الہی سے مار کر مغلوب
کروں تاکہ تم اپنی اپنی ریاستوں پر قابض اور متصرف ہو اور دین اسلام
قوت پکڑے اور اگر میں طالب عیش و آرام کا ہوتا تو میرے واسطے
ملک ہندوستان میں ہر طرح کی عیش و آرام تھی اس کوہستان میں
کبھی نہ آتا سو مراد اس گفتگو سے یہ ہے کہ تم بھی سب بھائی حکومت
کفار سے غیرت کرو اور اپنی جان و مال سے میری شراکت کرو اور
کافروں کو مار کر یہاں سے نکالو بعد اس کے ان کا ملک جیتو
اور اپنے تصرف میں لاؤ اور اگر تم لوگ میری شراکت نہ کروگے بعد
چند روز کے ایسا غم اور افسوس کروگے کہ بیان اس کا تقریر سے باہر
ہے اور پھر وہ افسوس اور غم کچھ کام نہ آوے گا اور اگر اللہ تعالیٰ میرے
ہاتھوں کام لینا چاہیگا تو اپنے اور بندوں کو میرے ساتھ کر دیگا اور
ان کے ہاتھوں سے اپنے دین اسلام کو غالب کریگا اور بھی اسی طرح کے
کلام ہدایت التیام بہت سے فرمائے پھر ان سب حاضرین مجلس نے
اس کے جواب میں عرض کی کہ ہم اپنی جان و مال سے ہر طور شریک ہیں جو

کچھ کام آپ فرماویں ہم سب بسر وچشم بجالاویں تکملہ اس بیان
کا یہ ہے کہ فی الحقیقت یہ سب لوگ ایسے ہی نکلے کہ اول سے آخر تک
اپنے عہد وپیماں پر قائم رہے اور حق اطاعت کا بجالائے کچھ لوگ
تو ان میں سے جنگ بالاکوٹ میں شہید ہوئے اور باقی جو زندہ بچے وے
مولانا ولایت علی صاحب کی عہد خلافت میں ان کے شریک رہے انتہیٰ
پھر بعد اس کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ دعائے خیر کرکے وہاں سے
اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے اور میں اپنے ڈیرے پر آیا اور میرا
ڈیرا اسی حویلی میں تھا جس میں حضرت علیہ الرحمۃ فروکش تھے اس
عرصہ میں کھانا تیار ہوا حضرت علیہ الرحمۃ کھانا تناول فرمانے لگے اور
ایک ولایتی ملا تھا اس کو بھی حضرت نے اپنے ساتھ واسطے کھانے کے
بٹھایا اور میں آپ کے پاس بیٹھا رہا اور کھانا خشکہ اور گوشت تھا اور
گیہوں کی روٹی اور مکا کی روٹی اور کڑہی تھی گوشت کے شوربے میں
مکا کی روٹی مل کر آپ تناول فرماتے تھے پھر جب آپ کھا کر فارغ
ہوئے تب وہ رکابی مجکو عنایت فرمائی پھر وہ روٹی میں نے کھائی
جب میں کھا کر فارغ ہوا تب آپ نے مجکو اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا
کہ محمد امیر خاں ان روزوں جو اکثر تمہارے بھائی نمازیوں نے میرے

ہاتھ پر بیعت اصحاب صفہ کی کی ہے تم بھی کرلو میں نے عرض کی کہ
میں نے تو دو بار آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے ایک بار بیعت ،
ہدایت کی اور ایک بار بیعت جہاد کی یہ کون سی بیعت آپ فرماتے ہیں
آپ نے فرمایا کہ اب تو اس وقت بیعت کرلو پھر اس کا حال اپنے اور
بھائیوں سے پوچھ لینا وے تم کو سمجھا دینگے پھر مجھ سے آپ نے
بیعت لی اور میرے واسطے دعائے خیر کی پھر آپ اپنے پلنگ پر ،
تشریف لے گئے پھر میں نے دادا سید ابوالحسن نصیر آبادی سے کہا کہ ،
حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے قریبوں میں تھے پوچھا کہ دادا یہ
کیسی بیعت ہے جو حضرت نے مجھ سے لی انھوں نے فرمایا کہ یہ بیعت
اس عہد و پیمان کی ہوتی ہے کہ واسطے اپنی حاجات ضروریہ کے سوائے
اللہ تعالیٰ کے کسی سے سوال نہ کرے اور جو کام کرے وہ واسطے
رضامندی پروردگار کے کرے اور کسی کی خوشی اور ناخوشی سے
غرض نہ رکھے اور جس طرح اپنا کام کرے اسی طرح اور مسلمان
بھائیوں کا کرے بلکہ ان کا کام اپنے کام پر مقدم رکھے اور اوپر
تقدیر الٰہی کے ہر آن میں راضی رہے کسی امر میں حرف شکایت
زبان پر نہ لاوے انتہیٰ پھر کچھ دیر میں اذان ظہر کی ہوئی اور

مسجد حویلی کے باہر تھی پھر حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ وضو
کرکے ہم سب نماز کو گئے اور نماز ظہر کی پڑہی پھر اسی روز رات
کو ایک عجیب معاملہ ہوا کہ ایک پہرہ جماعت خاص کا حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پلنگ پر متعین تھا اس روز رات کو
تیسرا پہرہ میرا تھا اور دوسرا پہرا سید نور محمد نگرانوی کا تھا
جب میں ان سے پہرہ بدلا کر پہرے پر کھڑا ہوا تو اس وقت چراغ
گل ہونے لگا میں اس کو جاکر دیکھنے لگا پھر اس کو اچھی طرح روشن
کرکے میں اپنی جگہ پر چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص قریب پلنگ
حضرت علیہ الرحمۃ کے کھڑا ہے اور اتنا طویل القامت ہے کہ سر اس کا
چھت سے لگا ہوا ہے میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا کہ الہی یہ کون شخص ہے
پھر میں نے اپنا جی کڑا کرکے اس سے کہا کہ تو کون ہے اُس نے مجھ سے
کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں تو حضرت امیرالمومنین کے پلنگ
کے پہرے پر ہوں اُس نے کہا کہ میں بھی پہرے پر ہوں اسی طور
کئی بار رد وبدل مجھ سے اور اس سے ہوئی اسی اثنا میں حضرت
علیہ الرحمۃ نے بیدار ہوکر مجھ سے فرمایا کہ محمد امیر خاں کس سے
کلام کرتے ہو یہ سُن کر میں حضرت کی طرف متوجہ ہوا اور وہ

شخص میری نگاہ سے غائب ہو گیا پھر وہ تمام ماجرا میں نے
حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ جیسے تم لوگ میری محافظت
پر رہتے ہو اسی طرح اور بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف
سے میرے پاس رہا کرتی ہیں اور یہ دو شخص اس کام پر میرے پاس
متعین ہیں سوان میں سے ایک کو میں نے واسطے کسی کام کے بھیجا
ہے اور یہ میرے پاس رہتا ہے اگر پھر کبھی شاید تمہاری نگاہ پڑے
تو تم اس سے کچھ تعرض نہ کرنا میں نے عرض کی کہ مجھکو یہ حال معلوم نہ تھا
اگر اب کبھی دیکھونگا تو نہ چھیڑونگا کچھ دیر میں ابراہیم خیر آبادی سے
پہرہ بدلاکر سو رہا پھر جب صبح ہوئی ہم سب نے حضرت علیہ الرحمۃ
کے پیچھے نماز پڑھی پھر وقت اشراق کے حضرت علیہ الرحمۃ لنگے کوٹھے
کے آگے کے سائبان میں چارپائی پر بیٹھے اور وہ ملا ولایتی جس کو
حضرت نے اپنے ساتھ کھانا کھلایا تھا وہ بھی آکر حضرت کے پاس
بیٹھا اور میں بھی وہیں جاکر حاضر ہوا اور حضرت کے پاؤں دابنے
لگا اور ان روزوں میری آنکھیں دکھتی تھیں حضرت نے مجھ سے
فرمایا کہ تم اپنی آنکھ میں کچھ دوا بھی لگاتے ہو میں نے عرض کی کہ
سرمہ لگاتا ہوں اس اثنا میں اس ملا ولایتی نے حضرت سے عرض

صد کہیں

کی کہ حضرت کوئی ایسا بھی سرمہ آپ کو معلوم ہے کہ جس سے
آنکھوں کی دھند اور جالا دفع ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک
سرمہ بہت مجرب مجکو معلوم ہے اور وہ نسخہ مجکو کلکتہ میں
سلطان ٹیپو کے بیٹے سے ملا ہے وہ یہ ہے کہ ایک تولہ بہت عمدہ
سرمہ ہو اور اسی قدر بہت عمدہ ممیران اور ڈہائی سو عدد جگنو
کیڑے ہوں ان تینوں چیزوں کو مینہ کے پانی میں پیس کر اٹھا رکھے
یہ سرمہ آنکھ کے اکثر امراض کو فائدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد
وہ ملا اور باتیں کرنے لگا پھر میری طرف دیکھ کر اس نے حضرت
سے کہا کہ آپ کے لشکر میں اکثر نو عمر لڑکے ہیں اور ہتیار بھی درست
نہیں ہیں کسی کے پاس تلوار ہے تو بندوق نہیں اور بندوق ہے تو تلوار
نہیں اور بڈہے اور جوان لوگ ہیں ان کا بھی یہی حال ہے اور آپ والی
لاہور سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ بات کچھ میرے خیال میں محال
نظر آتی ہے مگر وہاں اگر آپ کی دعا کی برکت سے یہ معاملہ درست
ہو تو یہ بات علیحدہ ہے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا آخوند صاحب
لڑائی کی فتح اور شکست اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کثرت فوج اور
درستی سلاحوں پر نہیں موقوف ہے اللہ تعالیٰ تھوڑوں کو بہتوں
پر فتحیاب کرتا ہے اور بہتوں کو تھوڑوں پر اور دوسری بات

بات ہے کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کار خیر ہے جو کوئی اپنے اخلاص دل اور اعتقاد دُرست سے شریک ہوگا لڑکا ہو یا جوان خواہ بڈھا ہو اُس کی بہر طور فتح ہے اور جو اس کی نیت میں کچھ خلل ہے تو اگر فتح اسلام کی جہان بھر پر ہوئی مگر اس کی شکست ہوئی اور میں تو جبتک زندہ رہونگا انشاء اللہ تعالیٰ اس کام کو نہ چھوڑونگا اور بعد میرے جیت پروردگار چاہیگا اس سلسلے کو جاری رکھیگا یہ جواب باصواب سُن کر وہ ملا اپنے دل میں شرمندہ سا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ بجا فرماتے ہیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نوعمر لڑکے چودہ چودہ پندرہ پندرہ کے جو یہاں آئے ہیں یہ جہاد کی خوبی سے کیا خبر ہیں یہ کھانا جانیں یا کھیلنا آپ نے فرمایا کہ یہ ہدایت اور سمجھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جس کو چاہے اس کو دے یہ لڑکے اور جوان یا بڈھے پر موقوف نہیں پھر آپ نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ محمد امیر خاں تم اپنے وطن سے یہاں آنے کا کچھ بیان تو کرو تم کیونکر آئے میں نے عرض کی کہ حضرت میرے آنے کا مختصر حال یہ ہے کہ عطاء اللہ نام میرے بڑے چچا تھے ان کو لوگ بغدادی میاں کہتے تھے اور وہ بڑے سیاح تھے کئی بار زیارت حرمین شریفین کو گئے تھے اور بغداد شریف کو بھی گئے تھے اور دہلی اور کلکتہ اور بمبئی اور حیدرآباد ملک سندھ کا

یہ سب اُنھوں نے دیکھا تھا اور وہ بڑے پیرزادے مشہور تھے
ایک روز میرے والد نے پوچھا کہ بھائی صاحب تم نے ہندوستان
کا کون کون سا شہر دیکھا ہے اور کس بزرگ سے ملاقات کی
ہے اُنھوں نے کہا کہ سیر تو میں نے بہت شہروں کی ہے اور بہت
بزرگوں سے ملاقات کی ہے مگر میں جب اول مرتبہ یہاں سے شاہجہان آباد
کو گیا تھا تب اُنھیں روزوں مجھ سے کچھ دنوں آگے ایک سید تکیہ
رائے بریلی کے میر احمد نام حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس آئے تھے
میں اُن کی ملاقات سے شرفیاب ہوا مگر ایسا صاحب اخلاق اور عالی
ہمت اور بلند ارادہ اور صاحب تاثیر میں نے آج تک کسی کو نہیں
پایا اور اس وقت میرے چچا کے پاس اور بھی کئی شخص بیٹھے تھے ان میں میری
بستی مارئیس بھی تھا اُنہوں نے کہا کہ تکیہ رائے بریلی کے سید احمد اس
اوصاف اور فضائل کے ہم نے سنا ہے کہ نواب امیر الدولہ محمد امیر خان
والی ٹونک کے لشکر میں تھے وہی سید صاحب تو نہیں تھے میرے چچا نے
کہا کہ ہاں وہی تھے اور انھیں کے لشکر سے شاہجہان آباد میں تشریف
لائے تھے اُنھوں نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو وے ایسے ہی بزرگ ہیں ہم نے
بھی لوگوں سے اکثر فضائل اُن کے سُنے ہیں پھر میرے والد ماجد نے
کہا کہ ہاں بھائی صاحب کہو تم نے ان کا کیا حال و قال دیکھا سنا

میرے چچا نے کہا کہ ان کے حالات تو میں نے بہت سے دیکھے مگر ایک روز یہ معاملہ گذرا کہ وہ سید صاحب ایک روز بطور تفریح طبع کے حضرت شاہ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی خانقاہ کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اور دو آدمی اور بھی تھے ، وہاں ایک پرانا شکستہ سا قبہ تھا اُس میں ایک مجذوب رہتے تھے اور اس قبہ کے آگے اُنھوں نے ایک چھوٹا سا احاطہ قد آدم بلند مٹی کا اٹھا لیا تھا اور دروازہ اُس میں نہ تھا پھاند کر اس کے اندر جاتے تھے اور اکثر اوقات وہ اس میں بیٹھے رہتے تھے اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے جو کوئی وہاں جانے کا قصد کرتا وہ اس کو پتھروں سے مارتے تھے سو اس وقت وہ سید صاحب اس قبہ کی طرف چلے وہ مجذوب اس دیوار کی منڈیر سے سر نکال کر ہاتھوں سے اور زبان سے منع کرنے لگا اور پتھر پھینکنے لگا ہمراہیوں نے سید صاحب سے کہا کہ آپ کیوں وہاں جاتے ہیں ایسا نہ ہو کوئی پتھر لگ جاوے آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم یہیں کھڑے رہو میں جاتا ہوں پھر آپ دوڑ کر اور اُس دیوار کو کود کر اس احاطہ کے اندر گئے اور دو تین گھڑی اس کے اندر رہے یہ نہیں معلوم کہ اس مجذوب سے کیا کلام کرتے رہے پھر اسی طرح دیوار پھاند

کر ہمارے پاس تشریف لائے مگر اس وقت آپ کا کچھ اور ہی
حال ہو گیا کہ تمام بدن سے عرق جاری تھا اور دونوں آنکھیں
سُرخ اور چہرہ نہایت نورانی ہو گیا تھا کہ یک بیک ہم لوگوں نے
نہ پہچانا کہ آپ ہی ہیں پھر آپنے ہم لوگوں سے کچھ کلام نہ کیا اور وہاں
سے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے انتہیٰ اور ایک مجذوب شاہ حیا
میں اور بڑے مشہور تھے ان کو اکثر بزرگ کہتے تھے کہ یہ اس شہر
کے صاحب خدمت ہیں بلکہ بعض بعض کہتے تھے کہ ان کو قطب کا درجہ ہے
کبھی کبھی مولانا عبدالعزیز صاحب بھی ان کے پاس تشریف لیجاتے تھے
اور تمام نامی بزرگ اس شہر کے ان کے پاس جاتے تھے سو ایک روز
میں بھی ان کی خدمت بابرکت میں گیا اور میرا ارادہ بیت اللہ شریف
کا تھا میں نے اُن سے عرض کی کہ میں بیت اللہ شریف کو جانے والا
ہوں آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری مراد پوری
کرے یہ سُن کر انھوں نے فرمایا کہ تو وہاں جاویگا اور کیا مراد تیری
ہے میں نے عرض کی کہ مراد میری یہ ہے کہ زیارت حرمین شریفین سے
مشرف ہوں اور وہاں کسی بزرگ کامل سے کچھ فیض باطنی حاصل کروں
انھوں نے فرمایا کہ تو انھیں کی خدمت میں رہ جہاں رہتا ہے جو کچھ تجکو

ان سے حاصل ہوگا اور جگہ ہرگز نہ ہوگا میرے ذہن میں اُسوقت
یہ بات نہ آئی کہ آپ کن صاحب کو فرماتے ہیں میں نے عرض کی
کہ آپ کس بزرگ کو فرماتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ اس دن
اس مجذوب کے وہاں کس کے ساتھ گیا تھا اس وقت مجکو یاد
آیا کہ آپ سید احمد صاحب کو فرماتے ہیں پھر ان کے کہنے سے سید صاحب
کی جناب میں اور بھی عقیدہ میرا زیادہ ہو گیا پھر میں نے ان کے
ہاتھ پر بیعت کی اور میں ان کی خدمت میں رہنے لگا فی الحقیقت
جیسا ان مجذوب صاحب نے فرمایا تھا ویسا ہی معاملہ دیکھا اور
جو سید صاحب کی خدمت بابرکت میں مجکو حاصل ہوا وہ کہیں سے حاصل
نہ ہوا ایک روز میں نے سید صاحب سے پوچھا کہ آپ کا ارادہ
کیا ہے اور یہاں سے جب تشریف لیجاوینگے تو کہاں کو جاوینگے
اُنھوں نے فرمایا کہ اول تو میں یہاں سے اپنے وطن کو جاؤنگا اور کچھ
روز وہاں رہ کر حج کو جاؤنگا پھر وہاں سے آکر ہندوستان
سے ہجرت کرکے جہاد کو جاؤنگا انشاء اللہ تعالیٰ پھر میں نے عرض
کی کہ آپ کو بیت اللہ شریف کے جاتے میں ابھی کچھ عرصہ معلوم
ہوتا ہے میرا ارادہ آپ سے پہلے ہی بیت اللہ شریف کا ہے وہاں سے

اگر خدا چاہے گا تو پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا آپ
نے فرمایا کہ فی امان اللہ تم جاؤ تمہارے بعد ہم بھی جاوینگے بعد چند روز
کے میں ان سے رخصت ہو کر یہاں اپنے گھر آیا یہاں سے بیت اللہ
شریف کو گیا وہاں حج کیا اور مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا وہاں سے
پھر مکہ معظمہ میں آیا اور بہت روز وہاں ٹھہرا رہا اور وہاں ٹھہرنے کا سبب
یہ ہوا کہ میں نے لوگوں سے سنا کہ وہی سید احمد صاحب رائے بریلوی کئی
سو آدمیوں کے قافلے سے حج کو گئے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ جب مکہ
سے حج کر کے مراجعت کرینگے تو یہاں آوینگے تو ان سے ملاقات کر کے
میں اپنے وطن کو جاؤنگا پھر وے وہاں سے کوئی سوا برس کے بعد
بمبئی سے چند لوگوں سے تشریف لائے اور باقی قافلہ ان کا کلکتہ کو گیا
پھر میں ان کی ملاقات سے مشرف ہوا اور وہاں انھوں نے مجکو اپنا
خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا یہ بیان سن کر وے جو میری بستی کے
رئیس تھے ان کو سید صاحب کی جناب میں بڑا عقیدہ ہوا اور میرے
چچا سے کہنے لگے کہ دیکھا چاہئیے اللہ تعالی ان سید صاحب سے مجکو
ملا وے یا نہیں تم ان کے مرید اور خلیفہ ہو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت
کرونگا پھر اسی وقت انھوں نے میرے چچا کے ہاتھ پر بیعت کی انتہیٰ
اور وے چچا میرے مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور اکثر اوقات

کہا کرتے تھے کہ اگر وے سید صاحب کہیں جہاد کو جاوینگے
اگر میں زندہ رہا تو تجکو اپنے ساتھ ضرور اُن کے پاس لیجاؤنگا
اور اُن سے تجکو مرید کرواؤنگا اور اگر میں تب تک زندہ نہ ہوں
تو تو آپ اُن کے لشکر میں جاکر شریک ہونا مگر مرضی الٰہی کچھ
مدت کے بعد وے قضا کر گئے اور ان روزوں میرے والد نابھا کے
راجہ کی سرکار میں نوکر تھے اور میرے چھوٹے چچا بھی وہیں
نوکر تھے اور یوتل نام ایک فرنگی ضلع پٹیالہ کا اجنٹ تہا
اور وہ لودہیانے میں رہا کرتا تھا سو اس کی بدلی ہو گئی خدا
جانے کہ وہ وہاں سے اپنی ولایت کو چلا گیا یا اور کہیں مگر کچھ
دنوں کے بعد راجہ مذکور کو خبر ملی کہ وہ اجنٹ لکھنؤ میں آیا ہے
پھر اس نے میرے والد اور چچا کو کچھ تحائف اور نفائس دیکر
اس کے پاس لکھنؤ میں بھیجا ان کے ہمراہ میں بھی گیا اور ان دنوں میری
عمر گیارہ یا بارہ برس کی تھی اور لکھنؤ میں جاکر اسمٰعیل گنج میں
منشی چینگا کے مکان پر اُترا اور منشی ممدوح میرے والد کے مُرید
بھی تھے اور اُسی سال کئی مہینے پیشتر آپ لکھنؤ میں آکر آپ
اپنے تکیہ شریف میں تشریف لے گئے تھے منشی صاحب موصوف

آپ کے بہت اوصاف حمیدہ بیان کرتے تھے کہ ایک سید صاحب
رائے بریلی کے تکیہ سے ایک سال اس شہر میں تشریف لائے
تھے اور ہزاروں شرفا اور غربا نے اس شہر کے ان کے دست مبارک
پر بیعت کی تھی اور بے شمار لوگوں کو ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ
نے ہدایت نصیب کی یہ حال سُن کر میرے چچا کو بڑا اشتیاق ہوا پھر
میں تو اپنے والد کے ساتھ رہا اور میرے چچا وہاں سے تکیہ میں آپ
کے پاس گئے اور وہاں اُنھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہاں
سے آکر میرے والد سے اُنھوں نے تمام حال بیان کیا اور کہا کہ میں
نے بھی اُن کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور تمہاری طرف سے بھی نیابتہً میں
نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور جو کچھ اوصاف اور فضائل ان کے ہم
نے بہائی بغدادی سے سنے تھے اس سے بہت زیادہ ہم نے ان کو پایا یہ
بات سن کر میرے والد بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھکو
ان سے ملاقات کروائے گا تو بلا واسطہ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرونگا
اور اُن کے ساتھ جہاد کو جاؤنگا یہ باتیں سن کر مجھکو نہایت شوق
ہوا اور جانا کہ یہ وہی سید صاحب ہیں جن کی خوبیاں میرے بڑے چچا
مجھ سے بیان کیا کرتے تھے پھر دس یا گیارہ مہینے لکھنؤ میں رہ کر اور

ھ آپ کی ملاقات کا

جس کام کو وہاں گئے تھے اس کو کر کے میرے والد اور چھوٹے چچا
مجکو ساتھ لے کر وہاں سے راجہ موصوف کے پاس نابھہ میں آئے اور
کئی روز کے بعد راجہ نے میرے والد اور چچا کو آملوہ کے قلعہ میں بھیجدیا
اور وہ قلعہ اور اکیلا ور قلعہ اسی ضلع کا بہت برسوں سے میرے
والد اور چچا کے سپرد تھا پھر نابھے سے اس قلعہ میں گئے نابھے سے
پندرہ کوس وہ قلعہ تھا کنارے انگریزی سڑک کے پھر بعد چند
مدت کے وہاں خبر مشہور ہوئی کہ ملک سمہ میں ہندوستان سے ایک
سید لشکر مجاہدین کا لے کر بہ نیت جہاد آئے ہیں اور ان کا ارادہ
ہے کہ راجہ رنجیت سنگہ والی لاہور سے جہاد کریں بلکہ ان روزوں
ان کے غازیوں نے اکوڑی میں بدہ سنگہ کے لشکر پر ایک چھاپا
بھی مارا ہے اور بہت لوگ سکھوں کے زخمی اور مردار کئے یہ خبر
فرحت اثر سنکر مجکو نہایت شوق ہوا کہ کس طرح میں ان کے
لشکر میں جا ملوں پھر میں وہاں کے جانیکی تدبیر میں ہوا اور جس
قلعہ میں میں اپنے والد کے پاس رہتا تھا اس کے دروازے پر
سپاہیوں کا پہرہ تھا ان میں ایک برہمن رائے بریلی کا اور
ایک راجپوت مسلمان پٹیالے کے ضلع تھا الغرض سو وہ برہمن کہتا

تھا کہ جو خلیفہ صاحب ملک سمہ میں لشکر لے کر آئے ہیں اُنھیں کے
شہر میں میرا بھی گھر ہے اور میرا ارادہ ہے ان کے پاس جاؤنگا اور
انھیں کے لشکر میں نوکری کرلونگا ایک روز میں نے اس برہمن کو
الگ بلا کر پوچھا کہ تو کیا سید صاحب کے لشکر میں جاویگا اس نے
کہا کہ ہاں جاؤنگا میں نے کہا کہ میرا بھی ارادہ ہے میں بھی تیرے ساتھ
چلونگا مگر یہ بات کسی پر ظاہر نہ ہو اس نے کہا کہ میں تم کو اپنے ساتھ
لے چلونگا اور وہ راجپوت بھی وہیں چلنے کو تیار ہوا جب وہاں چلنے پر
وہ دونوں آدمی مستعد ہوئے اور مجکو ساتھ لیجانے کا انھوں نے
اقرار کیا پھر ایک روز میں نے اپنے والد سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ
واسطے چند روز کے گھر جاؤں انھوں نے کہا کہ اچھا جاؤ جس سپاہی
کو کہو اس کو ساتھ کر دیں میں نے کہا کہ جو دروازے پر رائے بریلی
کا برہمن اور ایک مسلمان راجپوت ہے ان دونوں کو میرے ہمراہ
کر دو پھر انھوں نے مجکو ایک اشرفی دی اور چار روپے دئے اور کہا کہ
اشرفی تو اپنی دونوں بہنوں کو دینا وہ بھنا کر آدھے آدھے روپے
تقسیم کر لینگی اور دو دو روپے اپنے ساتھ کے دونوں سپاہیوں کو
دینا پھر اس کے اگلے روز والد نے مجکو ان دونوں سپاہیوں کے ساتھ
رخصت کیا اور ٹٹو مجکو واسطے سواری کے دیا پھر ہم تینوں آدمی

وہاں سے چلے چوتھے روز جا کر امرتسر میں داخل ہوئے ہندؤں کے
دسہرے کا دن تھا راجہ رنجیت سنگھ والی لاہور بھی وہیں دسہرہ کرنے
کو بڑی جمعیت سے گیا تھا اسی لشکر میں ہم بھی جا کر اُترے اگلے روز
کچھ دن چڑھے میں اس برہمن کو ساتھ لے کر لشکر میں بطریق سیر کے
نکلا اور اس مسلمان راجپوت کو واسطے نگہبانی اسباب اور ٹٹو کے
ڈیرے پر چھوڑا لشکر میں توپخانے کا ایک کپتان محمود نام میرے والد کا
مرید تھا وہ ایک نمگیرے کے نیچے کرسی پر بیٹھا تھا اور ہم دونوں آدمی
سڑک پر چلے جاتے تھے اس کپتان نے مجھکو دیکھ کر پہچانا اور اپنے ایک
آدمی سے کہا کہ وہ لڑکا جو سڑک پر جاتا ہے اُس کو ہمارے پاس لاؤ
اُس آدمی نے آ کر مجھ سے کہا کہ ہمارے کپتان تم کو بلاتے ہیں میں
اس کے ساتھ روبرو کپتان مذکور کے گیا اور میں نے بھی اس کو
پہچانا کہ یہ میرے والد کا مرید ہے پھر میں نے اپنے جی میں اندیشہ کیا کہ
ایسا نہ ہو کہ یہ مجھکو روک لے اور نہ جانے دے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ
صاحبزادے تم یہاں لشکر میں کیونکر آئے کیا تمہارے والد صاحب
بھی تشریف لائے ہیں میں نے گھبرا کر کہا کہ ہاں وہ بھی آئے ہیں اُس نے
کہا کہ کہاں اُترے ہیں میں نے کہا کہ اسی لشکر میں ملتان کے نواب سرفراز خاں
کے ڈیرے پر اُترے ہیں اور بات میں نے اپنے خیال سے یوں ہی

کہہ دی یہ جان کر کہ راجہ رنجیت سنگھ کے ہمراہ اور بڑے بڑے
امیر کبیر آئے ہیں وہ نواب موصوف بھی آیا ہوگا اس کپتان
نے کہا کہ وہ نواب صاحب تو اس لشکر میں نہیں تشریف لائے
اور تم کہتے ہو کہ ہمارے والد صاحب نواب کے ڈیرے پر اُترے
ہیں یہ بات کیسی ہے خیر شاید کہ آئے ہوں مجھی کو نہ معلوم ہو پھر
یہ کہا اپنے آدمی سے کہ تم ان کے ہمراہی کے ساتھ جاؤ جہاں ،
ان کے والد اُترے ہوں دیکھ آؤ یہ بات سن کر میرے اس سپاہی
نے کہا کہ یہ صاحبزادے یوں ہی کہتے ہیں اُن کے والد یہاں نہیں آئے
ہیں یہ صاحبزادے صاحب دریائے ستلج کے گھاٹ پر ہم کو ملے تے
وہیں سے ہمارے ساتھ آئے ہیں اور یہاں سے قریب ایک جگہ
اُترے ہیں وہیں ان کا ٹوٹ بندھا ہے تب اس کپتان نے مجھ سے
کہا کہ کہو صاحبزادے یہ تمہارا آدمی کیا کہتا ہے میں اپنے دل میں
شرمندہ ہو کر رہ گیا اور کچھ نہ بولا جب کئی بار اس نے جواب طلب
کیا تب میں نے کہا کہ سچ کہتا ہے پھر کپتان نے کہا کہ سچ بتاؤ
تم یہاں کیونکر آئے میں نے کہا کہ میں اپنے والد کے پاس سے یہاں
دسہرے کا میلا دیکھنے آیا ہوں اس نے کہا کہ تم نے بہت بڑی

حرکت کی پھر اپنے آدمی سے کہا کہ جہاں ان کا ٹٹو بندہا ہے
وہاں سے اس کو کھول لاؤ اور میرے ہمراہی سے پوچھا کہ کہو تمہارا
کیا ارادہ ہے اُس نے کہا کہ میں تو نوکری کی تلاش میں آیا ہوں
اور ایک میرا ساتھی اور اُنھیں کے ڈیرے پر ہے کپتان نے کہا کہ
تم نے بڑا احسان کیا جو تم ان کو یہاں لائے اور تم بھی دونوں
آدمی یہاں ہمارے پاس خدا چاہیگا تو تمہاری نوکری کی
صورت ہو جاوے گی پھر انھوں نے میرا ٹٹو اور اسباب اپنے
پاس منگوا لیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم اپنے والد صاحب کے پاس
سے کچھ خرچ راہ بھی لائے ہو میں نے کہا کہ ایک اشرفی اور چار
روپے لے کر چلا تھا سو دو دو روپے ان دونوں سپاہیوں کو
دئے یہ سن کر انہوں نے اشرفی مجھ سے لے کر اپنے پاس رکھ لی
اور اپنے ڈیرے میں انہوں نے ہم تینوں آدمیوں کا بستر لگوا دیا پھر
اس کے اگلے روز دو تین گھڑی دن چڑھے جب وہ راجہ رنجیت سنگھ
کے دربار کو چلے تب مجکو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور عزیز الدین نام
ایک حکیم راجہ مذکور کے بڑے مصاحبوں میں تھے راجہ رنجیت سنگھ

ان کی بڑی توقیر اور عزت کرتا تہا سو اتفاقاً اسی روز اپنے
کا ہدایت نامہ وہاں گیا تھا سو حکیم موصوف نے راجہ سے عرض
کی کہ خلیفہ صاحب کا ملک سمہ سے آپکے نام کا خط آیا ہے
اور وہ نامہ پیش کیا راجہ نے کہا کہ اس کو پڑہو خلیفہ صاحب نے
کیا لکھا ہے حکیم نے عرض کی کہ میں مسلمان ہوں اور کسی سے آپ
فرماویں وہ پڑہے میرے پڑہنے کے لائق نہیں ہے اس نے کہا کہ تم ہی
پڑہو پھر انہوں نے عذر کیا کہ میں نہ پڑہونگا اور کسی سے پڑہوائے
اُس نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے تم اس کو پڑہو کیا خلیفہ صاحب نے ا
اس میں ہم کو گالیاں لکھی ہیں جو تم نہیں پڑہتے ہو جو کچھ لکھا ہو تم پڑہو
ہم سنیں گے پھر حکیم نے وہ نامہ ہدایت شمامہ پڑہا سو اس میں تمام
ا باتیں ہدایت کی تھیں اور اس کو دعوت تھی واسطے اسلام کے سب مضمون ا
ہدایت مشتمل اس کا تو یاد نہیں ہے مگر اس قدر یاد ہے کہ اس میں لکھا تھا
کہ ہم نہ تو تیرے ملک و مال کے طالب ہیں اور نہ تیری جان و عزت کے
خواہاں ہم تجکو دعوت اسلام کی کرتے ہیں اگر تو قبول کرے اور مسلمان
ہو تو ہمارا بہائی ہو جاوے پھر جہاں کہیں ہم خدا کے دشمنوں سے

جہاد کر کے ملک ومال ان کا لینگے وہ ہم تجکو دینگے اور جو تیرا
ملک ومال تیرے قبضہ میں ہے وہ تیرے پاس قائم رہیگا اور
جو تو نے اپنی شامت نفس سے اس دعوت اسلام کو قبول نہ کیا
تو پہر وہی معاملہ بہی ہم تیرے ساتہہ کرینگے یعنی تجہہ سے لڑ کر تیرا ملک
ومال چہینیگے اور مسلمانوں کو دینگے انتہیٰ پہر جب حکیم صاحب خط نامہ
پڑہ کر فارغ ہوئے تب راجہ مذکور نے اپنے تمام حاضرین مجلس کی
طرف مخاطب ہو کر کہا کہ فی الحقیقت خلیفہ صاحب کی بہادری اور
جوانمردی کا حال جیسا کہ زبانی لوگوں سے سنا تہا ویسا ہی اس خط کے
مضمون سے معلوم ہوا اور آج تک ایسا صاحب ارادہ اور صاحب جرات
اپنے زمانے میں ہم نے نہ کسی کو دیکہا اور نہ سنا اپنے ہندوؤں میں نہ
مسلمانوں میں خلیفہ صاحب اپنے ارادے کے مضبوط اور اپنے دین
پر بہت مستعد ہیں اور مجکو ان کی ملاقات کا بہت اشتیاق ہے اگر
وے مجہہ سے آکر ملیں تو با خوبی موافق خرچ لشکر ان کے کہ اپنی
ریاست ایک ملک جدا کر دوں کہ وہ اس کو اپنے تحت تصرف
میں رکہیں مجہہ سے کچہہ غرض نہیں اور جس قدر زر نقد طلب کریں
وہ ان کی نذر کروں مگر وہ مجہہ سے لڑائی کا ارادہ نہ کریں

انتہیٰ جبکہ زبانی راجہ مذکور کے یہ کلام آپ کے اوصاف حمیدہ
میں لوگوں نے سنے تب حکیم عزیز الدین صاحب نے راجہ سے عرض
کی کہ آپ بجا فرماتے ہیں وہ خلیفہ صاحب اسی ارادے کے شخص ہیں
بہت لوگوں سے میں نے ان کی خوبیاں سُنی ہیں اور بہت سی آپ
کی تعریف اور خوبیاں بیان کرنے لگے اور راجہ اور تمام اہل دربار ہندو
اور مسلمان سنتے رہے بعد اس کے راجہ نے طرف کپتان سلطان محمود
کے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ لڑکا تمہارے ہمراہ کس کا ہے انہوں
نے عرض کی کہ یہ میرے پیر کا بیٹا ہے اور میرے والد کا نام لیا
اور راجہ مذکور میرے والد کو جانتا تھا کہ وہ تو قلعہ الموہ کے
میں ہیں وہاں سے یہ کیونکر آئے کپتان نے کہا کہ دسہرے کا میلہ
دیکھنے کے بہانے سے بھاگ آئے ہیں راجہ نے کہا کہ ان کا حال ان کے
والد کے پاس لکھ کر بھیجو اور ان کو ہوشیاری سے اپنے ڈیرے میں
رکھو اور ہم سے اطلاع کر کے ان کو رخصت کرنا بعد اس کے دربار برخاست
ہوا کپتان موصوف وہاں سے مجکولے کر اپنے ڈیرے پر آئے اس کے اگلے روز
دسہرے کا میلہ تھا تمام لشکر کو حکم ہوا کہ فلانے میدان میں چلیں یہ حکم
سن کر تمام لوگ تیار ہو کر میدان کو چلنے لگے کپتان نے مجھ سے
کہا کہ تم بھی چل کر سیر و تماشا دیکھو میں نے کہا کہ میں تو یہیں

ڈیرے پر رہونگا یہ سُن کر وہ تو سوار ہوکر لشکر کے ساتھ گئے اور
ہم تینوں آدمی اور ایک ڈیرے کا چوکیدار وہاں رہے پھر میں نے اس چوکیدار
سے کہا کہ اگر تم کہو تو ہم بھی اس ڈیرے سے نکل کر ادہر ادہر لوگوں کا سیر
و تماشا دیکھیں اُس نے کہا کہ اچھا تم بھی چل کر دیکھو پھر تُو تو نے وہیں
چھوڑا اور اپنے دونوں ہمراہیوں کو لے کر میں نکلا اور ان دونوں سے کہا
کہ اب وقت فرصت کا ہے جلد یہاں سے نکل چلو پھر ہم تینوں آدمی
وہاں سے روانہ ہوئے چودہ پندرہ کوس پر ہندؤں کا ایک مندر
تھا شام کو اس میں جا کر رہے اگلے روز وہاں سے چلے راولپنڈی اور
حضرو کے بیچ میں ایک بستی ہے وہاں پہنچے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں
کوئی مسجد ہے انہوں نے کہا کہ یہاں تو نہیں مگر یہاں سے تھوڑی
دور خلانی بستی پٹھانوں کی ہے وہاں مسجد ہے تم وہاں جاؤ تم کو رات
کا آرام ہوگا پھر ہم اس بستی میں گئے وہاں ایک مسجد تھی اُس میں اُترے
اور اسی کے قریب گڑہی تھی جب اذان عصر کی ہوئی محلے کے لوگ آ کر
جمع ہوئے گڑہی سے وہاں کا حاکم آیا اور میرے دونوں کانوں میں
سونے کے تنگ تھے اس نے میرے ساتھیوں سے پوچھا کہ اس لڑکے
کو کہاں لیجاؤگے اُنہوں نے تو جواب نہ دیا میں نے کہا کہ قلعہ اٹک
میں میرا بھائی نوکر ہے اس کے پاس جاؤنگا اس نے کہا تم خلاف

کہتے ہو وہاں اٹک میں تمہارا بھائی نہیں تم کہیں بھاگے جاتے ہو مجھہ
سے سچ بتاؤ کہ تم کہاں جاتے ہو اور کسی بات کا اندیشہ نہ کرو تب
میں نے کہا کہ ہم خلیفہ صاحب کے پاس جاتے ہیں یہ بات سُن کر اُس نے
کہا کہ یہاں سکھہ آتے جاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو گرفتار کرلیں تم
یہاں سے میری گڑہی میں اٹھ چلو پھر ہم تینوں آدمیوں کو اپنی گڑہی میں
لے گیا اور وہاں اُتارا اور مجھہ سے کہا کہ تمہارے پاس کچھہ راہ خرچ
ہے میں نے کہا کہ خرچ تو کچھہ نہیں تب اس نے کہا کہ تم اپنے کانوں کے
تنگ نکال ڈالو یہ پہننے تم کو نہ چاہئیں ان کو بیچ کر اپنے خرچ
میں لاؤ میں اس بات پر راضی ہوا پھر اس نے میرے دونوں
تُنگ اتروا کر چالیس روپے کے بیچے ان میں سے تین روپے کے
ولایتوں کے سے کپڑے سلوا دئے جس میں یہ کوئی نہ جانے کہ یہ
ہندوستانی ہے اور دو روپے خُردہ کروا کر واسطے راہ خرچ
کے پیسے دئے اور باقی پینتیس روپے نقد مجکو دئے اور دو روز ہم کو
اپنی گڑہی میں بڑی خاطرداری سے رکھا اور کہا کہ میں بھی خلیفہ صاحب
کا مُرید ہوں سو انھوں نے مجکو یہ خدمت سپرد کی ہے کہ جو کوئی
غازی ہندوستان سے تمہاری طرف آوے اور ہم کو خبر ہو
تو اس کو بحفاظت تمام تمہارے پاس پہنچا دیتا سو جو کوئی

یہاں ہندوستان سے آتا ہے میں اس کو وہاں پہنچا دیتا ہوں
اور تم کو بھی پہنچا دونگا پھر تیسرے روز اپنا آدمی ہمراہ کر کے رخصت
کیا وہاں سے دو منزل پر اس خان کی رشتہ دار کی ایک بستی تھی وہ
آدمی ہم کو وہاں لے گیا اور اُن کے رشتہ دار سے کہا کہ ان کو فلانے
خان نے تمہارے پاس بھیجا ہے تم ان کو حفاظت سے دریائے اباسین
اتار کر پار کر دینا یہ کہہ کر وہ آدمی تو اپنی بستی کو گیا اور ہم تینوں
آدمی اس دن وہیں رہے اُس کے اگلے روز صاحبخانہ نے اپنے عزیزوں
میں سے ایک آدمی ہمارے ساتھ کیا وہ ہم کو لے چلا ایک بستی میں
رہا اگلے روز وہاں سے ایک ملاح لیا اور دریا کے گھاٹ پر پہنچے
اُس نے شناہ پھونکی ایک شناہ پر مجکو سوار کیا اور ایک میرے
آدمی کو میری داہنی طرف کیا اور دوسرے کو بائیں طرف کیا اور دوسری
شناہ پھونک کر آپ سوار ہوا اور بخیر و عافیت پار اُتار لایا اور ہم سے
کہہ دیا کہ اس پار اب خلیفہ صاحب کا عمل دخل ہے اب تم چلے جاؤ
تم سے کوئی مزاحم نہ ہوگا پھر ایک دن رات راہ میں رہ کر دوسرے
روز پنجتار میں ہم تینوں آدمی آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے
میرے آنے کا یوں معاملہ ہوا۔ انتہیٰ پھر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
نے اس ملا ولایتی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آخوند بھائی اس لڑکے
کا حال تم نے سُنا اسی طرح ہر ایک آدمی اپنا وطن اور عیش و آرام

چھوڑ کر واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے آیا ہے اور ہر ایک اپنی بستی
کے عزت دار اور مالدار تھے اور بہت سی باتیں وعظ ونصیحت کی آپ
نے فرمائیں وہ ملا شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ آپ بجا فرماتے ہیں اور
اسی اپنی گستاخی سے تائب ہو کر اس نے آپ کے دست مبارک
پر بیعت کی انتہیٰ **اور ایک حال درہ سیحون کا یہ ہے**
کہ میاں خدابخش صاحب مصطفےٰ آبادی عرف رامپوری بیان کرتے ہیں
کہ ایک روز موضع سیحون میں دو ولایتی آئے اور پوچھنے لگے کہ حضرت
امیر المومنین کہاں تشریف رکھتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ تم کہاں سے
آئے ہو انھوں نے کہا ہم شہر ٹونک سے آئے ہیں میں ان کو
حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لے گیا حضرت نے بعد سلام علیک کے ان
سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور اپنے پاس بٹھایا اور یہ جانا کہ یہ اسی
ملک کے کوئی شخص ہونگے میں نے عرض کی کہ حضرت یہ صاحب
شہر ٹونک سے آئے ہیں یہ بات سُن کر حضرت نے اُٹھ کر ان
سے پھر مصافحہ اور معانقہ کیا اور خیر و عافیت مزاج کی پوچھ کر نام
پوچھا انھوں نے کہا کہ میرا نام اخوند ملک ہے پھر حضرت علیہ الرحمۃ
نے آنے کا سبب پوچھا انھوں نے بیان کیا اور ایک رومال
حضرت کے آگے دھر دیا ان میں چند خطوط تھے اور ایک کونے میں

ایک کاغذ کی پڑیا بندہی تھی آپ نے پوچھا کہ اس کاغذ
میں کیا چیز ہے انھوں نے عرض کی کہ نواب امیرالدولہ دام اقبالہ
کے فرزندار جمند صاحبزادہ محمد وزیر خاں طول عمرہٗ نے اس میں
آپ کو اکسیر بھیجی ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کے واسطے صاحبزادے
صاحب نے اتنی دُور کیوں تکلیف کی اس کا نسخہ اللہ تعالیٰ نے
مجکو بھی عنایت کیا ہے مگر میں اس کو بناتا نہیں ہوں کہ مبادا
میرے توکل میں خلل واقع ہو پھر آپ نے وہی خطوط پڑھے اور
دفعتہً آپ کی طبیعت فیض طویت میں ایک جوش محبت کا اٹھا،
سب حاضرین لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو سب
سر کھول کر دعا کرو اور آپ بھی سربرہنہ ہو کر دعا میں مشغول
ہوئے اور فرمایا کہ الٰہی مجکو اس بات کا اصلا علم نہیں ہے کہ
اس پڑیا میں اکسیر ہے یا خاک ہے مگر جس نے ساتھ محبت
اور اخلاص دل کے اتنی دُور سے اس پڑیا کو بھیجا ہے اس
کے حق میں اور اُس کی جان اور مال اور اہل وعیال کے حق میں
اپنی عنایات بے غایات سے میری دعا کو اکسیر اعظم کر دے کہ ہمیشہ
خوش و محظوظ ہر بلا سے محفوظ اور شاداں بامراد رہیں اور تمام

لوگ آمین آمین کہتے تھے انتہی واضح ہو کہ یہ دعا
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے بارہ سو چھیالیس
ہجری کے ماہ شوال میں کی تھی اور اب سن بارہ سو اٹھتر
کا ماہ رجب ہے بتیس برس کا عرصہ ہوا دیکھا چاہیئے
کہ درمیان اس عرصے مذکور کے حوادث روزگار اور
انقلاب دور فلک دوار کے سے اس ملک ہندوستان
میں بڑی بڑی ریاستیں نیست و نابود ہو گئیں اور بڑے بڑے
خاندان اُمرائے و لاثسان کے تباہ اور خراب ہو گئے مگر
اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت امیر المومنین کی برکت دعا سے
ہمارے آقائے نامدار دولتمدار نواب مستطاب معلی القاب
نواب وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ
زاد اقبالہ کو تا حال ہر ایک حادثہ زمانی سے مامون اور
ہر ایک بلائے ناگہانی سے محفوظ اور ہر ایک طرح کی عزت
و اقبال اور جاہ و جلال سے محظوظ رکھا اور اسی طرح ہمیشہ
رکھے آمین یا الہ العالمین! **اور ایک حال درہ سیجون**
کا یہ ہے کہ داروغہ عبد القیوم صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن
روزوں مشکوٰۃ شریف کا درس ہوتا تھا ایک روز حضرت

امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب
مرحوم ومغفور سے فرمایا کہ میاں صاحب دل میں آتا ہے
کہ اب چند روز جناب الٰہی میں خوب سی سب مل کر دعا کریں
مگر اس طرح سے کہ ہم ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اکیلے
دعا کریں اور آپ سب بھائیوں کو ساتھ لیجا کر کہیں جنگل
میں دعا کریں مولانا صاحب نے عرض کی کہ بہت بہتر میں
حاضر ہوں پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے وقت دعا کرنے کا بعد
نماز عصر کے مقرر فرمایا پھر ہر روز نماز عصر سے فارغ ہو کر
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ ایک کوٹھری میں بیٹھ کر اکیلے
دعا کرتے تھے اور مولانا صاحب سب نمازیوں کو اپنے ہمراہ
لے کر باہر بستی کے ایک نالہ پر جاتے تھے اور پانی اس نالہ
میں کہیں گھٹنوں تک اور کہیں رانوں تک اور کہیں زیادہ
اس کے کنارے پر ایک بڑی چوڑی چکنی پتھر کی چٹائی
تھی اس پر مولانا صاحب بیٹھتے تھے اور سب لوگ آپ
کے گرد ہوتے تھے پہلے تو آپ سب لوگوں کی طرف مخاطب
ہو کر کچھ دیر وعظ ونصیحت فرماتے تھے بعد اس کے سر برہنہ

ہوکر ساتھ کمال گریہ وزاری اور عجز وانکساری کے جناب
باری میں بہت دیر تک دعا کرتے تھے اور جناب باری کی
عظمت وجباری اور رحمت وغفاری بیان کرتے تھے پھر
بعد فراغ دعا کے سب کو ہمراہ لے کر وہاں سے حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس آتے تھے اور حال دعا کرنے کا عرض کرتے تھے اور
یہ دعا پانچ یا سات روز تواتر ہوئی تھی انتہی اور ایک
حال درہ سچون کا میاں عبد القیوم صاحب یوں
بیان کرتے ہیں کہ اس ملک کوہستان میں سوائے قوم
افغان وغیرہ کے دامن کوہ میں گوجر لوگ بہت رہتے ہیں اور
ان میں جو سردار قوم ہوتا ہے اس کو مقدم کہتے ہیں سو
ایک روز ایک ان کا سردار سات یا آٹھ آدمیوں کے
ہمراہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی ملاقات کو آیا اور
وے سب لباس کمل کا پہنے عمامہ کرتا پائجامہ دوپٹا)
سب کمل کا تھا پھر حضرت علیہ الرحمۃ ان سے بڑے اشتیاق
اور تپاک سے بغلگیر ہو کر ملے اور بڑی عزت وتوقیر سے اپنے
پاس بٹھایا اور ہر ایک سے عافیت مزاج کی پوچھی اور

مجھ سے فرمایا کہ ان بھائیوں کے واسطے اچھا مکلف کھانا
پکاؤ پھر میں تو اُن کے لئے کھانا پکوانے میں مصروف ہوا
اور حضرت علیہ الرحمۃ اپنے تمام مجاہدین حاضرین کے روبرو
ان کی تعریف کرنے لگے کہ یہ لوگ بڑے دیندار اور متقی و
پرہیزگار ہیں کہ پہاڑوں پر رہتے ہیں بھیڑ بکری گائے بھینس
پالتے ہیں اور انھیں کے دودھ دہی وغیرہ سے اپنی گذران
کرتے ہیں اور کسی کے شر و فساد سے کام نہیں رکھتے اور انشاء
اللہ تعالیٰ یہ لوگ ہمارے بڑے مخلص انصار ہونگے اور اسی طور سے
بہت ان کی خوبیاں آپ نے بیان کیں پھر میں نے واسطے،
اُن کے پلاؤ اور کچھ حلوا اور روٹی اور گوشت پکوایا پھر حضرت
علیہ الرحمۃ نے اپنے ساتھ اُن سب کو کھانا کھلایا پھر بستی میں
ایک حویلی خالی کروا کر اتارا اور اگلے روز پھر ان کی مہمانی کی
اور اُس روز گوشت روٹی اور حلوا پکوا کر کھلایا پھر بعد فراغ
تناول طعام کے حضرت علیہ الرحمۃ نے اس سردار کو اپنے
حجرے میں بُلا کر بہت دیر تک کچھ باتیں کیں مگر ہم لوگوں میں
کسی کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا باتیں تھیں پھر آپ نے ان کو

رخصت کیا وے سب اپنے مکان کو گئے اور اسی طرح اکثر
اوقات اس ملک کے گوجر صاحب اخلاص حضرت علیہ الرحمۃ
کی خدمت فیضدرجت میں آتے تھے اور آپ ان کی بہت،
عزت وتوقیر کرتے تھے اور بہت ان سے محبت رکھتے تھے
بلکہ بعض لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ کیا سبب ہے کہ حضرت
اس ملک کے گوجر لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی
بہت خوبیاں بیان فرماتے ہیں اور اپنا انصار بتاتے ہیں
اب باقی حال اس کا جنگ بالاکوٹ کے بیان ہوگا انشاء
اللہ تعالیٰ **اور اخیر حال درہ میجون کا یہ ہے** میاں خیر الحشر
صاحب رامپوری اور دروغہ عبدالقیوم صاحب بیان کرتے
ہیں کہ ماہ شوال میں مظفرآباد سے مولوی خیرالدین صاحب ؛
شیرکوٹی کی عرضی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئی خلاصہ
مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ ہم نے فضل الٰہی سے مظفرآباد
کو سکھوں سے خالی کرلیا صرف ایک گڑہی باقی ہے جو کچھ سکھ
ہیں اس میں ہیں ہم نے اس کا بھی محاصرہ کرلیا تھا اور نہایت
ان کو تنگ کیا اُنھوں نے پیغام بھیجا کہ ہم کو ایک رات کی

مہلت دو تو ہم اپنا اسباب وسامان نکال کر کل کو چلے
جاوینگے سو میں نے تو اس بات کو نہیں مانا مگر سلطان زبردست
خاں نے ان کے فریب میں آکر مان لیا اور مجھ سے کہا کہ ایک
رات کی مہلت دینی کیا مضائقہ پھر رات بھر کی مہلت دی
گئی اُنھوں نے فرصت پاکر اسی رات کو اپنا بند و بست کر لیا اور
اپنا حال اُنھوں نے پشاور میں شیر سنگھ کو بھیجا سو وہ
مع لشکر ان کی کمک کو آتا ہے انتہیٰ یہ مضمون عرضی کا دریافت
کرکے حضرت علیہ الرحمۃ نے ناصر خاں بھوگرام والے اور حبیب اللہ
خاں خیل اور حسن علی خاں سچون والے اور مو ضع کونسل کے
ملا بارک اور درہ کاگان کے سید ضامن شاہ اور اُن کے
بھائی سید نوبت شاہ کو سوائے اس کے اور جو اس ضلع کے
نامی لوگ تھے نام اُن کے یاد نہیں سب کو بلوا کر جمع کیا اور
اس عرضی مذکورہ کا مضمون اُن سب کے سامنے بیان کیا
یعنی شیر سنگھ مع لشکر پشاور سے واسطے کمک سکھوں مظفر آباد
کے آتا ہے اور ہمارے مجاہدین جابجا متفرق ہیں کچھ تو راج دواری
میں ہیں اور کچھ بالاکوٹ میں اور کچھ مظفر آباد میں اور کچھ پہاں

ہمارے پاس ہیں اب تم سب صاحب اس ملک سے
واقف کار ہو اور ہم لوگ نو وارد ہیں پھر ان سب صاحبوں نے
آپس میں مشورہ کیا پھر حبیب اللہ خاں نے سب کی طرف سے
حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ سب صاحب کہتے ہیں کہ
یہاں سچون میں تو شیر سنگھ کے آنے کا کچھ خطرہ نہیں یہاں
آکر وہ کیا کریگا بالاکوٹ میں البتہ اُس کا دغدغہ ہے کیونکہ
وہاں سکھوں کا تھانہ تھا اور وہاں کا حاصل بھی وہی تحصیل
کرتے تھے وہ ان سے چھٹ گیا فضل الٰہی سے آپ کے تحت حکومت
میں ہو گیا اس کا داغ ضرور اُن کے دلوں پر ہے اگر مبادا
وہ لشکر لے کر وہاں آگیا اور آپ یہاں رہے تو پھر کوئی
بات نہ بنے گی جو مجاہدین آپ کے بالاکوٹ میں ہیں اُس کے
لشکر کی آمد سُن کر وہ آپ وہاں کا تھانہ چھوڑ کر چلے آئینگے
اور ادہر جو مظفر آباد میں مجاہدین ہیں وے ہراساں ہو جاوینگے
نہ وے آپ کے پاس تک آسکیں گے اور نہ آپ ان تک پہنچ
سکینگے اور اگر آپ یہاں سے چل کر بالاکوٹ میں بیٹھیں
تو شیر سنگھ یکا یک مظفر آباد پر نہ جا سکے گا ادہر سے تو آپ

کا رعب اس پر ہو گا اور ادہر مظفر آباد کے غازیوں کا خوف
اس کو ہو گا اور ان غازیوں کو بہی تقویت ہو گی یہ بات ہم
سب کو مناسب معلوم ہوتی ہے آگے اب آپ کو اختیار ہے
یہ مشورہ ان کا حضرت کو بہت پسند آیا اور حضرت علیہ الرحمۃ
کی بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ اور چند غازیوں کی بیویاں بہی
راج دواری میں تھیں پھر آپ نے ان کے بلانے کی تجویز کی،
عبد القیوم صاحب کہتے ہیں کہ ان کے لانے کو حضرت نے مجکو)
راج دواری میں بھیجا اور دو آدمی میرے ساتھ اور کر دئے اور
رستہ راج دواری کا وہاں سے پہاڑ پر ہو کر تھا پھر ہم تینوں
آدمی وہاں سے چلے پہاڑ کی چوٹی پر جانا تھوڑی دور رہا تھا
کہ اس میں پیچھے سے ایک شخص نے پکارا کہ عبد القیوم لوٹ آؤ
حضرت امیر المومنین بلاتے ہیں پھر لوٹ کر ہم عصر کے وقت
حضرت کے پاس جا کر حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ اب صلاح اور
ٹہری اس لئے تم کو بلوا لیا پھر اس کے دوسرے روز حضرت علیہ الرحمۃ
نے میاں الہی بخش رامپوری اور نظام الدین اولیا کو راج دواری
میں واسطے تسلی اور تشفی بیوی صاحبہ کے بھیجا کہ ان سے

ہماری طرف سے بہت تسلی کر کے کہا کہ اول تو ہمارا ارادہ
تھا کہ تم کو اپنے پاس بلالیں مگر اب سکھوں کے لشکر کی
خبر گرم ہے ہم اس طرف کو جاوینگے عجب نہیں کہ اُن سے مقابلہ
ہو پھر دیکھا چاہئے انجام اس کا کیا ہو اس سبب سے بلانا
تمہارا مناسب نہ جانا سو تم وہیں رہو اور کسی بات کا اندیشہ
نہ کرنا اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور ہم سب کے واسطے
دعا کرو اگر اللہ تعالیٰ ملاویگا تو پھر آکر تم سے ملینگے انتہیٰ اور
میاں الٰہی بخش اور نظام الدین اولیا کی بیویاں بھی وہیں
بیوی صاحبہ کے پاس تھیں اور بیوی صاحبہ کے کاروبار کے لئے
حضرت نے مولوی محمد قاسم پانی پتی کو مقرر کیا تھا اور باقی اور
غازیوں کے بیویوں کے کاروبار کے لئے چند غازیوں سے
شیخ حسن علی صاحب کو متعین فرمایا تھا ان کی تسلی کے لئے بھی
آپ نے فرمادیا۔ میاں الٰہی بخش صاحب موصوف کہتے ہیں کہ پھر
ہم اور نظام الدین اولیا حضرت سے رخصت ہو کر راج دواری کو
چلے جاتے جاتے جب ہم دونوں موضع سرکول میں پہنچے وہاں
حضرت علیہ الرحمہ نے ارباب بہرام خاں کو کسی کام کے لئے
متعین کیا تھا وہاں اُن سے ملاقات ہوئی انھوں نے

ہم سے پوچھا کہ آپ کا ادہر کیونکر آنا ہوا میں نے کہا کہ حضرت
علیہ الرحمۃ کا ارادہ آٹھ دس روز میں پیچون سے اٹھ کر
طرف بالاکوٹ کے جانے کا ہے اس لئے شیر سنگھ سکھ کی
پشاور کی طرف سے آنے کی خبر مشہور ہے سو ہم کو بیوی فاطمہ
معظمہ مکرمہ کی تسلی کو بھیجا ہے ادہر ہمارے آنے کا سبب
ہے انھوں نے کہا کہ جب راج دواری سے پھرنا تو پھر اسی طرف
آنا تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں پھر اس روز ہم دونوں آدمی
انھیں کے مکان پر رہے اگلے روز وہاں سے اٹھ کر راج دواری
کو گئے اور جس کام کو حضرت علیہ الرحمۃ نے بھیجا تھا وہ)
باخوبی کرکے تیسرے روز وہاں سے پھر لوٹے اور موضع
سرکول میں ارباب بہرام خاں کے پاس آئے اور ایک رات
وہاں رہے ارباب ممدوح نے کہا کہ حضرت امیرالمومنین کے
حکم سے میں یہاں متعین ہوں اور سکھوں کی پشاور سے
آنے کی خبر لوگوں میں گرم ہے اور حضرت بھی پیچون سے اسی
طرف جانے والے ہیں میری طبیعت یہاں رہنے سے گھبراتی
ہے مگر بدون اجازت حضرت کے یہاں سے اٹھ نہیں سکتا
تم میری طبیعت کا حال حضرت سے عرض کرنا اگر

حضرت فرما دیں تو میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوں
انتہی پھر اگلے روز ہم وہاں سے پچون میں حضرت کے پاس
گئے اور پیغام ارباب بہرام خاں کا عرض کیا آپ نے فرمایا
کہ اب تو آج تم آئے ہو مگر کل یا پرسوں تم ہی جا کر وہاں
سے ارباب بہرام خاں کو لاؤ پھر اس کے تیسرے روز ہم
گئے اور سرکول سے اُن کو لائے قریب بیس آدمیوں کے اُن کے
ہمراہ تھے اور وے سب انھیں کے عزیزوں اور نوکروں میں
تھے حضرت نے ان کو ایک مکان میں اُتارا انتہی پھر حضرت
نے مولوی خیر الدین صاحب کی عرضی کا جواب لکھوا کر مظفرآباد
میں ارسال فرمایا خلاصہ مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ عرضی
تمہاری آئی مندرجہ احوال اُس کا معلوم ہوا تم وہاں اپنی
ہوشیاری سے مستعد ہو کر رہو کسی بات کا اندیشہ نہ کرو
تائید الٰہی تمہارے شامل حال ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ
ہم بھی یہاں سے کوچ کر کے بالاکوٹ کو چلتے ہیں انتہی پھر
سن بارہ سو چھیالیس ہجری کی ماہ ذی القعدہ کی پانچویں
تاریخ کو مع لشکر موضع پچون سے حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ نے کوچ کی تیاری کی اول حضرت نے مولوی

نصیرالدین صاحب منگلوری کو تیس بتیس غازی ہمراہ
کر کے واسطے بند وبست درہ منگرنگ کے روانہ کیا کہ شاید
لشکر سکھوں کا اس طرف آوے تو ان کو روکیں کیونکہ
وہاں سے کوئی تین کوس موضع منگاری ہے وہاں سکھوں
کا تھانہ تھا بعد اس کے سیچون سے آپ نے کوچ کیا وہاں
سے دو یا ڈھائی کوس موضع گجوڑی ہے وہاں پہنچے
وہاں کے مسلمانوں نے بخوشامد تمام آپ کو رکھ لیا آگے نہ
جانے دیا پھر آپ مع لشکر وہیں رہے وہاں کے لوگوں نے
موافق دستور اس ملک کے سب کی مہمانداری اور خدمتگزاری
کی اور اگلے روز کھانا کھلا کر رخصت کیا اور وہ بستی دامن
کوہ میں ہے وہیں سے پہاڑ کی چڑھائی شروع ہے اور حضرت
ہاتھی پر سوار تھے پھر اس پہاڑ پر چڑھنے لگے وقت دوپہر کے
اس کی چوٹی پر مع الخیر جا پہنچے اور اس چڑھائی میں
مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم و مغفور کا یہ حال تھا کہ،
جب چڑھتے چڑھتے تھک جاتے تب بیٹھ جاتے اور وعظ
فرمانے لگتے جب قدرے ماندگی دفع ہوتی اور چلے،

لوگ آ کر جمع ہو جاتے تب وہاں سے آگے چڑھتے میاں
خدابخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ ایک جگہ بیٹھ کر،
مولانا صاحب ممدوح پیر فتوح نے لوگوں کی طرف)
مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو اس بات کو خیال کرو کہ اگر
ہم لوگ کسی امیر یا رئیس کے نوکر چاکر ہوتے اور وہ ہم
کو ایسے سخت رستے میں اپنے کسی کام کو بھیجتا تو بلا عذر
جانا پڑتا اور یہ تمام رنج وہ کا اٹھانا پڑتا اور وہ
نوکری صرف واسطے گذران دنیا کے تھی اور آج الحمدللہ
کہ ہم لوگ نہ کسی کے نوکر ہیں نہ چاکر صرف واسطے خوشنودی
اور رضامندی اپنے پروردگار کے یہاں آئے ہیں اور یہ
محنتیں اور مشقتیں اٹھاتے ہیں اگر نیتیں ہماری خالص ہیں
تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے بڑے بڑے درجے دیگا تھی
اور ایک جگہ اس پہاڑ کی چڑھائی پر حضرت کی آمد کی خبر
سن کر اس اطراف کے کئی گوجروں کی عورتیں دہی کی
ہانڈیاں لے کر آئیں اور لوگوں سے پوچھنے لگیں کہ سید بادشاہ

کہاں ہیں رستہ وہاں فراز و نشیب کا زیادہ تھا حضرت
اس وقت ہاتھی سے اُتر کر پیادہ پا اور طرف سے تھوڑا
پھیر کھا کر آتے تھے لوگوں نے اشارہ کر کے تبلایا کہ سید
بادشاہ وہ آتے ہیں پھر وے عورتیں وہیں بیٹھ گئیں
جب حضرت قریب آئے اور اُن عورتوں کو دیکھا اور
معلوم کیا کہ یہ ہمارے لئے کچھ دودھ یا دہی لائی ہیں اپنے
ہمراہیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ ہماری بہنیں ہمارے
لئے کچھ نذر لائی ہیں ہم ان کے پاس جاتے ہیں پھر سب لوگ
ٹھہر گئے اور حضرت ان کے پاس تشریف لے گئے وے اٹھ
کر کھڑی ہو گئیں اور آپ کو دعائیں دینے لگیں کہ جس مطلب
کو جاتے ہو وہ مطلب آپ کا اللہ پورا کرے اور وے ہانڈیاں
دہی کی اپنی انھوں نے حضرت کے سامنے دھریں آپ
نے تھوڑا تھوڑا وہ دہی تقسیم کر لیا بعد اس کے آپ نے
سب لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو اب ان بہنوں کے واسطے
تم سب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کی گائیوں بھینسوں
میں اور مال و اولاد میں برکت دیوے پھر آپ نے اور سب نے

دعا کی اور شاید کہ آپ نے کچھ نقد بھی ان کو دیا مگر یاد
نہیں کہ کیا دیا پھر وے عورتیں جدہر سے آئی تھیں ادہر
کو چلی گئیں انتہی پھر پہاڑ کی چوٹی پر جب دوپہر کو پہنچے
اور وہاں کئی چشمے جاری تھے وہاں حضرت علیہ الرحمۃ اور لوگ
ٹھہر گئے اس میں وقت ظہر کا ہوا سب نے ان چشموں میں وضو کر کے
وہیں نماز ظہر پڑھی پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اب بھائیو
چلو اور پہاڑ سے اترو ہم بھی تمہارے پیچھے آتے ہیں پھر لوگ
روانہ ہوئے کچھ دیر کے بعد حضرت بھی سوار ہوئے اور پہاڑ سے
اترنے لگے مگر کمر کوہ میں ایک جگہ برابر میدان وسیع تھا وہاں پہنچے
اس وقت آپ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ اب آپ
لوگوں کو لے کر بالاکوٹ چلیں اور وہاں لوگوں کے لئے کھانے پینے
کی تدبیر کریں عصر کی نماز پڑھ کر انشاءاللہ تعالیٰ ہم بھی آوینگے
پھر آپ کچھ کم سو غازیوں سے وہاں ٹھہر گئے اور مولانا صاحب
لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے اور پہاڑ اتر کر نماز عصر پڑھی پھر
مع الخیر جاکر بالاکوٹ میں داخل ہوئے پھر کچھ دیر میں
مولانا صاحب کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ حضرت

امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ آج میری طبیعت
چاہتی ہے کہ یہیں رہیں کل انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے پاس آوینگے
انتہیٰ میاں عبدالقیوم صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت علیہ الرحمۃ
کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا وہاں چند غازیوں نے آپس
میں کہا کہ ہمارا اوڑھنا بچھانا تو مولانا صاحب کے ساتھ گیا اور
یہاں پہاڑ پر رات کو سردی زیادہ ہوگی اور تمام دن کے بھوکے
بھی ہیں یہاں کھانے کی بھی ظاہرا کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی اس
کی کیا تدبیر کرنا چاہیئے پھر ان میں سے یہی حال ایک نے جاکر
حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی صاحب میرے پروردگار
نے بڑی بڑی مہمانیوں کا مجھ سے وعدہ کیا ہے ابھی تو بہت
دنوں اس کی مہمانیاں کھانی ہیں ان میں سے ایک مہمانی آج
ہی ہی اپنے پروردگار کو یاد کرو وہ سب کچھ اپنے عاجز بندوں
کو یہیں سب کچھ پہنچا دیگا تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو یہ جواب
باصواب سن کر وہ شخص خاموش ہو رہا پھر سب وہیں پہاڑ پر
حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس رہے پھر وقت مغرب کا آیا
کسی نے اذان کہی وہیں چشمے میں وضو کر کے سب نے حضرت

کے پیچھے نماز پڑھی پھر بعد فراغ نماز کے حضرت اس چشمے کے
کنارے جا بیٹھے سب لوگ بھی آپ کے گرد بیٹھے پھر آپ نے
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور خلاقی اور رزاقی کا بیان کرنا شروع
کیا اور طرح طرح سے وقت عشا تک اللہ تعالیٰ کی رضامندی
اور پروردگاری کا بیان کرتے رہے اور ایسی رقت آپ کے
کلام ہدایت التیام میں تھی کہ تمام حاضرین مجلس کی آنکھوں سے
آنسو جاری تھے اور گویا کہ حالت بیخودی میں تھے بعد اس کے سربرہنہ
ہوکر ساتھ کمال عجز و زاری کے جناب باری میں دعا شروع
کی اور طرح طرح سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفات جمالیہ اور
جلالیہ بیان کرنے لگے اور تمام حاضرین کا یہ حال تھا کہ دریائے
بیخودی اور بیہوشی میں گویا کہ ڈوبے ہوئے تھے اور بعضے صاحبوں
کے اوپر حالت جذب کی سی ساری وطاری تھی اس کیفیت کا
حال دل ہی جانتا ہے زبان سے بیان نہیں ہو سکتا پھر اسی
عرصہ میں اذان عشا کی ہوئی پھر دعا سے فارغ ہوکر آپ نے
نماز عشا کی پڑھائی اس پہاڑ کے نیچے مشرق اور جنوب کے
کونے میں بالاکوٹ تھا اور اس پہاڑ پر ہم لوگوں کے داہنی
طرف موضع ستبنی ہے اس میں تمام گوجروں کے گھر تھے

اور بائیں طرف کچھ دور پر درخت جنگلی تھے پھر دو تین گھڑی
کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ واسطے قضائے حاجت کے طرف
انھیں درختوں کے چلے اور پندرہ سولہ غازی بندوقیں باندہ
کر آپ کے ہمراہ ہوئے اور آپ کا خادم قمر جام نام پانی کا
لوٹا لئے تھا پھر آپ کچھ دور جا کر ٹھہرے اور دو آدمیوں کے
اور دو آدمیوں کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوئے
ایک طرف تو حافظ صابر صاحب تھانوی تھے اور دوسری طرف کوئی
صاحب پھلت کے تھے نام اُن کا یاد نہیں پھر آپ نے سب کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ بھائیو دل چاہتا ہے کہ اگر تم چند روز مجکو فرصت دو
تو کسی پہاڑ پر تنہا بیٹھ کر عبادت کر کے اپنے پروردگار کو خوب راضی
کروں اور تم بھی سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر اپنے پروردگار کی عبادت میں
مشغول رہو اور دعائیں کر کے راضی کرو ان لوگوں میں سے کسی نے عرض
کی کہ آپ بجا فرماتے ہیں اگر آپ فرصت پاویں تو یوں ہی کریں جیسا
کہ فرماتے ہیں مگر ہم لوگ جبتک آپ کو دیکھتے ہیں تب تک سب طرح
کی تسکین اور دلجمعی ہوتی ہے اور اپنے حوصلے کے موافق عبادت بھی
کر سکتے ہیں اور دعا بھی کر سکتے ہیں اور جب ہم آپ کی صحبت فیضدرجت

سے جُدا ہوتے ہیں اس وقت ہم کچھ نہیں ہو سکتا نہ عبادت اور نہ دعا
اور پریشانی اور پراگندگی طبیعت پر چھا جاتی ہے جبکہ آپ کی جدائی
میں ہم لوگوں کا یہ حال ہو پھر بھلا ہم کیونکر آپ کو چھوڑیں اگر آپ
قضائے حاجت کو تشریف لیجاتے ہیں اور دو چار گھڑی ہم سے غائب
رہتے ہیں اس عرصۂ قلیل میں ہم لوگ آپ کے فراق میں بے صبر اور
بے تاب ہو جاتے ہیں جبکہ آپ تشریف لاتے ہیں اور آپ کے دیدار سے
آنکھیں ہماری روشن ہوتی ہیں اس وقت دل کو چین و آرام ہوتا
ہے اسی اثنا میں وہاں سے قریب جو جنگلی چیڑ وغیرہ کے درخت تھے ان
پر ہر قسم کے پرند جانور بیٹھے تھے آدمیوں کی کھٹک پاکر یکبارگی بولنے
لگے اور بہت دیر تک بولتے رہے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیکھو تو
کیا قدرت پروردگار کی ہے کہ یہ جانور تمام دن جابجا الگ الگ دانہ
چن کر بیٹ بھرتے ہیں مگر اپنے پروردگار کی یاد سے غافل نہیں رہتے
ہیں اس وقت کیسی یاد الٰہی کر رہے ہیں اور ہم لوگ آدمی کہ طرح طرح
کی نعمتیں پروردگار ہم کو بے رنج و مشقت کھلاتا پلاتا ہے اور اُس کی
یاد ہم سے کچھ نہیں ہو سکتی بڑے حیف کی جا ہے بہت دیر تک اسی طور
سے اللہ تعالیٰ کی پروردگاری اور آدمیوں کی غفلت کا بیان کرتے
رہے پھر وہیں سب لوگوں کو ٹھہرا کر آپ قضائے حاجت کو گئے اس عرصہ

میں اس پہاڑ کے ایک درے سے اس طرح کی ایک سخت آواز آئی ،
جیسے کہیں بڑا سرنگ اڑتا ہے تمام لوگ یکبارگی جھجک پڑے اور متحیر
ہوئے کہ یہ آواز کہاں سے آئی اور کس کی آواز ہے مگر کسی صورت
اس آواز کا حال معلوم نہ ہوا اور حضرت کو کوئی چار گھڑی کا عرصہ
ہوا لوگ انتظار کرتے کرتے گھبرا گئے بلکہ بعضے بعضے صاحب وہیں سو
رہے اور باقی لوگ ادہر ادہر تلاش کرتے لگے کہ کیا سبب ہے کہ اتنی
دیر ہوئی اور حضرت تشریف نہیں لائے اور اس پہاڑ پر شیر کا بھی
خوف تھا اور ریچھ کا بھی ڈر تھا اور یہ بھی بعضوں کو وہم ہوا کہ ابھی آپ
فرماتے تھے کہ اگر تم لوگ مجھکو فرصت دو تو میں کسی پہاڑ کے گوشہ میں ،
بیٹھ کر اپنے پروردگار کی عبادت کروں سو اسی وقت سے تو کہیں ہم
سے نہیں جدا ہو گئے غرضکہ جو جس کے خیال میں آتا تھا وہ کہتا تھا پھر
جب بہت دیر کے بعد تشریف لائے تو سب لوگ بشاش اور تازہ دل
ہو گئے اور آپ سے درنگی کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھکو بھی معلوم
ہوتا ہے کہ بہت دیر ہوئی کہ وہاں بیٹھے بیٹھے میرے پاؤں سن ہو گئے باقی
اور حال آپ نے کچھ نہ بیان فرمایا مگر اسی وقت سے آپ کی طبیعت کچھ
اور طرح کی ہو گئی جو کہ صلاحیں اور مشورے امر جہاد میں ہمیشہ کیا
کرتے تھے اس وقت سے ایک لخت موقوف کر دئے اور اس کا سبب

معاملہ تقدیر الٰہی پر موقوف رکھا بلکہ جو لوگ کفار کے مارنے اور مغلوب
کرنے کی تدبیریں آپ کی خدمت میں عرض کرتے تھے آپ ان کو اور
تقریر سے کاٹ دیتے تھے اور ہرگز نہ مانتے تھے اب باقی حال اس کا
بعد لڑائی بالاکوٹ کے بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ وہاں سے
لوگوں میں تشریف لائے اور کہا کہ بھائیو ہم کو اس وقت نیند معلوم
ہوتی ہے کچھ بچھا دو تو کچھ دیر ہم لیٹ رہیں پھر کسی نے اپنا دوہر
بچھا دیا اُس پر آپ آرام کرنے لگے کوئی آپ کے ہاتھ دبانے لگا
اور کوئی پاؤں دبانے لگا اس وقت آپ نے فرمایا کہ بھائیو خیال کرو
کہ پروردگار نے ہم لوگوں کے واسطے کہاں کہاں روزی مقرر کی ہے
جس طرح چڑیاں اپنی روزی کی دانے جہاں جہاں پروردگار نے
مقرر کیا ہے وہاں چگتے پھرتے ہیں اور اپنے پروردگار کا کار بھی موافق
طاقت کے کرتے ہیں یہی باتیں آپ کر رہے تھے اسی اثنا میں دو تین مشعلیں
پہاڑ کی چڑھائی کی طرف جدھر سے ہم لوگ آئے تھے نظر آئیں ہم سب
کو احتمال ہوا کہ شاید کچھ لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے تھے وہ آتے ہیں
اور بعضوں کو گمان ہوا کہ یہ کھٹکے کی جگہ ہے کوئی مخالفین میں سے تو
نہیں آتا ہے پھر جب کچھ قریب آئے تب پہرے والے نے آواز دی
کہ کون ہو انھوں نے کہا کہ ہم سید بادشاہ کی ملاقات کو آتے ہیں

کچھ رات گئے ہم نے خبر پائی تھی اس سبب سے دیر ہوگئی یہ گفتگو حضرت
علیہ الرحمۃ نے سن کر فرمایا کہ ان کو آنے دو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دعوت
بھیجی ہے پھر کسی نے ان کو نہ روکا وہ حضرت کے پاس آئے آپ
اٹھ کر بیٹھے وہ سب کمل پوش تھے کمل ہی کا کرتا تھا اور کمل ہی کا
عمامہ تھا اور سب کے بڑی بڑی داڑھیاں تھیں کسی کی سفید اور
کسی کی کھچڑی جو سب کے آگے تھے وہ تو صرف عصا پکڑے تھے اُن
کے پیچھے ایک کے سر پر چارپائی اور بچھونا تھا اس کے پیچھے ایک کے سر
پر کملوں کا گٹھا تھا اس کے پیچھے ایک شخص ٹوکری میں روٹیاں
لئے ہوئے تھا اور دو آدمیوں کے سر پر ایک ایک گھڑا دودھ کا
تھا پھر سب نے وہ اسباب وسامان رکھ کر حضرت سے مصافحہ
کیا اور عذر کیا کہ ہم کو دیر کو خبر ہوئی اس سبب سے اس وقت
آئے پھر آپ نے ان کو بٹھایا اور کچھ دیر باتیں کیں پھر وہ رخصت
ہو کر جدہر سے آئے تھے ادہر چلے گئے حضرت نے فرمایا کہ ہم کو
چارپائی بچھا دو ہم تو سو وینگے اور تم سب آپس میں کھانا تقسیم کر کے
کھالو اور جن کے پاس اوڑھنا نہ ہو ان کو ایک ایک کمل دیدو

فرماکر آپ سو رہے پھر لوگوں نے وے روٹیاں آپس میں تقسیم کرکے
اس دودھ کے ساتھ کھائیں پھر پہرے والے اپنے اپنے پہرے پیر
کھڑے ہوئے اور باقی لوگ سو رہے پھر جب صبح ہوئی تب سب نے
چشمہ میں وضو کرکے حضرت علیہ الرحمۃ کے پیچھے نماز پڑھی پھر چلنے
کی تیاری ہونے لگی اس میں کسی نے حضرت سے عرض کی کہ یہ چارپائی
اور یہ کمل کس کو سپرد کریں آپ نے فرمایا کہ یہیں رہنے دو جو مالک
ہوگا وہ آپ لیجاویگا پھر وہ چارپائی اور کمل جہاں کے تہاں
چھوڑکر ہم سب لوگ حضرت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے ایک
غازی نام اس کا یاد نہیں کہتا تھا کہ سب کا کوچ ہوگیا تھا مگر
میں سب کے پیچھے رہ گیا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان لڑکا
جس طرف رات کو حضرت قضائے حاجت کو گئے تھے اُدہر سے آیا اور
مجھ سے پوچھا کہ چارپائی اور کمل کہاں ہے میں نے کہا کہ چارپائی
یہ ہے اور کمل یہ پڑے ہیں اُس نے کہا کہ اب تم چلے جاؤ ہم
پہنچادینگے پھر میں وہاں سے آکر ہمراہ حضرت کے ہوا مگر مجھکو معلوم
نہ ہوا کہ وہ شخص آدمی تھا یا جن تھا اور اُدہر بالاکوٹ سے نماز
فجر کی پڑھ کر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سب لوگوں کو لے کر حضرت

کے استقبال کو آئے جب حضرت علیہ الرحمۃ پہاڑ سے اُتر کر موضع ستبنی کے
نالے پر پہنچے وہاں مولانا صاحب ممدوح سے اور سب لوگوں سے ملاقات ہوئی
پھر سب لے کر حضرت کو بالاکوٹ میں گئے وہاں کا خان جو واصل خاں تھا اُس
نے اپنی حویلی خالی کر دی اس میں حضرت علیہ الرحمۃ اُترے اور واسطے باقی ا
لوگوں کے خان موصوف نے تمام بستی کے گھر خالی کروا دئے وہ ان میں اُترے
اور گھر والے اور بستیوں میں جا رہے اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے جو فتح
کرنے لڑائی سردار یار محمد خاں کے فتح نامہ کے خطوط قاصد پیر محمد کے ہاتھ پنجاب
سے ہندوستان کے دوستوں اور لکھوں کو بھیجے تھے سو وہ پیر محمد حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے چند روز پہلے بالاکوٹ میں آکر داخل ہوئے تھے
ہم لوگوں کو وہاں ملے لوگوں نے ان سے حال سفر اُن کے کا پوچھا کہ اتنے روزوں
میں تم نے کہاں کہاں کا تم نے سیر و سفر کیا اور کیا کیا ماجرا تم پر گذرا سو یہ

حکایت میں میاں پیر محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی نقل کرتا ہوں کہ وہ
حضرت سید صاحب علیہ الرحمۃ کے عہد میمنت مہد میں قاصدی کیا کرتے تھے سو
وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سردار یار محمد خاں
درانی پر فتحیاب ہوئے اور سردار مذکور مارا گیا تب آپ نے اس لڑائی
کی فتح کا خط دے کر مجھکو اپنے خلفا و معتقدین مخلصین کے پاس خوشخبری
کو طرف ہندوستان کے روانہ کیا میں وہاں سے آتے آتے مظفر نگر میں مولوی

خدابخش صاحب میرٹھی کے پاس آیا اور مولوی صاحب ممدوح سے ملاقات
کی اور انھیں کے مکان پر اُترا اور وہ فتحنامہ دیا انھوں نے اس کو پڑھا
اور بہایت مجکو مکان پر چھوڑ کر آپ اپنی نوکری پر انگریزی کچہری میں تشریف لے
پھر جب وہاں سے آئے تب مجہہ سے فرمانے لگے کہ اس وقت جب میں
یہاں سے کچہری میں گیا تب وہاں بڑا صاحب مجہہ سے کہنے لگا کہ مولوی صاحب
ہمارے یہاں خبر آئی ہے کہ تمہارے پیر یا دری صاحب نے ملک سمہ میں درانیوں
سے ایک بڑی لڑائی فتح کی اور اس میں ان کا سردار یار محمد خاں بھی مارا گیا
انہی پھر میں کئی دن وہاں رہا اور جو کچھ حال اُنھوں نے مجہہ سے حضرت کا
اور حضرت کے لشکر کا پوچھا وہ میں نے بیان کیا اور اس فتحنامہ کی انھوں
نے نقل کرلی اور وہ اصل مجکو حوالے کیا پھر جب میں رخصت ہونے لگا تب
انھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے سات سو روپے کی اشرفیاں مجکو دیں
اور ایک تھان نین سکھ کا اور دس یا بیس روپے نقد دئے اور کہا یہ بھائی
محمدی انصاری کو دینا اور مجکو خرچ راہ دے کر جو کچھ دینا تھا وہ جدا دیا
پھر میں اُن سے رخصت ہو کر وہاں سے پھلت میں مولوی وحید الدین صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ کے مکان پر آیا اور اُن سے ملا اور وہیں اُترا اور اُن
کے بھائی حافظ قطب الدین صاحب بھی چند روز پہلے حضرت علیہ الرحمۃ
سے رخصت لے کر وہاں سے آئے تھے وہ فتحنامہ میں نے مولوی صاحب

یعنی بدون ملاقات بھیجے کئے ہم

کو دیا اُنھوں نے اپنے عزیزوں دوستوں کے آگے پڑھا وہ سب سن کر
خوش ہوئے اور جو کچھ حضرت کا اور حضرت کے لشکر کا حال زبانی مجھ سے
پوچھا میں نے بیان کیا اور اس فتحنامہ کی نقل مولوی صاحب نے بھی کر لی ایک
رات یا دو رات وہاں رہا پھر اُن سے رخصت ہو کر میں وہاں سے میرٹھ کی
چھاونی میں شیخ محمد تقی اور شیخ عبداللہ قصاب کے مکان پر گیا اور اُن سے
ملا اور وہیں اور وہ دونوں صاحب حضرت علیہ الرحمہ کے بڑے معتقد مخلص
اور بڑے خدمتگزار تھے پھر وہ فتح نامہ میں نے ان کو دیا انھوں نے بھی
اپنے یاروں دوستوں کو بلا کر اس کو پڑھوایا سب سن کر بہت خوش ہوئے
اور اُس کی نقل کروالی اور وہ مجکو دیا اور جو زبانی حال لشکر کا پوچھا
وہ میں نے بیان کیا دو دن میں وہاں رہ کر تیسرے دن رخصت چاہی انھوں
نے کچھ خرچ راہ مجکو دیا اور رخصت کیا میں وہاں سے میرٹھ داروغہ محمد رحیم
صاحب کے مکان پر گیا اور اُن سے ملا اور وہ بھی حضرت علیہ الرحمہ کے بڑے
معتقد اور مخلص بے ریا تھے اور مولوی خدابخش صاحب موصوف انھیں کے
ربیب تھے پھر وہ فتحنامہ میں نے ان کو دیا انھوں نے بھی نقل کر لیا اور
اپنے یاروں اور دوستوں کو سنایا وہ سب خوش ہوئے اور جو حال حضرت
کا زبانی پوچھا وہ میں نے بیان کیا پھر دوسرے دن جب میں رخصت
ہو کر اسی بستی میں قاضی حیات بخش صاحب کے مکان پر گیا اور اُن سے ملا وہ اس

بستی کے قاضی تھے اور وہ بھی حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقد اور
مخلص تھے اور حضرت کے ہمراہ حج کو بھی گئے تھے اور اُن کے بیٹے قاضی احمد اللہ
صاحب لشکر میں حضرت کے پاس تھے اور اُنھوں نے ان کو ایک خط بھی
دیا تھا پھر میں نے وہ خط اور فتحنامہ قاضی صاحب کو دیا اُنھوں نے بھی
وہ فتحنامہ نقل کر لیا اور اپنے دوستوں کو سنایا آپ بھی اور وہ سب بہت
خوش ہوئے اور جو حال حضرت علیہ الرحمۃ کا اور اپنے بیٹے کا زبانی مجھ سے
پوچھا وہ میں نے بیان کیا اور ایک روز وہاں رہ کر دوسرے روز میں نے اُن
سے رخصت چاہی اُنھوں نے فرمایا کہ ابھی ایک دو روز اور بھی رہو پھر چلے
جانا میں نے عذر کیا کہ مجھکو زیادہ رہنے کی فرصت نہیں والا میں رہ جاتا
تب انھوں نے اپنے بیٹے قاضی احمد اللہ صاحب کے خط کا جواب لکھ کر مجھکو
دیا اور جو کچھ پیام زبانی کہنا تھا وہ مجھ سے کہہ دیا اور اُن روزوں
بہت تنگ دست تھے شرماتے شرماتے ایک روپیہ مجھکو واسطے خرچ
راہ کے دیا اور فرمایا کہ اس وقت یہی موجود تھا پھر میں اُن سے رخصت
ہو کر دہلی میں مولانا محمد اسحاق صاحب کے مدرسہ میں آیا اور اُن سے اور
ان کے بھائی مولوی یعقوب صاحب سے ملا اور وہیں اُترا اور وہ فتحنامہ
مولانا صاحب کے ہاتھ میں دیا اُنھوں نے اس کو پڑھا اور خوش ہوئے
اور دونوں بھائی دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب کو فتحیاب کرتا رہے

اور اپنے دین اسلام کو قوت اور ترقی بخشے پھر اپنے دوستوں آشناؤں کو
بلا کر جو وہاں کی خبر کے مشتاق تھے سنایا وہ بھی سب خوش ہو کر دعا کرنے لگے
کہ اللہ تعالی سید صاحب کو باغیوں اور کافروں پر غالب اور فتحیاب رکھے پھر
مولانا صاحب نے زبانی اور جو کچھ حال حضرت کا اور حضرت کے لشکر کا جیسے
پوچھا میں نے بیان کیا اور اس فتحنامہ کی نقل مولانا صاحب نے بھی کر لی اور وہ اصل
مجکو حوالہ کیا اور ایک خط مولانا صاحب ممدوح کو مولانا محمد اسماعیل صاحب نے
مجکو دیا تھا وہ میں نے مولانا صاحب کو دیا انھوں نے اس کو بھی کھول کر پڑھا
اس میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے کچھ شکایتیں سید محبوب علی صاحب کی اور
کچھ سخت باتیں اُن کے حق میں لکھی تھیں اس لئے میرے جانے سے چند روز پہلے سید
مولوی محبوب علی صاحب دہلی سے ایک قافلہ لے کر بہ نیت جہاد حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس گئے تھے اور وہاں کئی روز رہ کر اور لشکر مجاہدین میں کچھ فتنہ وفساد
اور بغض وعناد ڈال کر اور وہاں سے بہت غازیوں کو بہکا کر اپنے ساتھ لائے
تھے اور اُن کی فتنہ انگیزی سے لشکر میں بڑا تفرقہ پڑ گیا تھا چنانچہ حال اُس
کا ہم اول بتفصیل لکھ چکے ہیں سو مولانا محمد اسحاق صاحب نے وہ خط پڑھ کر اپنے پاس
چھپا رکھا اور کسی کو نہیں دکھلایا مگر کئی آدمی بوقت پڑھنے اس خط کے وہاں
اور بھی حاضر تھے ان میں سے کسی نے یہ حال مولوی میر محبوب علی سے جا کر
کہا پھر جب مجھ سے اور اُن سے ملاقات ہوئی تب انھوں نے کہا کہ تم جو

خط مولانا اسحاق صاحب کا لائے ہو وہ کسی طرح مجکو لادو میں اس
کو دیکھوں گا میں نے کہا بہت خوب مولانا صاحب سے میں کہونگا اگر
وہ دینگے تو میں آپ کے پاس لاؤنگا پھر میں نے مولانا صاحب سے جاکر کہا کہ
آپ کا خط ایک لحظہ بھر کے واسطے مولوی میر محبوب علی صاحب مانگتے ہیں
مولانا صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے اس خط کا اُن سے ذکر کیا تھا میں
نے کہا کہ میں نے تو اُن سے کچھ ذکر نہیں کیا کسی اور سے سُنا ہوگا مولانا صاحب
نے فرمایا کہ یہ خط اُن کے دکھلانے کے لائق نہیں ہے مگر خیر جو انھوں نے مانگا
ہے تو لیجاؤ لیکن اپنے سامنے پڑھوا کر ان سے لے لینا اور مجکو دے جانا پھر میں
وہ خط اُن کے پاس لے گیا اور اُن کو دیا انھوں نے اُس کو پڑھا اور اپنے
دل میں بہت آزردہ ہوئے اور مولانا محمد اسمعیل صاحب کی بہت شکایت کی
کہ ایسے سخت کلام لکھنے ان کو مناسب نہ تھے اور مجکو معلوم ہے کہ مولانا صاحب
کی اس میں کچھ خطا نہیں اس دہلی کے مفسدوں نے جو مجھسے بغض و عناد رکھتے
ہیں اُنھیں نے کچھ مجھ پر بہتان و افترا جوڑکر ان کو لکھا ہوگا تب انھوں نے
ایسے کلام میرے حق میں لکھے ہیں پھر اور بہت اسی طرح کی شکایت کی
باتیں کرتے رہے پھر میں نے وہ خط ان سے لے کر مولانا محمد اسحاق صاحب
کو دیا مولانا صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ میر محبوب علی صاحب نے اس کو
دیکھ کر کیا کہا جو کچھ انھوں نے کہا تھا میں نے بیان کیا مولانا صاحب

سُن کر خاموش ہو رہے پھر اس کے کئی دن کے بعد میر محبوب علی صاحب
جامع مسجد میں مجکو ملے اور کہنے لگے کہ میاں پیر محمد اس وقت ہم مولانا محمد
اسمٰعیل صاحب کی ہمشیرہ بی بی رقیہ کے یہاں جاوینگے تم بھی چلو میں نے
کہا کہ میں تو کئی روز ہوئے ان سے ملاقات کر آیا ہوں مگر خیر آپ کے
ساتھ بھی چلونگا پھر میں ان کے ساتھ گیا اور بیوی رقیہ صاحبہ کی
ڈیوڑہی پر میں نے دستک دی اندر سے آواز آئی کہ کون ہے میں نے کہا
کہ میں پیر محمد قاصد ہوں اور میرے ساتھ مولوی میر محبوب علی صاحب بھی ہیں آواز
آئی کہ ٹہرو ایک بڈہی عورت اندر سے ایک کھٹولا لائی ہم دونوں اُس پر
بیٹھے پھر بیوی رقیہ صاحبہ آئیں اور ہم کو سلام کیا ہم نے جواب سلام کا
دیا پھر وہ اندر ڈیوڑہی کے کواڑ کی آڑ میں بیٹھیں اور عافیت مزاج کی پوچھی
اور کہا کہ مولوی صاحب آج کیونکر کر مفرما ہوئے مولوی صاحب نے کہا کہ
میں ایک بات کہنے آیا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہارے بھائی صاحب بڑے عالم
نامی اور فاضل متبحر ہیں کہ ان کا ثانی ہندوستان میں نہیں ہے سو مجکو بڑا
تعجب ہے کہ باوجود اس علم اور فضل کے انھوں نے سید احمد صاحب کے ہاتھ
پر بیعت کی کہ ان کو چنداں علم بھی نہیں ہے بلکہ سید احمد صاحب کو لائق تھا
کہ وہ تمہارے بھائی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور یہ بات میر محبوب علی
صاحب نے بطور طعن کے کہی اسلئے کہ جو مولانا صاحب نے اُن کے حق میں کچھ

سخت و سُست کلام لکھے تھے بیوی رقیہ صاحبہ بڑی دانا اور دُور اندیش
اور عالم بھی تھیں یہ تمام فضول گوئی مولوی صاحب موصوف کی سنتی رہیں
جب وہ کہہ چکے تب وہ نہایت غصہ ہو کر بولیں کہ مولوی صاحب تم یہ کیا
خرافات واہیات لایعنی بکتے ہو جب تم تو وہاں سید صاحب کے لشکر میں
جاکر اور فتنہ انگیزی کر کے لوگوں کو بہکایا اسی طرح مجکو بھی بہکانے آئے ہو
سید احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے آج وہ رُتبہ دیا ہے اور وہ فضل و کمال عنایت
کیا ہے کہ مانند آفتاب کے ایک عالم پر روشن ہے اور لاکھوں آدمیوں نے
اُن سے ہدایت پائی انھیں کی کفش برداری اور خدمتگزاری کا سبب ہے
جو مولوی اسمٰعیل اور مولوی عبدالحیٰ تمام ہندوستان اور عرب و عجم میں مشہور
ہُوے ہیں سید احمد صاحب سے بیعت کرنے سے پہلے ہی تو یہ مولوی تھے کوئی
ان کو جانتا تھا کہ کون ہیں اور کیا نام ہے ایسے ہندوستان میں بہتیرے
مولوی تھے اور اب بھی موجود ہیں ایسی بات کہنی تمہاری لیاقت اور
دانائی سے بہت بعید ہے اور بھی اسی طرح کی کئی باتیں اسی غصہ میں بیوی
رقیہ صاحبہ نے کیں وہ علمی باتیں مجکو یاد نہیں ہیں مگر میر محبوب علی صاحب
سے کچھ جواب نہ بن پڑا خاموش رہے اور اپنے دل میں بہت نادم اور
خفیف ہو کر وہاں سے اپنے گھر چلے گئے پھر میں بھی بیوی رقیہ صاحبہ کو سلام
کر کے وہاں سے مدرسہ میں آیا اور مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور
سے وہ سب حال بیان کیا مولانا صاحب ممدوح سُن کر تبسم کرنے

لگے انتہیٰ اور اسی طرح ایک اور دن جامع مسجد میں گیا تھا اور
مولوی میر محبوب علی صاحب اُس وقت قریب حوض کے بیٹھے تھے اور
لوگ اُن کے پاس آ اور بھی کھڑے بیٹھے تھے اور جب سے مولوی صاحب موصوف
سید صاحب علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر سے منحرف ہو کر چلے آئے،
تب سے اکثر لوگ حضرت امیر المومنین امام المجاہدین علیہ الرحمۃ کے
مخلصین معتقدین ان سے بطور خوش طبعی کے چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے سو
مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ وہاں ولایت افغانستان میں سید
احمد صاحب امام ہوئے ہیں اور وہاں کے لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر امامت
کی بیعت کی ہے سو یہ کیسی امامت ہے آپ کچھ اس کا بیان فرماویں،
مولوی صاحب نے سُن کر کچھ جواب نہ دیا انھوں نے پھر بھی سوال کیا
پھر مولوی صاحب نے ان کو جواب نہ دیا جب انھوں نے تیسری بار،
پوچھا تب مولوی صاحب خفا ہو کر بولے کہ یہاں میں ہی اکیلا مولوی تو
نہیں ہوں اور بھی مولوی بہت ہیں اُن سے جا کر پوچھ لو مگر ان صاحبوں
نے مولوی صاحب کا پیچھا نہ چھوڑا اور کہا کہ اس میں کیا بُرائی ہے ہم
آپ ہی سے پوچھتے ہیں آپ ہی ہماری تسلی کر دیں جب مولوی صاحب
نے دیکھا کہ یہ کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں تب آخر کو خفا ہو کر کہنے
لگے کہ جیسے امام نماز کا ہوتا ہے ویسے وہ بھی امام ہونگے یہ بات
سُن کر سب لوگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب یہ ہمارا

سوال تو خفا ہونے کے لائق نہ تھا آپ نے پہلے ہی فرمایا ہوتا کہ
امام جہاد ایسا ہوتا ہے کہ جیسے امام نماز کا ہماری تسلی ہو جاتی
مگر پھر مولوی صاحب نے جواب نہ دیا پھر میں وہاں سے مولانا
محمد اسحاق صاحب کے مدرسہ میں چلا آیا اور مولانا صاحب سے ذکر
کیا وہ بھی مسکرانے لگے انتہیٰ اور میں وہاں مولانا صاحب کے مدرسہ
میں نو دس روز رہا جب کہ سب دوستوں اور آشناؤں کی ملاقات
کر کے میں فارغ ہوا تب میں نے وہاں سے ارادہ بلدۂ اسلام ٹونک
کا کیا اور جو کچھ میرے پاس زر نقد وغیرہ مولوی خدا بخش صاحب
کا دیا ہوا تھا وہ سب میں نے مولانا صاحب ممدوح کے پاس امانتاً
دہر دیا کہ جب میں ولایت کو جاؤنگا تب آپ سے لے لونگا پھر میں
بعد کئی روز کے مولانا صاحب سے رخصت ہو کر بلدۂ اسلام ٹونک میں
آیا یہاں کچھ لوگ حضرت علیہ الرحمۃ کے قافلے کے اُترے تھے ان روز دن
حضرت سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خواہر زادہ حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے واسطے لینے ان لوگوں کے سند سے تشریف
لائے تھے میں ان سے ملا اور اُن کے ہی یہاں اُترا وہ فتحنامہ
میں نے سید صاحب ممدوح کو دیا اُنہوں نے اس کو پڑھا اور خوش
ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ نواب امیرالدولہ بہادر تو یہاں تشریف
رکھتے ہیں یہ خط ہم ان کے پاس لیجاوینگے اور اُن کے بڑے صاحبزادے

محمد وزیر خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ان روز وں سرونج میں
ہیں میں نے کہا کہ مجکو صاحبزادہ صاحب کے پاس جانا ضرور ہے
میں وہیں جاؤنگا پھر سید صاحب ممدوح وہ فتحنامہ لے کر حضور
مغفور کے پاس گئے پھر جب وہاں سے آئے مجھ سے فرمانے لگے کہ
ہم نے سید صاحب کا فتحنامہ نواب صاحب کو دیا انھوں نے آپ
پڑھا اور پڑھ کر نہایت خوش ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی بہت
سی خوبیاں بیان کرنے لگے کہ سید صاحب ہمارے فضل الٰہی سے
بڑے عالی ہمت اور صاحب ارادہ ہیں پھر بعد ایک ہفتہ کے میں نے
سرونج کا ارادہ کیا ایک شخص حاجی احمد نام تھا اس کو حضرت سید
عبدالرحمن صاحب نے میرے ساتھ کر دیا پھر ہم دونوں ٹونک سے
سرونج کو گئے ہماری خبر صاحبزادہ صاحب کو ہوئی کہ کوئی قاصد
حضرت امیر المومنین کے پاس سے آیا ہے اسی وقت صاحبزادہ صاحب
نے ہم دونوں کو اپنے پاس بلوایا اور ہم سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور
بڑے تپاک اور خاطرداری سے اپنے پاس بٹھایا اور احوال خیر آل
حضرت علیہ الرحمۃ کا مجھ سے پوچھا میں نے اول سے آخر تک جو
کچھ یاد تھا عرض کیا صاحبزادہ صاحب نہایت خوش ہوئے پھر
میں نے وہ فتحنامہ پیش کیا آپ نے اس کو بڑی تعظیم و تکریم سے لیا

اوسر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا اور کھول کر اُس کو پڑھا اور
اُس کو نقل کرواکر مجکو دیا اور ایک مکان میں ہم کو اُتارا ہم دونوں
شخص وہاں رہنے لگے اور صاحبزادہ صاحب ہر روز دونوں وقت
مجکو اپنے پاس بلاتے تھے اور طرح طرح کے حالات حضرت امیرالمومنین
کے پوچھا کرتے تھے میں بیان کیا کرتا تھا بیس بائیس روز کے بعد ایک
روز بعد نماز عشائ کے ہم دونوں واسطے رخصت کے گئے اور صاحبزادہ
سے عرض کی اتفاقاً اُسی وقت ایک آدمی نے آکر عرض کی کہ فلانی
جگہ ایک شیر بیٹھا ہے یہ خبر سُن کر صاحبزادہ صاحب نے اُس سے
فرمایا کہ جاؤ اور اُس کا بندوبست کرو اور نگاہ رکھو انشاء اللہ
تعالیٰ صبح کو بعد نماز کے ہم چل کر اس کو مارینگے یہ حکم سُن کر وہ آدمی
تو اس کے بندوبست کو گیا اور ہم سے فرمایا کہ خیراب تو اس وقت جاؤ
پھر کسی وقت کہنا پھر ہم جا کر اپنے بستر پر سو رہے پھر صبح کو سویرے
صاحبزادہ صاحب نے اپنے لوگوں کو لے کر گئے اور اُن لوگوں نے ہر طرف سے
اُس کو گھیرا اُس شیر نے تڑپ کر ایک پٹھان شاہ نواز خاں جمعدار
خاص برادری کا گھٹنا پکڑ لیا وہ زخمی ہوا مگر اور لوگوں نے پھر اسی
وقت اُس شیر کو مار لیا پھر وہاں سے صاحبزادہ صاحب اپنے مکان
پر تشریف لائے اور رات کو بعد نماز عشا کے مجکو بلایا اور کچھ حال حضرت
علیہ الرحمۃ کا پوچھ کر مجھ سے فرمایا کہ اب کی بار جو تم جا کر حضرت

امیرالمومنین سے ملنا تو ہماری طرف سے نیابتہً ان کے دست مبارک
پر امامت اور جہاد کی بیعت کرنا میں نے عرض کی کہ انشاءاللہ تعالیٰ
جو ساتھ خیر کے وہاں اللہ تعالیٰ پہنچا دیگا تو ضرور آپ کا فرمانا بجا
لاؤنگا پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہم نے کچھ چیز
حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں بھیجی ہے وہ
پہنچی ہے یا نہیں میں نے عرض کی کہ میرے سامنے تو نہیں پہنچی پہنچنے کا
حال مجکو نہیں معلوم پھر جب میں نے رخصت چاہی تب آپ نے فرمایا
کہ ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کو کس چیز کا شوق ہے میں نے کہا چاقو
کا آپ کو زیادہ شوق ہے ایک چاقو مولوی خدابخش صاحب نے
بھیجا تھا مگر وہ حضرت کو پسند نہ آیا صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ
یہاں تو کوئی چاقو حضرت کے دینے کے لائق موجود نہیں ہے مگر ہم خط لکھ
دینگے تم ٹونک میں جاکر دو چھریاں ہمارے توشکخانے سے حضرت
کے لئے لے لینا پھر آپ نے مجکو خط لکھ دیا اور کچھ خرچ راہ عنایت
کرکے رخصت کیا ہم دونوں آدمی وہاں سے پھر ٹونک میں آئے اور
حضرت سید عبدالرحمن صاحب سے ملے اور وہ خط صاحبزادہ صاحب کا
دیا انھوں نے وہ خط لیا اور دونوں چھریاں توشکخانے سے
لادیں اور دونوں چھریاں پہولادی بہت اچھی تھیں ایک کا

دستہ تو شیر ماہی کا اور دوسرے کا سنگ یشب کا تھا پھر
بعد چار پانچ روز کے میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک پختہ
مکان ہے اور اُس پر ایک کوٹھا ہے جب میں اُس کے اندر گیا
تب لوگوں سے پوچھا کہ سید صاحب علیہ الرحمۃ کہاں ہیں انھوں
نے کہا کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اوپر کوٹھے کے بیٹھے ہیں وہاں جاکر
اُن سے دریافت کرو میں وہاں سے چلا تو ایک دلدل میں سینے تک
سما گیا غرضکہ بدشواری اس سے نکل کر مولانا صاحب کے پاس گیا
اور حضرت علیہ الرحمۃ کو پوچھا انھوں نے فرمایا کہ اچھا ہم تبلا دینگے
مگر تم نکاح کرلو پھر میں نے مکرر کہا کہ آپ تبلادیں تو سہی سید
صاحب کہاں ہیں پھر انھوں نے وہی کہا کہ تم نکاح کرلو تین بار
میں نے پوچھا تینوں بار انھوں نے مجکو یہی جواب دیا کہ تم نکاح کرلو
تب ہم سید صاحب کو بتادینگے اس عرصہ میں میری آنکھ کھل گئی
پھر صبح کو میں نے یہ خواب میاں جی محمد حسین صاحب ساکن موراں کر
(یہ بڑے قدیم رفیق حضرت علیہ الرحمۃ کے ہیں کہا اور تعبیر پوچھی)
انھوں نے کہا کہ مجکو تو اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ تم یا کہیں
گرفتار ہوگے یا طمع دنیا میں مبتلا ہوگے یہ سُن کر میں نے کہا کہ خدا
خیر کرے پھر کئی روز کے بعد میں حضور مغفور اور حضرت سید عبدالرحمٰن صاحب

سے رخصت ہو کر مولانا محمد اسحاق کے پاس آیا اور اُن سے ملا اور
جو کچھ سفر ٹونک کا حال انھوں نے پوچھا میں نے بیان کیا اور
انھیں کے مدرسہ میں اُترا اُس کے اگلے روز مولانا صاحب سے میں
نے کہا کہ اب مجکو دو تین روز میں سید صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس جانا
ہے آپ کو جو کچھ بھیجنا ہو اس کی تدبیر جلد کریں مولانا صاحب نے
فرمایا کہ خیر جب تک تم چلو گے خدا چاہیگا تب تک کچھ تدبیر ہو جاوےگی
تم کو جو کچھ کار ضروری ہو اس سے فراغت کر لو میں نے کہا کہ بہتر ہے
اور میں سفر میں فقیرانہ لباس رکھتا تھا میرے پاس ایک بڑے
بڑے دانوں کی تسبیح اور ایک روئی دار مرزائی اور ایک پانی بھرنے
کی ڈور تھی اور ایک دونبا تھا اور ایک دُہرا کرتا اور ایک دوپٹا فقط
پھر دوسرے یا تیسرے روز مولانا صاحب نے اپنے پاس سے تین سو
روپے کی اشرفی منگائیں اور تین ہزار روپے کی ہنڈوی کا کاغذ
منگایا اور سات سو روپے کی اشرفیاں میں نے مولانا صاحب کو
سپرد کی تھیں جب یہ سب تدبیر دُرست ہو چکی تب اسی دن یا
اُس کے اگلے دن ایک شاگرد مولانا صاحب کا آیا اور مولانا
صاحب سے الگ الگ ایک گوشہ میں اُس نے دیر تک کچھ باتیں
کیں جب وہ چلا گیا تب مولانا صاحب نے مجکو بلایا اور مجکو اپنے

پاس بٹھاکر فرمایاکہ طالب العلم جو ابھی آیا تھا اس نے ایک بات
ایسی کہی کہ اس کو سُن کر مجکو بڑی تشویش ہوئی وہ بات ہے
کہ اس نے کہا کہ یہاں محلہ میں ایک وکیل راجہ رنجیت سنگھ کا رہتا
ہے اور مجھ سے اور اُس سے دوستی ہے میں کبھی کبھی اس کے پاس
جایا کرتا ہوں چنانچہ آج بھی گیا تھا اور ابھی وہیں سے آتا ہوں
جب میں اُس کے پاس بیٹھا تھا تب لاہور کا ایک خط سرکاری
اُس کے پاس آیا اور اُس نے میرے روبرو پڑھا خلاصہ مضمون
اُس کے کا یہ تھا کہ ایک آدمی لمبے قد ایک ہاتھ کا اور اتنی
اُس کی عمر اور ایسی صورت اور ایسے رنگ کا فقیرانہ لباس پہنے ہوئے
کبھی کبھی دہلی کی طرف سے ادہر آتا ہے اور ہزاروں روپے کی ہنڈیاں
اور اشرفیاں چھپاکر خلیفہ صاحب کے پاس لے جاتا ہے سو اگر تم
کو اس کا پتہ معلوم ہو تو جب وہ وہاں سے ادہر کو چلے تب تم ہم کو
اطلاع کرو ہم ہر ایک چوکی پر سپاہیوں سے تاکید کردیں کہ جب
وہ ملے تب اس کو گرفتار کر کے ہمارے پاس پہنچادیں سو اس
خط کے سنتے ہی میرے دل پر خیال گذرا کہ ایسا آدمی تو سوائے
پیر محمد قاصد کے اُدہر جانے والا اور کوئی نہیں سو اس لئے میں آپ
کو اطلاع کرنے آیا ہوں کہ اگر ان دنوں اُن کو اس طرف بھیجیں

تو ذرا سوچ اور سمجھ بوجھ کر بھیجیں آگے آپ کو اختیار ہے سو
میاں پیر محمد صاحب یہ بات سن کر مجکو تردد ہوا اب کہو اس کی
کیا تدبیر کرنی چاہئے میں نے مولانا صاحب سے کہا کہ میں تو کچھ نہیں
جانتا ہوں آپ ہی جو کچھ تدبیر مناسب جانیں سو کریں اور مجکو
تو وہاں جانا ضرور ہے جس صورت سے بنے گا اس صورت سے خدا پر
توکل کرکے جاؤنگا اور جو زر نقد اور کاغذ ہنڈی کا آپکے پاس
ہے اس کے بھیجنے نہ بھیجنے کا آپ کو اختیار ہے مولانا صاحب نے فرمایا
کہ خیر ابھی تو تم ہو زر نقد وغیرہ بھیجنے نہ بھیجنے کا جواب ہم تم کو سوچ
اور سمجھ کر دینگے میں نے کہا بہت اچھا پھر میں وہاں سے حکیم مومن خان صاحب
سے رخصت ہونے کو گیا اور ملاقات اُن سے مولانا صاحب کے یہاں
پہلے ہو چکی تھی اور وہیں وہ فتحنامہ بھی اُنہوں نے سنا تھا اور
وہ بھی ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے مخلص اور معتقد تھے
اور مرید بھی تھے اور شاہجہان آباد میں وہ بڑے شعرائے نامی
سے تھے پھر میں نے اُن سے ملاقات کی انھوں نے کچھ حال حضرت
علیہ الرحمۃ کا اور اُن کے لشکر کا پوچھا میں نے بیان کیا وہ
خوش ہوئے پھر میں اُن سے رخصت ہو کر مولوی میر امام علی صاحب

کی ملاقات کو گیا اور اُن سے ملا اُنھوں نے بھی جو کچھ حال
حضرت علیہ الرحمۃ اور اُن کے لشکر کا مجھ سے پوچھا میں نے
بیان کیا وہ بہت خوش ہوئے اور وہ بھی حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کے بڑے مخلص اور معتقد تھے اور مرید بھی تھے اور علم
فارسی کے وہ بڑے معلم کامل مشہور تھے جس امیر کے لڑکے کو
پڑھاتے تھے اس سے روپوں کا اجارہ مقرر کر لیتے کہ اس
قدر ہم روپے لینگے اور اتنے مہینوں میں خط و کتابت ہم پڑھا
کر پختہ کر دینگے جس طرح چاہنا اس طرح اپنے لڑکے سے امتحان
لکھنے پڑھنے میں کر لینا تب ہمارا حق ہم کو دینا فقط پھر میں اُن
سے رخصت ہو کر مدرسہ میں آیا اور اس کے اگلے روز مولانا صاحب
سے میں نے عرض کی کہ کل آپ نے فرمایا تھا کہ ہم سوچ سمجھ کر
تجکو جواب دینگے سو جو کچھ جواب آپ نے تجویز کیا ہو وہ فرمادیں
پھر میں ویسا کروں آپ نے فرمایا کہ جواب یہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ
پر توکل کر کے وہ اشرفیاں اور کاغذ ہنڈوی کا لیتے جاؤ
اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ اور مددگار ہے جو کچھ وہ چاہے گا وہ
ہوگا مگر انشاءاللہ تعالیٰ پرسوں تم کو رخصت کرینگے دو روز

اور پھر جاؤ میں نے عرض کی کہ خیر میں پرسوں ہی جاؤنگا
مگر وہ اشرفیاں اور وہ کاغذ ہنڈوی مجکو عنایت کیجئے کہ
میں اپنی تدبیر سے کہیں رکھ لوں آپنے فرمایا کہ ہاں اس
کا مضائقہ نہیں یہ کام درست کر رکھو مگر ابھی نہیں کل سویرے
ہم سے لے لینا پھر اس کے اگلے روز انھوں نے وہ ہزار روپیہ
کی ہنڈوی کاغذ دیا اور چند خطوط بھی دئے اور چند خطوط
جا بجا کے میرے پاس بھی تھے پھر وہ اشرفیاں میں نے ایک
کپڑے میں سی کر بطور پیرتلے کے اپنے گلے میں ڈال لیں اور وہ
ہنڈوی اور خطوط ایک وظیفہ کی کتاب دفتیوں کے اندر
رکھ لی اور دونوں چیزیاں وظیفہ کی کتاب کے جزدان میں
رکھ لیں پھر اس کے اگلے روز سویرے بعد نماز فجر کے مولانا
صاحب سے مصافحہ کر کے اور رخصت ہو کے میں روانہ
ہوا اور ہر روز پچیس تیس کوس راہ چلتا تھا مگر وہاں کے کوس
نرم ہیں پھر میں آتے آتے دریا ستلج اُتر کر کیو رتھلے میں
پہنچا اور وہیں روٹی پکوا کر کھائی اور وہیں رات کو رہا ،
اگلے روز وہاں سے روانہ ہوا پانچ چھ کوس پر دریائے بیا؟

ملا اس کو اُتر کے آگے چلا وہاں سے کچھ دور پر ایک شخص مجکو
ملے اور میرے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلے اور کہنے لگے کہ ہم سید
صاحب علیہ الرحمۃ کے لشکر میں جا دینگے میں نے ان کو سچا جان کر
کہا کہ میں بھی وہیں جانے والا ہوں پھر وہاں سے ہم چاروں آدمی
آتے آتے پہر دن رہے جنڈیالہ میں پہنچے اور وہیں روٹی پکوا کر کھائی
اور وہیں رات کو رہے پھر اگلے روز ہم چاروں ہم چاروں وہاں
سے روانہ ہوئے شام کو امبرسر میں پہنچے اور اُس کے پرلے سر کے
کنارے پر ایک مسجد میں اُترے اور وہیں روٹی پکوا کر کھائی اور
وہیں رہے پھر اگلے روز ہم وہاں سے روانہ ہوئے دریائے راوی
اتر کر میلاتے میں آرہے وہاں سے چل کر امن آباد کی مسجد میں آرہے اور
کھانا پکوا کر کھایا اور میں سفر میں کھانا نفیس کھاتا تھا ایک سلیمان نقال
نے میرا کھانا دیکھ کر گمان کیا کہ اس کے پاس دست غیب ہے یا یہ کیمیاگر
ہے کہ کپڑے تو پھٹے پرانے پہنتے ہے اور کھانا ایسا نفیس کھاتا ہے آخرش اُس
نے مجھ سے کہا کہ شاہ صاحب کچھ اپنے پاس کا تبرک مجکو بھی عنایت
فرماویں میں مفلس تنگ روزی ہوں شاید کہ آپ ہی کے کچھ بتلانے کے
سبب اللہ تعالی روزی کی کشائش کرے میں نے کہا خیر تم مسلمان
بھائی ہو اور تم نے مجھ سے اس کا سوال کیا مجکو جو معلوم ہے بتادونگا

وہ مجکو پہچان گیا کہ یہ سید صاحب علیہ الرحمۃ کے لشکر کا ہے اور
مجھہ سے کہنے لگا کہ اگر تمہارے پاس کوئی خلیفہ صاحب کے نام کا یا
ان کے لشکر کا کوئی خط ہو تو مجکو دیدو میں نے انکار کیا کہ میرے پاس
نہیں ہے پھر وہ وہاں سے مجکو اپنے لشکر کو لے چلا میں نے اس سے پوچھا
کہ میرے ساتھ یہ تین آدمی اور ہیں ان کو کیا حکم ہے اُس نے کہا
ان سے کچھ غرض نہیں پھر میں نے ان کو کہا کہ تم تو چلے جاؤ میں اس
سوار کے ساتھ جاتا ہوں پھر وہ تو رستے رستے اس طرف گئے اور
مجکو وہ سوار لشکر میں اپنے ڈیرے پر لے گیا اور وہاں ایک سوار کو
میں نے پہچانا کہ شاہ میر خاں آفریدی کے رسالہ کا ہے اور اُس نے مجکو
پہچانا کہ یہ سید صاحب علیہ الرحمۃ کے لشکر کا ہے اور شاہ میر خاں رسالدار
حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقد اور مخلص تھے سو اُس سوار نے مجکو
دیکھ کر افسوس کیا اور کہا کہ خدا خیر کرے تم بیڈھب پھنسے میں نے
پوچھا کہ تمہارے رسالدار صاحب کہاں ہیں اُس نے کہا کہ وہ تو لاہور
میں راجہ رنجیت سنگھ کے پاس ہیں میں نے ارادہ کیا کہ اپنے پاس کی
کتاب اور وہ اشرفیاں اس کے پاس رکھ دوں اتنے میں ایک سکھ
آیا اور جو سوار مجکو لایا تھا اُس سے کہا کہ جو آدمی تمہاری حوالات
میں ہے اس کو صاحب کے پاس لے چلو بلاتے ہیں یہ بات سُن کر

مجھ سے کوئی تدبیر نہ بن پڑی پھر وہ سوار مجھکو فرانسس کے پاس
لے گیا اور اُس کے سامنے کھڑا کر دیا وہ اپنے ڈیرے کے دروازے
پر اوپر کرسی کے بیٹھا تھا مجھ سے کہا کہ تم اپنی تلاشی ہم کو دو میں
نے کہا میں حاضر ہوں جو تلاشی لینی ہو لے لو ایک مسلمان اس کے پاس
کھڑا تھا اس سے کہ تم ان کی تلاشی لو اس نے میرے پاس آکر کہا
تمہارے پاس کیا ہے میں نے وہ کتاب جزدان سے نکال کر اس کو حوالہ
کی وہ فرانسس کے سامنے لے گیا اور کھول کر پڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ
یہ تو ہمارے دین کی کتاب ہے اس میں کچھ دعائیں اور درود اور کچھ
سورتیں ہیں تلاشی کی اس میں کوئی چیز نہیں ہے اس نے کہا کہ اسی کو
دیدو پھر اس نے مجھکو حوالے کی میں نے جزدان میں رکھ لی فرانسس
نے اس سوار سے جو مجھکو لایا تھا کہا کہ اس کو اپنے ڈیرے پر لیجاؤ
اور اُس کی خاطرداری کرنا اور کھانا کھلانا اس عرصہ میں ایک
کاشمیری پنڈت قدیم ساکن دہلی گوپی ناتھ نام آیا اور اُس نے
مجھکو پہچانا اور فرانسس سے کہا کہ حکم ہو تو میں اس کی تلاشی لوں اس
نے کہا کچھ ضرور نہیں ہم تلاشی لے چکے ہیں اس نے کہا آپ اس کو نہیں
جانتے ہیں میں اس کے حال سے خوب واقف ہوں یہ سُن کر فرانسس
کچھ نہ بولا پھر اس کافر نے مجھ سے کتاب لے کر چیر ڈالی وہ

تمام خطوط نکل آئے پھر اُس نے میرا بدن ٹٹول کر اور وہ اشرفیاں
نکال کر اس فرانسس کے آگے دھر دیں اور وہ دونوں چھریاں
بھی کتاب کے جزدان سے نکال کر اس کو دیدیں یہ حال دیکھ کر
اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس کو مارو انھوں نے لاتوں
گھونسوں سے خوب مجکو مارا پھر اس نے کہا اس کو لے جا کر فلانے ڈیرے
میں قید کرو اور کہا جو تین آدمی اُس کے ساتھ کے ہیں ان کو پکڑ لاؤ
کئی سوار دوڑے اور اُن کو تلاش کر کے پکڑ لائے اور ان کو اور جگہ
قید کروایا اور مجکو سکھوں کے ڈیرے پر لے گئے اور ایک لمبی زنجیر میرے
پاؤں میں ڈال کر قید کیا اور چار چار سکھوں کا چھ پہر پہرا مقرر کیا
دو تو ننگی تلوار لئے رہتے تھے اور دو یوں ہی اور جب پہرا بدلاتے تھے
تب بدلی والوں سے کہہ دیتے تھے کہ خبردار یہ سوا لاکھ روپے کا معاملہ
دار ہے بھاگ جاویگا تو سرکار میں جواب دہی کرنی پڑے گی پھر اس
کی شب کو کچھ رات رہے فرانسس نے مع لشکر وہاں سے طرف لاہور کے
کوچ کیا اور مجکو بھی اسی طرح پا بہ زنجیر پیادہ پا لے چلے یہاں تک
دریائے جہلم پر پہنچے اور لشکر نے کشتی پر اُتر کر کنارے پر ڈیرہ
کیا اور مجکو پہرے والے لئے ہوئے کنارے پر کھڑے تھے اتنے میں
ایک نے پہرے والوں میں سے انگلی سے اشارہ کر کے مجھ سے کہا کہ
جس کا بیٹہ نے تم کو پکڑا یا ہے سو وہ آتا ہے میں اس کی طرف

دیکھنے لگا جب وہ نزدیک آیا تب میں نے کچھ سخت وسست کہا،
اُس نے کہا کہ مجکو کیوں بُرا کہتے ہو میرا کیا قصور میں حاکم کا نوکر اسی کام کو
ہوں پھر میں خاموش ہو رہا پھر جب اُس پار سے کشتی دوسرا کر آئی
تب وہ سپاہی مجکو لے کر اُس پر سوار ہوئے اور پار اُترے اور دن میں
رہے رات کو پھر اتنے ہی وقت کو چ ہوا چلتے چلتے یاں چھ گھڑی
دن چڑھے ایک بستی کے کنارے ڈیرہ ہوا بعد کچھ دیر کے فرانسس
نے اپنے ڈیرے پر مجکو بلایا پہرے والے مجکو اس کے سامنے لے گئے اس نے
کہا تمہارے خطوں میں ایک بڑا خط عربی عبارت کا ہے اس کا مضمون
ہمارے منشی کو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کیا ہے کہ کیا ہے سو اس کا حال
مفصل تم ہم سے بیان کرو ہم تم کو چھوڑ دینگے میں نے کہا کہ میں تو قاصد
ہوں جو کوئی خطوط دے کر مجکو جہاں بھیجتا ہے وہاں لے جاتا ہوں
خطوں کا حال مجکو کیا معلوم کہ کیا ہے یہ لکھنے والے جانیں اُس نے خفا
ہو کر کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو سچ سچ بتاؤ نہیں تو ہم تم کو پھانسی دینگا
میں نے کہا کہ میں کبھی نہ پھانسی پاؤنگا اس لئے کہ میں قاصد ہوں کسی
کی چوری نہیں کی نہ کسی کا مال لے بھاگا ہوں اور قاصد کو پھانسی دینا
کسی ریاست کے قانون سے نہیں ہے اور قاصد مال واسباب سلامت لے ہی
جاتے ہیں اور پکڑے بھی جاتے ہیں مگر پھانسی کہیں نہیں پاتا ہے اس

نے کہا کہ تم ایسا معتبر اور امین ہو کہ لوگ تم کو اتنا اتنا مال دے
کر بھیجا ہے میں نے کہا کہ خدا کے کارخانے کہیں بند رہتے ہیں اتنا مال
کیا مال ہے لوگ اس سے دو چند سہ چند لیجاتے ہیں اگر وہ معتبر امین
نہ ہوں تو کون ان کو اتنا مال دے کر بھیجے پھر اس نے سپاہی سے کہا
کہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لیجاؤ اور ہوشیاری سے رکھو پھر وہ سپاہی
مجکو اپنے ڈیرے پر لے گیا رات کو پھر اسی وقت کوچ ہوا اسی طور سے کوچ
مقام کرتے کرتے ایک روز علی الصباح ایک بستی کے کنارے چلے جاتے تھے
مجھ سے تھوڑی دور ایک کوئیں پر چرس چلتا تھا میں نے پہرے والوں سے کہا
کہ اگر مجکو کوئیں پر لے چلو تو میں ذرا ہاتھ منہ دہولوں اور پانی بھی پی لوں
وہ مجکو لے گئے میں جھٹ پٹ کئی چلو پانی پی کر اور وضو کر کے وہیں نماز
پڑہنے لگا پہرے والوں میں سے ایک سکھ نے آکر میرے ایک بندوق کا
کندہ مارا جب میں نماز سے فارغ ہوا تب میں نے بھلا برا کہہ کر اُس پر
جوتا اُٹھایا اس اور پہرے والے مجکو مارنے کو جھکے حولدار نے کہا کہ خبردار
قیدی پر ہاتھ نہ چلانا اس نے حولدار سے کہا کہ میں نے اُس سے کہا
کہ میں نماز پڑہتا تھا اُس نے مجکو کندہ مارا یہ سُن کر حولدار نے وہ قصہ
رفع دفع کر دیا پھر وہاں سے وہ مجکو لے چلے او اپنے وقت پر ایک
جگہ لشکر کا ڈیرہ ہوا وہاں سے لاہور ایک منزل تھا پھر رات کو معمولی

وقت پر کوچ ہوا جاتے جاتے کئی گھڑی دن چڑھے جانب جنوب
کنارے لاہور کے انار کلی کی ایک چھاؤنی مشہور تھی اُس میں
پہنچے اور وہیں لشکر کا ڈیرہ ہوا پھر کئی روز کے بعد ان سکھوں نے وہ
زنجیر میرے پاؤں سے نکال کر بیڑی منگوائی اور ایک بیڑی کا کڑا
میرے پیر میں ڈالا اور دوسرا ایک بھنگی کے پیر میں ڈالا چودہ
پندرہ روز میں اس طرح اس کے ساتھ رہا ایک روز وہ فرانسس
گھوڑے پر چند سواروں سے میری طرف ہو کر نکلا میں نے آگے بڑھ کر
اُس کے سامنے فریاد کی اور کہا کہ صاحب تمہارے یہاں یہ کیا انصاف
ہے کہ میں مسلمان ہوں مجکو اس بھنگی کے ساتھ ایک بیڑی میں مقید
کیا ہے مجکو نماز پڑھنے اور کھانا کھانے اور جا ضرور پھرنے میں تکلیف ہوتی
ہے تم حاکم ہو چاہو ایک بیڑ کے بدلے دونوں پاؤں میں دُسری بیڑیاں
ڈال دو مگر اس کے ساتھ نہ رکھو اُس نے یہ حال سُن کر ان سکھوں کے
جمعدار کو بُرا بھلا کہا اور کہا اسی وقت اس کو جدی بیڑی میں رکھو اور
اس کے کھانے پینے کی اچھی طرح خبر لیا کرو یہ حکم دے وہ تو چلا گیا پھر
انھوں نے اُس بھنگی کو جدا کر دیا اور اُس کی بیڑی میرے دوسرے پاؤں
میں ڈال دی اور کھانے کا یہ حال تھا کہ ان سب سکھوں کا کھانا ہاں

ایک جگہ برہمن اور کھتری پکاتے تھے اور وہیں سے سب سکھوں کو
حصہ ملتا تھا اور ایک حصہ میرے لئے بھی آتا تھا مجکو وہ کھانا کھانے
کراہیت معلوم ہوتی تھی مگر بناچاری کھاتا تھا اور اسی فرانسس
کے لشکر میں ایک شخص رحمو نام ترم نواز تھا جب اُس نے میرا کھانا
وہاں سے آتے دیکھا اس کو بھی مکروہ معلوم ہوا تب اُس نے اپنے ڈیرے
سے میرے واسطے کھانا مقرر کردیا اور ہر روز نفیس کھانا بھیجتا تھا کبھی
زردہ کبھی پلاؤ کبھی روٹی گوشت وغیرہ میں وہ کھانا کھاتا تھا اور
سکھوں کے یہاں کا اوروں کو کھلا دیتا تھا اور میں وہاں سخت
قید میں تھا کہ بغیر پوچھے سکھوں کے کروٹ نہ لے سکتا تھا ایک روز
وہاں بڑی آندہی آئی ان موذیوں نے مجکو ایک کوٹھری میں بند
کردیا اور ایک سکھ وہاں مجکو پکڑے بیٹھا رہا جب آندہی موقوف ہوئی
تب مجکو باہر نکالا پھر دو ڈھائی مہینے کے بعد اس فرانسیس کی کسی
طرف کمان نکلی تب اُس نے مجکو شہر لاہور میں رنجیت سنگہ کے
سالے وزیر سنگہ کے پاس بھیجدیا اور وہ وزیر سنگہ ہمارے حضرت
علیہ الرحمۃ کا بڑا معتقد اور مخلص تھا بلکہ ایک بار حضرت کی ملاقات
کو بھی گیا تھا اور بیعت بھی کی تھی اور خفیہ مسلمان بھی ہوا تھا پھر
میں وہاں بیڑی پہنے ہوے بے چوکی پہرے رہنے لگا اور وزیر سنگہ

ایک جگہ برہمن اور کھتری پکاتے تھے اور وہیں سے سب سکھوں کو
حصہ ملتا تھا اور ایک حصہ میرے لئے بھی آتا تھا مجکو وہ کھانا کھانے
کراہیت معلوم ہوتی تھی مگر بناچاری کھاتا تھا اور اسی فرانسس
کے لشکر میں ایک شخص رحمو نام ترُم نواز تھا جب اُس نے میرا کھانا
وہاں سے آتے دیکھا اس کو بھی مکروہ معلوم ہوا تب اُس نے اپنے ڈیرے
سے میرے واسطے کھانا مقرر کر دیا اور ہر روز نفیس کھانا بھیجتا تھا کبھی
زردہ کبھی پلاؤ کبھی روٹی گوشت وغیرہ میں وہ کھانا کھاتا تھا اور
سکھوں کے یہاں کا اوروں کو کھلا دیتا تھا اور میں وہاں سخت
قید میں تھا کہ بغیر پوچھے سکھوں کے کروٹ نہ لے سکتا تھا ایک روز
وہاں بڑی آندھی آئی ان موذیوں نے مجکو ایک کوٹھری میں بند
کر دیا اور ایک سکھ وہاں مجکو پکڑے بیٹھا رہا جب آندھی موقوف ہوئی
تب مجکو باہر نکالا پھر دوڈھائی مہینے کے بعد اس فرانسیس کی کسی
طرف کمان نکلی تب اُس نے مجکو شہر لاہور میں رنجیت سنگہ کے
سالے وزیر سنگہ کے پاس بھیجدیا اور وہ وزیر سنگہ ہمارے حضرت
علیہ الرحمۃ کا بڑا معتقد اور مخلص تھا بلکہ ایک بار حضرت کی ملاقات
کو بھی گیا تھا اور بیعت بھی کی تھی اور خفیہ مسلمان بھی ہوا تھا پھر
میں وہاں بیڑی پہنے ہوے بے چوکی پہرے رہنے لگا اور وزیر سنگہ

بازار سے ہر روز میرے لئے اچھا نفیس کھانا پکا پکایا منگوا دیتا تھا
وہی میں کھاتا تھا ایک روز سید انور شاہ امبر سر کے رہنے والے اس
مکان میں آئے اور مجکو اس حال میں دیکھا اور مجھ سے حال قید ہونے
کا پوچھا میں نے حال مختصر جو مناسب وقت کے جانا ان سے بیان کیا
وہ میرے پاس سے وزیر سنگہ کے پاس گئے اور کہا کہ تم نے اپنے پاس اس
شخص کو کیوں قید کر رکھا ہے چھوڑ کیوں نہیں دیتے ہو اگر یہ چلا جاویگا
تو کوئی تمہارا کیا کر سکے گا وزیر سنگہ نے کہا کہ میں اس کی تدبیر میں
ہوں خدا چاہے گا تو جلد ان کی رہائی ہو جاوے گی پھر بعد کچھ
دیر کے سید انور شاہ وہاں سے تشریف لے گئے اور وہ انور شاہ
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقد اور مخلص تھے جب حضرت
علیہ الرحمۃ ادہر تکیہ شریف سے ہجرت کر کے چلے تھے تب وہیں سے
نظام الدین اولیا اور حاجی محمد یوسف صاحب کشمیری کو امبر سر میں
آپ نے بھیجا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ہم یہاں سے چل کر ملک سندھ میں پہنچیں
تم ادہر سے سید انور شاہ کو ہمارے پاس لانا سو جب حضرت شکار پور
سے کوچ کر کے چھ کوس پر موضع جلگے میں تھے تب وہیں وہ دونوں
صاحب ان کو حضرت کے پاس لائے تھے اور وہیں انھوں نے حضرت
کے دست مبارک پر بیعت کی اور ہمراہ ہوئے اور آپ کی رفاقت میں

تب سے حضرو کے چھاپے تک رہے پھر چاپہ مذکور کے حضرت
علیہ الرحمۃ کی کچھ مصلحت سمجھ کر فرمایا کہ تم اپنے شہر کو تشریف
جاؤ تمہارا وہیں رہنا خوب ہے پھر وہ حضرت سے رخصت
ہوکر امبرسر کو گئے اور وہیں رہے اور وہ بڑے نامی شخص تھے بہت
لوگ اُن کے معتقد اور مرید تھے اور وہ عجیب خوش طبع اور بے تکلف
اور صاف گو آدمی تھے امیروں میں امیر غریبوں میں غریب درویشوں
میں درویش جوانوں میں جوان اور سیدوں میں سید بڈھوں میں بڈھے
لڑکوں میں لڑکے اور پنجاب میں بڑی اُن کی قدر و منزلت ہر کسی کے
روبرو تھی یہاں تک کہ سکھ لوگ بھی ان کی عزت و توقیر کرتے تھے اور
جس کو سخت و سست کہتے تھے کوئی بُرا نہیں مانتا تھا انتہی پھر اس کے
چند روز کے بعد وزیر سنگھ نے اپنے یہاں سے مجھکو کوتوالی میں بھیجدیا وہاں
میں رہنے لگا اور اُس کوتوال کا نام خدا بخش تھا اور بہت نیک تھا
اکثر میری تسلی کیا کرتا اور کہتا تھا کہ میں اور قیدیوں کے ساتھ سرکار
میں تمہاری رپٹ کبھی نہیں کرتا ہوں اس خیال سے کہ خدا جانے تمہارے
حق میں کیا حکم ہوا اور خدا چاہیگا چند روز میں کوئی صورت تمہاری
رہائی کی نکلی آویگی پھر کئی مہینے کے بعد ایک روز وہ کوتوال رپٹ
کو رنجیت سنگھ کے دربار میں گیا اور جلد وہاں سے چلا آیا اور مجھ سے

کہنے لگا کہ پیر محمد اس وقت ایک خبر سنا دیں کہ تم بہت خوش ہو آج
ہمارے سرکار میں خبر آئی ہے کہ ان دنوں خلیفہ صاحب نے ملک سمہ
میں سردار سلطان محمد خاں درانی کی ایک بڑی لڑائی ماری اور
ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ پشاور چھوڑ کر بھاگ گئے اور خلیفہ صاحب
مع لشکر پشاور میں داخل ہوئے اسی کے سبب سے آج دربار موقوف
ہے میں یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور اپنی قید کا رنج بھول گیا پھر
وہ دوسرے روز ریٹ کو گیا اس دن بھی دربار بند تھا پھر وہ تیسرے
روز گیا اور وہاں سے آ کر مجھ سے کہنے لگا کہ آج بھی دربار موقوف ہے
اور وہاں یہ مشورہ ہو رہا ہے کہ بادشاہ شجاع الملک کے بھائی زماں شاہ
جو یہاں سرکار میں ہیں سو ان کو سوا لاکھ روپے دے کر پشاور کو بھیجیں
کہ جا کر خلیفہ صاحب کی سرکار کی طرف سے نذر پکڑیں اور ان کو جس
طور سے بنے راضی کریں کہ وہ ہمارے ملک سے کسی طرح مزاحم نہ ہوں یہ
خبر سن کر میں اور بھی نہایت خوش ہوا اور شکر اللہ تعالی کا کرنے لگا پھر
اس کے چند روز کے بعد آپ ہی آپ اس کوتوال نے میری بیڑی کٹوا کر
مجکو چھوڑ دیا اور کہا کہ اب تم چلے جاؤ تم سے کچھ غرض نہیں ہے پھر
میں کوتوالی سے چلا گیا مگر وہیں شہر ہی میں ادہر ادہر رہا تیسرے یا

چوتھے روز وہ کوتوال رستے میں مجکو ملا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میر محمد
تم ابھی یہیں ہو گئے ہیں میں نے کہا کہ ہاں اب دو چار دن میں جاؤنگا
اُس نے کہا کہ جلد یہاں سے چلے جاؤ ہماری سرکار میں خبر آئی ہے کہ
سردار سلطان محمد خاں نے کچھ زر نقد دے کر اور کچھ عہد و پیمان
اور عذر و معذرت کرکے خلیفہ صاحب سے صلح کر لی اور خلیفہ صاحب
نے پشاور ان کا انھیں کو سپرد کر کے وہاں سے مع لشکر ملک سمہ کو
تشریف لے گئے اس سے یہ خبر سُن کر مجکو تشویش ہوئی کہ اب یہاں
سے خالی ہاتھ کہاں جاؤں مگر سید انور شاہ صاحب ان روزوں وہیں
لاہور میں تھے میں اُن کے پاس چلا گیا اور وہیں رہنے لگا اور یہاں
تک رہا کہ وہیں ایک روز اپنے غازیوں میں ایک لڑکا نوجوان آیا اور
مجھ سے ملا اور کہنے لگا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد اسماعیل
صاحب مع لشکر پنجتار میں تھے اور جو غازی سوار وغیرہ سمہ کی بستیوں
میں جا بجا حضرت کی طرف سے متعین تھے ان کو فلانی تاریخ سمہ والوں
نے آپس میں اتفاق کرکے شہید کر ڈالا اور میں بھی وہیں تھا مگر مجکو وہاں
ایک عورت نے اپنے گھر میں چھپا رکھا تھا پھر بعد اس واقعہ کے دوسری
رات کو اُس نے مجکو سلامت نکال دیا پھر میں وہاں سے اس طرف
چلا آیا اور دوسرے روز ایک اور غازی وہیں آیا اور وہی

حال اُس نے بھی بیان کیا یہ خبر وحشت اثر سُن کر میں بہت گھبرایا
اور سید انور شاہ صاحب سے میں نے یہ حال بیان کیا کہ وہاں ملک سمہ
میں تو یہ حادثہ گذرا اب مجکو اس امر میں کیا صلاح دیتے ہو انھوں نے
بھی یہ واقعۂ جانگداز سن کر نہایت افسوس کیا اور مجھ سے فرمایا کہ اب
یہاں سے اس طرف کو تم کو جانا مناسب نہیں ہے اس سے تو تم ہندوستان
کو چلے جاؤ پھر وہاں سے جیسا موقع دیکھنا ویسا کرنا پھر میں اس کے اگلے
روز سید انور شاہ صاحب سے رخصت ہو کر وہاں سے روانہ ہوا آتے
آتے چند روز میں سہارنپور میں حکیم مغیث الدین صاحب کے مکان پر
آیا اور اُن سے ملا وہ مجکو دیکھ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ بھائی
پیر محمد تم تو لاہور میں قید تھے وہاں سے کیونکر چھوٹنا ہوا جو تم یہاں آئے
میں نے اُن سے مفصل اپنے قید ہونے اور چھوٹنے کا حال سب بیان کیا
اور جو حادثہ غازیوں پر ملک سمہ میں گذرا تھا وہ بھی کہا انھوں نے
کہا کہ اس خبر کو پہلے ہم نے سُنا تھا مگر تمھاری زبانی سننے سے اور بھی
یقین زیادہ ہوا پھر میں تین روز اُن کے مکان پر رہ کر چوتھے روز
اُن سے رخصت ہوا اور مظفر نگر میں مولوی خدابخش صاحب کے
پاس آیا اور اُن سے ملا اُنھوں نے میری خیر و عافیت پوچھی

اور کہا کہ تمہارے آنے کا حال کئی روز ہوئے حکیم مغیث الدین صاحب
کے خط سے معلوم ہوا تھا اور انھوں نے یہی میرے پکڑے جاتے اور چھوٹنے
کا حال پوچھا اُن سے بھی میں نے بیان کیا تب انھوں نے کہا کہ تمہاری
رہائی کی سفارش کا ایک خط ہم نے شمرو کی بیگم سے لکھواکر انٹو از فرانسس
کے پاس بھیجا تھا یقین ہے کہ وہ ضرور پہنچا ہوگا میں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی
سُنا تھا کہ ایک خط شمرو کی بیگم کا میری رہائی کی بابت میں آیا ہے مگر
اُس سے کئی روز پیشتر میں چھوٹ گیا تھا اور میں مولوی صاحب کے مکان
پر سات آٹھ دن رہا اس میں اُنھوں نے مجکو کپڑے بھی بنوا دئے اور
جب چلنے لگا تب انھوں نے کچھ خرچ دے کر مجکو رخصت کیا میں وہاں
سے میرٹھ کی چھاؤنی میں شیخ محمد تقی اور شیخ عبد اللہ بوجیر کے مکان پر گیا
اور اُن سے ملا اپنی تمام سرگذشت قید ہونے اور چھوٹنے کی بیان کی
اور سبھی کے واقعہ کا حال وہ پیشتر ہی چھاؤنی میں سُن چکے تھے پھر تیسرے
روز جب میں چلنے لگا تب اُنھوں نے بھی کچھ خرچ راہ دے کر مجکو رخصت
کیا پھر میں وہاں سے شہر میرٹھ میں قاضی حیات بخش صاحب کے مکان
پر گیا اور اُن سے ملا اور اپنا حال بیان کیا اور رات بھر وہیں رہا اگلے
روز اُن سے رخصت ہو کر دہلی میں آیا اور مولانا محمد اسحاق صاحب سے
ملا اور اُنھیں کے مدرسہ میں اُترا اور تمام اول سے آخر تک اپنی سرگذشت

میں نے بیان کی اور سمہ کی واردات وہ بھی پہلے سن چکے تھے اور
جو حال میں نے سنا تھا وہ بھی بیان کیا اور سید صاحب کا حال
بھی میں نے کہا کہ وہ مع لشکر پنجتار میں ہیں مولانا صاحب نے فرمایا
کہ ہاں سچ کہتے ہو یہ اگلی خبر ہے مگر اب چند روز ہوئے سنا ہے کہ سید صاحب
مع لشکر وہاں سے ہجرت کر کے طرف ملک کشمیر کے تشریف لے گئے ہیں
میں نے کہا کہ یہ خبر میں نے آپ سے سنی مجکو معلوم نہ تھی مگر میں سید صاحب
کے پاس جاؤنگا جہاں اللہ تعالی ملادے مولانا صاحب نے فرمایا کہ خیر
تم خالی ہاتھ تنہا جس طرف ہو کر جاؤ گے چلے جاؤ گے اور ہم کو جبتک
پکی خبر نہ ملیگی کہ پنجتار سے جا کر سید صاحب کہاں ٹھہرے ہیں تب تک ہم یہاں
سے کچھ نہیں سکتے میں نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں بات یوں ہی ہے اور
میں مدرسہ میں دس بارہ روز رہا بعد اس کے مولانا صاحب سے رخصت
ہو کر روانہ ہوا اور اُس وقت میرے پاس پچاس روپے تھے پھر
دوسرے دن چل کر میں شاملے میں پہنچا نور بخش جراح جو حضرت علیہ الرحمۃ
کے لشکر میں تھے ان کے مکان کے قریب مسجد تھی اُس میں میں اُترا اور
اُن کے باپ اور بھائیوں سے ملاقات کی انھوں نے حال پوچھا میں
نے بیان کیا پھر نور بخش کے باپ نے مجھ سے کہا کہ امداد علی خاں ۱

بانس بریلی کے رہنے والے مولوی خدابخش صاحب کے آشنا یہاں
کے تحصیلدار ہیں ان کو تم جانتے ہو میں نے کہا کہ ہاں میں خوب جانتا
ہوں وہ میرے بھی آشنا ہیں اُنھوں نے کہا کہ جو تم چلو تو ان سے ہی
تم کو ملاقات کروا دیں میں نے کہا کہ اس سے کیا بہتر ہے چلئے پھر
وہ مجکو اُن کے پاس لے گئے وہ بڑے تپاک سے مجھ سے ملے اور حال
پوچھا میں نے بیان کیا پھر اُنھوں نے کہا کہ تم اُترے کہاں ہو میں
نے کہا کہ ان بھائی کے محلہ کی مسجد میں اُنھوں نے وہاں سے بستر میرا
اپنے پاس منگوا لیا اور ان کے یہاں کئی کہاتی کچھ لکڑی کا کام کر رہے
تھے میں نے کہا کہ خاں صاحب میرے پاس کچھ روپے ہیں اگر آپ اپنے
کہاتی سے ایک پیالہ چوبین اور گداؤں کا کشتی نما فقیروں کے سا آپ
بنوا دیں تو اس میں رکھ لوں اُنھوں نے ایک کہاتی کو بلا کر میرا سامنا
کروا دیا اور اس سے کہا کہ یہ ایک پیالہ کشتی نما کچکول بنوا دینگے سو جیسا
یہ کہیں ویسا بنا دینا اُس نے کہا بنا دونگا پھر اس کے اگلے روز سویرے
میں اُس کے پاس جا بیٹھا اور جس طرح سے میں نے اس سے بتایا ا
ویسا ہی اُس نے وہ پیالہ کچکول درویشانہ بنایا اور اس کے پیندے
میں کھود کر اُس نے ایک خانہ بنایا اور اُس کے منہ پر ایک ڈاٹ لگا دی

کہ جب چاہو کھول لو اور اسی جب چاہو بند کر دو پھر چالیس
روپے اس کے اندر رکھ کر میں نے ڈاٹ لگا دی اور دس روپئے راہ
خرچ کو اپنے پاس رکھے اور یہ پچاس روپے اس طریق سے جمع ہوئے
تھے کہ تین روپے تو سہارنپور میں حکیم مغیث الدین صاحب نے دئے اور
دس روپے میرٹھ کی چھاؤنی میں محمد تقی اور ان کے بھائی عبداللہ نے
مل کر دئے اور دو روپے شہر میرٹھ میں قاضی حیات بخش صاحب نے
دئے اور پندرہ روپے مظفر نگر میں مولوی خدا بخش صاحب نے دئے
اور بیس روپے دہلی میں مولانا محمد اسحاق صاحب واسطے خرچ راہ کے دئے
تھے انتہی اور امداد علی خاں کے مکان پر میں تین روز رہا چوتھے روز
ان سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور آتے آتے امرسر میں پہنچا اور اس
کے پرلے سرے پر ایک مسجد تھی اس میں اترا پھر وہاں سے آتے آتے
شہر گجرات میں پہنچا اور وہاں سے چار پانچ کوس پر دو رستے تھے ،
ایک ولایت افغانستان کا اور دوسرا ملک کشمیر کا جب میں وہاں
پہنچا تو ولایت افغانستان کا رستہ چھوڑ کر کشمیر کا رستہ پکڑا پھر
وہاں سے چلا کئی روز کے بعد سیالکوٹ میں آیا تین روز وہاں رہا
پھر وہاں سے روانہ ہوا بعد کئی دن کے پیر پنجاد کے پہاڑ کے درے

دو ڈھائی کوس پر خانپور ایک قصبہ ہے اس میں آیا اور وہاں کی
ایک مسجد میں جاکر اُترا اسی وقت ایک شخص کشمیری آیا اور مجھ سے
کہنے لگا کہ تم یہاں نہ اُترو اور کہیں چلے جاؤ میں نے کہا کہ میں تو فقیر
مسافر دور کا چلا ہوا تھکا ماندہ ہوں اب یہاں سے کہاں جاؤں میں
تو اسی میں رہونگا پھر اس نے کئی بار تکرار وہی کہا کہ تم یہاں سے
چلے جاؤ اور میں نے اس کو وہی جواب دیا پھر وہ خاموش ہو کر چلا
گیا کچھ دیر کے بعد پھر آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک مکان میں ایک
پیرزادے صاحب ہمارے کشمیر کے اُترے ہیں اس وقت تمہارے پاس
سے جاکر میں نے اُن سے تمہارا ذکر کیا کہ ایک ہندوستانی مسافر مسجد میں
اُترے ہیں اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ تم ان کو میرے پاس لاؤ سو اسی لئے
میں آیا ہوں پھر میں اس کے ساتھ گیا اور اپنا بستر اسی مسجد میں رہنے
دیا جب میں اُن کے سامنے گیا سلام کیا اُنھوں نے جواب سلام کا دیا
اور مجھ سے مصافحہ کیا اور بڑے اخلاص اور پیار سے مجکو اپنے پاس بٹھایا
میں نے اپنے دل میں جانا کہ یہ شخص نیک بخت معلوم ہوتا ہے پھر انھوں نے
مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کہاں سے آنا ہوا اور کدہر جانے کا ارادہ ہے میں نے
کہا کہ میں تو سیاح فقیر ہوں کوئی مکان معین ہو تو بتاؤں مگر اب تو
ہندوستان سے آتا ہوں اور ملک کشمیر کی سیر کا ارادہ ہے اگر اللہ تعالی

ساتھ خیر کے پہنچا دیگا تو کچھ دنوں وہاں کی سیر کرکے پشاور
کو آؤنگا انھیں باتوں میں وقت مغرب کا قریب آیا میں نے اُن
سے کہا کہ اب میں بستر پر جاؤنگا اور وہیں نماز مغرب کی پڑھونگا
اُنھوں نے کہا کہ کھانا آج ہمارے ہی یہاں کھانا میں نے کہا آپ
کو تکلیف کرنی کیا ضرور مسجد میں کہیں سے روٹی اللہ تعالی بھجوادیگا
کھا لونگا اُنھوں نے کہا تکلیف کچھ نہیں آپ کی دعوت ہے اس
لئے کہتے ہیں میں نے کہا خیر میں آؤنگا یہ کہہ کر میں وہاں سے مسجد میں
آیا اور نماز مغرب کی پڑھی جب وظیفہ سے فارغ ہوا تب اپنا
بستر لے کر انھیں کے مکان پر گیا کچھ دیر میں کھانا آیا پھر انھوں
نے اپنے ساتھ بٹھا کر مجکو کھلایا بعد کھانے کے پھر میں اپنا بستر
لے کر چلنے لگا انھوں نے کہا کہ اب کہاں جاؤ گے یہیں سو رہو
پھر میں وہیں ٹھہر گیا پھر کچھ دیر میں اذان عشا کی ہوئی پھر
میں نے اور اُنھوں نے وضو کیا اور اُسی مسجد میں جا کر نماز پڑھی
پھر بعد فراغ نماز کے انھیں کے ساتھ میں اُن کے مکان پر
آیا اور اپنا بستر لگایا اور اُس پر بیٹھا جبکہ ان کے پاس سے

اور آدمی اُن کے مرید وغیرہ چلے گئے تب انھوں نے مجکو بلاکر اپنے
پاس بٹھایا اس وقت وہاں سوا میرے اور ان کے اور کوئی آدمی نہ
تھا انھوں نے آہستہ سے کہا کہ جب میں نے اپنے آدمی سے سُنا کہ یہاں
مسجد میں ایک ہندوستانی مسافر اُترا ہے اسی وقت میں اپنی دانش
میں تم کو پہچان گیا اگرچہ کسی مصلحت سے تم آپ کو چھپاؤ اور اپنا بھید
مجکو نہ بتاؤ سو بات یہ ہے کہ تم اپنا حال صاف صاف مجکو بتاؤ کہ تم
یہاں کشمیر کی طرف کس کے پاس جاؤ گے اور کسی بات کا تردد اور
اندیشہ نہ کرو میں سچا مسلمان با ایمان ہوں منافق اور دغاباز
نہیں ہوں جو کسی بات کا خطرہ ہو میں نے اُن سے کہا کہ میں تو فقیر سیاح
ہوں آپ جو فرماتے ہیں کہ میں تم کو پہچان گیا سو آپ ہی فرماویں کہ
آپ نے مجکو کیا پہچانا انھوں نے کہا کہ میں نے یہ پہچانا کہ تم حضرت
امیر المومنین امام المجاہدین سید احمد صاحب کے رفیقوں میں سے ہو
اب سچ کہو کہ ہو یا نہیں اور میں بھی اُن کا سچا معتقد اور مخلص ہوں
اگرچہ اب تک ان کے دیدار فیض آثار سے مشرف نہیں ہوں مگر یہی
اشتیاق اور تدبیر میں رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت کرے
کہ میں اُن کے دیدار سے شرفیاب ہوں یہ تمام تقریر اُن کی سُن کر

میں سکوت میں رہ گیا کہ بیشک انھوں نے مجکو پہچانا اور یہ بھی میں نے اپنے دل میں جانا کہ سید صاحب کی محبت ان کو ہے پھر میں نے اُن سے کہا کہ فی الحقیقت آپ نے مجکو پہچانا میں انھیں کے ادنی خادموں سے ہوں یہ بات مجھسے سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ میں سید صاحب کے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہوں کہ کوئی ملے تو میں اس سے سید صاحب کے حالات پوچھوں سو اب تم کچھ حضرت کے کشف وکرامات کے فضائل مجھ سے بیان کرو میں نے کہا کہ یہ باریک باتیں درویشی اور ولایت کی جو آپ پوچھتے ہیں سو یہ وہ لوگ جانیں جو ہر وقت ہمیشہ حضرت کی صحبت میں رہتے ہیں اور میں سید صاحب کا قاصد ہوں جہاں وہ مجکو بھیجتے ہیں وہاں میں جاتا ہوں چنانچہ اب کی بار دہلی سے ادہر چلتے ہوئے رہتاس میں انٹورا فرانسس نے مجکو پکڑا ہزار روپے کی میرے پاس اشرفیاں تھیں اور تین ہزار روپے کی ہنڈوی اس نے یہ سب مجھسے چھین کر لاہور میں مجکو قید کرکے لے گیا نو مہینے کے بعد میں وہاں سے چھوٹا اور وہاں لاہور میں میں نے سُنا تھا کہ سید صاحب نے سردار سلطان محمد خاں درانی کی لڑائی ماری اور ان کا تعاقب کرکے پشاور میں جاکر داخل ہوئے اور یہ بھی وہیں سُنا تھا کہ سید صاحب نے سردار سلطان محمد خاں سے کچھ زر نقد اور عہد دپیمان لے کر پھر اپنی طرف سے ان کو پشاور

حوالے کیا اور آپ مع لشکر وہاں سے ملک سمہ کو تشریف لائے
اور بعد اس کے یہ بھی خبر وہیں سنی کہ سید صاحب تو مع لشکر پنجتار
میں تھے اور جو غازی ملک سمے کی بستیوں میں جا بجا سوار و پیادے
متعین تھے ان کو سمے والوں نے دغا کر کے شہید کیا مگر جب یہ خبر
سنی تھی اس سے کچھ روز پہلے میں قید سے چھوٹ گیا تھا پھر میں
لاہور سے دہلی کو چلا گیا اور چند روز ادہر وہاں رہا جب وہاں معتبر
شخصوں سے یہ خبر سنی کہ سید صاحب پنجتار سے ہجرت کر کے ملک
کشمیر کی طرف تشریف لے گئے تب میں بیقرار ہو کر وہاں سے چلا
کہ جہاں سید صاحب ملینگے وہاں جاؤنگا سو اس سبب سے اس
رستے میرا آنا ہوا پھر میں وہاں رہا اور ہر روز تنہائی میں سید
صاحب کا حال اور مجاہدین کا حال مجھ سے پوچھتے تھے میں بیان
کرتا وہ سن کر خوش ہوتے کئی روز کے بعد میں نے رخصت چاہی
کہ اب میں جاؤنگا انھوں نے کہا کہ ابھی چار پانچ روز اور ٹھہر جاؤ
رستہ برف کا ہے اس طرح تم چل نہ سکو گے تمہارے لئے اون
کے پائتابے اور گھاس کی چپلیاں بنوا دیں اور سید صاحب علیہ الرحمۃ
کو ایک خط بھی لکھ دیں گے وہ بھی تم لیتے جانا غرضکہ دس روز

میں اُن کے مکان پر رہا وہ ہر روز مجھ سے بہت اخلاق اور
محبت کرتے تھے پھر جب میں اُن سے رخصت ہونے لگا تب
انھوں نے مجکو ایک جوڑے اونی پاتیابے اور کئی جوڑے گھاس کے
چپل دئے اور خط دیا اور کہا یہ سید صاحب سے زبانی کہنا کہ اگر ادہر
سے کشمیر کو جاویں تو فلانے درے میں ہو کر تشریف لے جاویں وہ
رستہ بہ نسبت اور رستوں کے بے کھٹکے کا ہے اور کسی طرح کی
تکلیف بھی نہیں ہے اور اس درے کا نام مجھ سے بتایا مگر اب مجکو یاد
نہیں ہے اور یہ مجھ سے کئی روز پہلے اُنھوں نے ذکر کیا تھا کہ میں نے
معتبر لوگوں کی زبانی سُنا ہے کہ ان روزوں سید صاحب علیہ الرحمۃ
سیچون کے درہ میں قیام رکھتے ہیں اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کچھ
لشکر لے کر بالاکوٹ میں گئے اور سید صاحب کے لشکر میں جو ایک
صاحب مولوی خیرالدین ہیں وہ کچھ لشکر لے کر منظفر آباد کو گئے تھے
اور منظفر آباد کو سکھوں سے اُنھوں نے چھین لیا اور یہ پکی خبر ہے
اور بازاری خبر یہ بھی ہے کہ وہ منظفر آباد سے کشمیر کو جانے والے
ہیں مگر یہ خبر اچھی کسی معتبر سے نہیں سُنی ہے اور اگر یہ خبر پکی معلوم ہو
کہ مولوی صاحب ممدوح منظفر آباد سے کوچ کر کے اس طرف گئے

اور مظفر آباد اور کشمیر کے درمیان جو ایک درہ ہے وہاں پہنچے تو
انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی یہاں سے جا کر ان کا شریک ہونگا انتہیٰ
پھر میں اُن سے رخصت ہو کر وہاں سے روانہ ہوا آتے آتے پنجال
کے پہاڑ کے نیچے آیا وہاں پانچ چھ سکھ ملے وہ بھی اُدھر جانے
والے تھے اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میاں جی آج یہیں ٹک رہو تو
ہم اور تم کل ساتھ ہی چلیں میں اُن کے پاس کھڑا ہو کر سوچنے لگا
کہ یہاں پر ٹھہروں یا جاؤں اسی عرصہ میں دو مسلمان اسی طرف
کے جانے والے اور آگئے ان میں ایک فقیر کا اور ایک کشمیری پھر
میں ان کے پیچھے ہو لیا اور چلا وہ کہتے تھے کہ اس پہاڑ کی ڈیڑھ
کوس کی چڑھائی ہے اور اسی قدر اُتار ہے اور اس پہاڑ پر بانسوں
بلند برابر برف پڑا ہوا تھا اور اسی پر رستہ تھا پھر وہ دونوں
برف کو پیروں سے دبا دبا کر چلنے لگے انھیں کے پیچھے میں بھی قدم
بر قدم رکھتے ہوئے چلنے لگا اتفاقاً ایک جگہ بھولے سے قدم میرا
اور جگہ پڑا اور ران تک برف میں سما گیا میں نے شور کیا اُنھوں نے
میرا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کھینچ لیا پھر میں سنبھل سنبھل کر چلنے لگا
یہاں تک کہ آتے آتے ہم تینوں آدمی اسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے

وہاں سے جو اس طرف پیچھے نگاہ کی تو دو ڈھائی سو آدمی معلوم
ہوئے کہ جا بجا کچھ کام سا کر رہے ہیں پھر میں وہاں سے اُترتے
اُترتے جب ہم ان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ برف ٹال ٹال کر،
رستہ بناتے ہیں ایک نے ہم میں سے پوچھا کہ کس لئے یہ رستہ
بناتے ہو انھوں نے کہا کہ اس ضلع میں کئی روز سے گرم خبر ہے کہ،
خلیفہ صاحب کا لشکر کشمیر کو آنے والا ہے سو سکھ لوگ اپنی
آمدرفت کو کچھ دباو دیکھ کر بنواتے ہیں اور ہم لوگ سب بیگاری
رعایا ہیں پھر ہم تینوں وہاں سے اُتر کر نیچے آئے اور اس وقت
دو تین گھڑی دن باقی ہوگا اور آسمان پر نہایت ابر غلیظ تھا اور
اس دامن کوہ میں سرراہ ایک بستی تھی ہم تینوں سوچنے لگے کہ ہمیں
گوجروں کے مکان پر اُتریں یا ہوڑی کو چلیں اس میں پانی برسنے لگا
اور خوب شام تک برسا اور ہم گوجر کے مکان پر اُترے اور اُس وقت
سردی بھی نہایت شدت کی تھی میں گوجر کے مکان کے اندر گیا تو وہاں
دیکھا کہ بہت سی آگ جل رہی ہے میں نے ارادہ کیا کہ جاکر ہاتھ پیر
سینکوں گوجر نے منع کیا کہ تم برف کی سردی کھائے ہوئے ہو آگ
سے الگ رہو آگ تم کو نقصان کرے گی پھر میں اس کے منع کرنے سے
وہیں ایک دیوار سے لگ کر بیٹھا جب سردی کم ہوئی اور وقت مغرب

کا آیا میں نے وضو کر کے وہیں نماز پڑھی اتنے میں گوجر کی عورت
اپنی روٹی پکانے لگی میرے پاس مکا کا آٹا تھا دو روٹی کا آٹا
میں نے بھی دیا کہ اس کو بھی پکا دو اس نے مجھ سے لے کر اپنے پاس رکھ لیا
باہر سے وہ فقیر آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تھوڑا سا آٹا میرے پاس ہے
ایک دو مٹھی آٹا تمہارے پاس ہو تو مجھکو دو میں بھی روٹی پکوالوں
تھوڑا سا آٹا میں نے اس کو دیا وہ اپنے آٹے میں ملا کر اس عورت کے
پاس لے گیا کہ مائی میری بھی روٹی پکا دے اور نمک کا نام لے کر اس دغاباز
نے کچھ چیز تمہارے آٹے میں ملا دی اور یہ حال نہ مجھکو معلوم ہوا اور نہ اس عورت کو
اور اُس کشمیری کے پاس روٹی تھی اس سبب سے اس نے نہ پکوائی
اور وہ باہر ہی رہا پھر بعد نماز عشا کے میں اپنی روٹی کھا کر بستر پر لیٹا
اور وہ فقیر اپنی روٹی کھا کر میرے نزدیک بستر لگا کر لیٹا مگر میری
طبیعت کچھ لحظ بلحظہ بگڑنے لگی اور زبان قابو میں نہ رہی پھر قریب
آدھی رات کے قے ہوتی شروع ہوئی اور میری کمر میں ہمیانی کے اندر
چار پانچ روپے تھے اُس فقیر نے اُسی حالت قے میں کھول لئے پھر صبح ہوئی
اور مجھ پر وہی حالت کچھ ہوش اور بیہوشی کی تھی اور وہ کشمیری تو باہر
سے باہر ہی چلا گیا اُس گوجر نے فقیر سے کہا کہ یہ تمہارا ساتھی دیوانہ
سا ہو گیا ہے اس کو جلد میرے یہاں سے لیجاؤ ایسا نہ ہو کہ مجھ پر

الزام آوے پھر وہ فقیر میرے کپڑے لتے لے کر اور میرا ہاتھ پکڑ
کر اس گوجر کے گھر سے باہر نکلا اور ایک طرف راہ چھوڑ کر
کوس سوا کوس لے گیا اور وہاں ایک پانی کے نالے پر مجکو چھوڑ دیا
اور میرا اسباب اور کپڑا لتہ لے کر چلا گیا میرے پاس فقط ایک
مرزائی جو میں پہنے تھا اور ایک چادر جو میں باندھے تھا یہی رہا
اور کچھ نہیں، اور میری وہی حالت تھی کہ کچھ ہوش اور کچھ بیہوش
اور وہاں مجکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں اس نالے کے پانی میں جا کر
گھستا ہوں اور دو تین لڑکے مجکو پانی سے نکال کر باہر بٹھا دیتے
ہیں اور یہ مجکو نہیں معلوم کہ میں یہ خیال دیکھتا تھا کہ یا حقیقت
میں وہ لڑکے مجکو پانی سے نکالتے تھے واللہ اعلم اور اُس نالے
پر میں دو دن اور دو رات رہا اسی حالت میں پھر تیسرے روز وقت
عصر کے وہ نالہ رانوں تک اُتر کر میں اس پار آیا اور ایک پہاڑ
کی طرف چلا اور اُس پر چڑھنے لگا اس عرصہ میں ایک گوجر نے
میرے پیچھے سے پکار کر کہا کہ فقیر اُدھر نہ جا رستہ نہیں ہے، میری
زبان قابو میں نہ تھی کہ اس کو جواب دوں اس نے جانا کہ یہ
کوئی دیوانہ سا ہے پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اسی دامن کوہ میں اپنے

مکان پر لے گیا اور بٹھا کر پوچھا کہ فقیرا کہاں سے آئے اور کہاں
جاؤگے میں نے آہستہ سے کہا کہ ہوڑی کو جاؤنگا اُس نے کہا کہ اب
رات ہوئی ہے یہیں سو رہو صبح کو چلے جانا میں نے نہ مانا پھر وہ اسی وقت
روٹی پکواکر میرے سامنے لایا مجھ سے جو کچھ کھائی گئی سو کھائی اور
باقی وہیں چھوڑکر اٹھ کھڑا ہوا اور اُس سے کہا کہ میں اب جاتا ہوں وہ
گوجر مجکو راہ بتانے کو چلا دو جگہ دو نالوں پر لکڑی کا پل تھا اس پر
سے مجکو اُتارا اور ہوڑی کے رستے پر کردیا اور کہا کہ یہ رستہ نہ چھوڑنا
اس میں چلے جانا پھر وہ پیچھے لوٹ گیا اور میں آگے چلا تھوڑی دور
پر وہاں کسی بزرگ کی مزار تھی وہاں پہنچا وہاں کئی سکھ اُترے
تھے انھوں نے مجکو روکا اور کہا کہ فقیرا رات کو کہاں جاؤگے یہیں
رہو ہم کو روٹی کھلا دینگے میں نے نہ مانا وہاں سے آگے چلا رستہ
چھوٹ گیا اور ایک دامن کوہ میں جو رہا اور وہیں رات بھر سرگرداں اُدہر
سے اِدہر اُدہر سے اِدہر پھرتا رہا یہاں تک صبح ہو گئی ایک جگہ میں تھک
کر بیٹھ گیا اور حال وہی کچھ ہوشیاری اور کچھ بیہوشی کا تھا جب
سورج نکلا تو میں نے دیکھا کہ ایک بڈہی عورت چلی آتی ہے جب
نزدیک آئی تب میں نے پوچھا کہ مائی یہاں کوئی اِدہر اُدہر بستی
بھی ہے اس نے میرے پیچھے ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا کہ بیٹا یہ کیا

ہوڑی بستی ہے اور وہ اُسی بستی کو جاتی تھی پھر اس کے
پیچھے میں بھی گیا وہاں بستی میں ایک تقال کی دوکان پر کئی مسلمان
کشمیری بیٹھے تھے میں نے ان سے اشارہ کرکے کہ میں بھوکھا ہوں
ان میں سے ایک شخص اپنے گھر گیا اور روٹی اور گھی اور شہد
لاکر میرے آگے رکھدیا میں وہ سب کھا کر اور پانی پی کر وہیں
ایک جگہ سو رہا جب کوئی پہر دن باقی رہا تب میں جگا اور اپنے
ہوش میں آیا اور ایک تعجب سا مجکو معلوم ہوا کہ یہ کیا حال مجھ
پر گذرا اور میں کہاں ہوں اور نہایت طبیعت گھبرائی کہ اب کیا
کروں اور خالی ہاتھ کدہر جاؤں پھر میں نے اُسی شخص سے جو ا
روٹی لایا تھا کہا کہ میں بیمار ہوں چلنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے
اگر مہربانی کی راہ سے کوئی جگہ ایسی مجکو بتادو کہ آٹھ دس روز
میں وہاں رہوں کچھ مجھ میں طاقت آجاوے تو میں چلا جاؤنگا اور
جو تم اپنی خوشی سے للہ فی اللہ کوئی ٹکڑا دے دوگے تو بہتر والا
تم سے اس کا کچھ شکوہ نہیں خدا رزاق ہے کہیں نہ کہیں سے پہنچادیگا
یہ بات سن کر اس کو رحم آیا اور مجکو وہاں سے اپنے مکان پر لے
گیا اور ایک جگہ مجکو بتادی کہ یہاں رہو اور ایک بڑا سا کمل دیا

کہ اس کوا وڑہو اور ایک انگیٹھی آگ کی اور کچھ کوئلے لاکر
رکھ دئے کہ تاپو اور اپنی عورت سے بڑی تاکید سے کہہ دیا کہ جو
کچھ کھانا پکا کرے پہلے ان شاہ صاحب کو کھلانا میں گھر میں ہوں
یا نہ ہوں اور حالت بیہوشی میں میرے دونوں پیروں میں خدا
معلوم کتنے کانٹے لگ کر ٹوٹ رہے تھے جب ہوش ہوا تب اُن
کا درد معلوم ہونے لگا اور زمین پر پیر رکھنا دُشوار ہوا پھر اُس
کے اگلے روز میں اپنی اُسی جگہ پر بیٹھا تھا اتفاقاً ایک نائی آکر
میرے پاس بیٹھا میں نے اُس سے وہ تمام کانٹے نکلوائے پھر
جب دوسری رات ہوئی تب وہ کشمیری آپ کھانا لے کر میرے
پاس آیا اور میں نے وہ کھانا کھایا اور نماز عشا کی پڑھی جب وظیفہ
سے فارغ ہو کر میں بیٹھا تب اُس نے مجھ سے کہا کہ مجکو معلوم ہوتا
ہے کہ تم خلیفہ صاحب کے غازیوں میں سے ہو اور تم کسی بات کا
اندیشہ نہ کرنا میں تمہارا دوست ہوں یہ بات مجھ سے بیان کرو کہ تم
پر کیا صدمہ گذرا جو تم اس حال سے ہو میں نے اپنا مہربان جان کر
جو کچھ اس گوجر کے مکان پر واقعہ گذرا تھا سب بیان کیا وہ
تمام سرگذشت میری سن کر کہنے لگا کہ تم خاطر جمع رکھو انشاءاللہ تعالیٰ

میں اس کی کچھ تدبیر کرونگا پھر اس کے اگلے روز کچھ دن چڑھے
اس بستی کے حاکم کے پاس جو راجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کی طرف
سے تھا گیا اور کچھ دیر کے بعد آیا اور مجھ سے کہا کہ تمہارا حال آج
اس وقت میں نے اپنے یہاں کے حاکم سے بیان کیا سو اُس نے کہا
کہ تم ان کو میرے پاس لاؤ تو میں پھر ان سے مفصل حال دریافت
کر کے جو کچھ ہو سکے اس کا تدارک کروں سو اب تم میرے ساتھ
چلو میں نے کہا کہ تم نے یہ بات اچھی نہ کی اُس نے کہا کہ تم کسی امر
کا اندیشہ نہ کرو وہ تو تمہارا ہندوستانی بھائی رامپوری پٹھان
ہے میں نے کہا خیر کوئی ہو اب جانا اس کے پاس لازم ہے پھر میں اس
کے ساتھ گیا اور اُس سے ملاقات کی پھر اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم
پر کیا واقعہ گذرا بیان کرو میں نے گوجر کے مکان پر حال گذرا تھا بیان
کیا اُس نے سُن کر کہا کہ تم کل سویرے ہمارے پاس آؤ تو ہم دو
سپاہی تمہارے ساتھ کر دیں تم اس گوجر کے مکان پر جاؤ شاید
اس سے اُس فقیر کا پتہ معلوم ہو ہم اس کو تلاش کر کے پکڑیں میں
نے کہا بہت خوب میں آؤنگا پھر میں وہاں سے اس کشمیری کے ساتھ
مکان پر آیا پھر دوسرے روز سویرے میں اس کے پاس گیا اس

نے اپنے دو سپاہی میرے ساتھ کر دئے میں ان کو لے کر اس گوجر
کے مکان پر گیا اس کی جورو نے مجھ کو دیکھ کر کہا کہ فقیرا تم اچھے
ہو گئے اُس دن تو تم دیوانے سے ہو گئے تھے میں نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ
نے مجکو اچھا کر دیا اور میں نے ان سپاہیوں سے کہا کہ میرا سامان اسی
مکان سے گیا ہے انھوں نے گوجر سے پوچھا کہ ان کا سامان بتاؤ
کہاں ہے اس نے کہا میرے یہاں ان کے سامان سے ایک ذرہ
نہیں ہے مکان حاضر ہے تلاشی لے لو اگر کچھ بھی نکلے گھر بار لوٹ لو
ان کا جو دوسرا ساتھی فقیر تھا وہی ان کا سامان اور ان کو لے کر میرے
گھر سے گیا تھا پھر مجکو نہیں خبر کہ یہ دونوں کہاں گئے ان سپاہیوں
نے کہا کہ ہم یہ کچھ نہیں جانتے تو ہی اس کا پتہ بتا اور نہیں تو چل کر
حاکم کے یہاں جواب دہی کر تب اُس نے کہا کہ ہاں اتنا تو جانتا
ہوں کہ جو اس پہاڑ کے دامن کی بستیاں ہیں وہ انھیں میں رہنے والا
ہے اور ایسی اس کی شکل اور ایسا قد اور ایسا رنگ ہے اور یہ نام ہے ا
انھیں بستیوں میں تلاش کرو شاید کہ مل جاوے اور مجھ غریب کو
ناحق بلا میں ڈالتے ہو یہ سُن کر وہ سپاہی مجکو لئے ہوئے وہاں سے
حاکم کے پاس آئے اور جو کچھ نشان و پتہ اس فقیر کا گوجر نے بتایا تھا
بیان کیا پھر اس حاکم نے مجھ سے کہا کہ خیر اب تو تم اپنے ٹھکانے پر جاکر اترو

مع گوجر و زن او

ہم اس کا تدارک کرینگے یہ بات سن کر میں وہاں سے اُس کشمیری
کے مکان پر آیا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کہو کچھ پتہ اس کا معلوم
ہوا میں نے جو کچھ حال تھا بیان کیا اس نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ اب
اس کا پتہ لگ جاویگا انتہیٰ اور اُس حاکم نے اپنے آدمی اس فقیر
کی تلاش کو بھیجے وہ فقیر تو نہ ملا مگر اس کی ماں اور باپ کو پکڑ لائے
حاکم نے ان سے پوچھا کہ تمہارا بیٹا کہاں ہے انھوں نے پہلے تو انکار
کیا کہ ہم کو کیا معلوم کہاں گیا آخر الامر جب اُس نے بہت دھمکایا
تب انھوں نے کہا کہ ہم سے تو فلانی بستی کا نام لے کر گیا تھا مگر یہ
نہیں معلوم ہے کہ وہیں گیا ہے یا اور کہیں پھر اس حاکم نے اس بستی
میں دو سپاہی بھیجے اس کے اگلے روز وہ اس کو پکڑ لائے پھر اُس
حاکم نے مجکو بلوایا کہ وہ یہی فقیر ہے جس نے تمہارا اسباب لیا اور تم کو
کچھ کھلا کر دیوانہ کیا میں نے کہا کہ ہاں یہ وہی ہے پھر اس نے اس
کو بندھوا کر دس بارہ کوڑے لگوائے مگر اُس نے اسباب لینے کا
اقرار نہ کیا میں نے اس حاکم سے کہا کہ ایک تو توچہ میں پیالہ کشتی نما
اس کے اندر میرے چالیس روپے تھے اُس نے لیا اور چار پانچ
روپے میری کمر میں ہمیانی کے اندر تھے وہ اس نے کھول لئے اور

علاوہ اس کے جو کپڑا لتہ تھا سب اس نے لیا فقط یہ مرزائی
اور چادر جو میرے پاس ہے سوا اس کے سب لے گیا اس حاکم نے
کہا کہ تم خاطر جمع رکھو سب اس سے لینگے پھر میں وہاں سے
کشمیری کے مکان پر آیا تیسرے روز میں پھر گیا اور اس حاکم
سے کہا کہ اب مجکو کیا فرماتے ہو میرا رہنا تو اب نہیں ہو سکتا ہے اس
نے کہا کہ یہ دغاباز لوگ بڑے سخت جان ہوتے ہیں جبتک ان پر
کما حقہ مار پیٹ نہیں ہوتی تب تک ہرگز نہیں اقرار کرتے ہیں اور
ابھی دیکھئے یہ برکت قبول کرے اور تم ابھی سے گھبراتے ہو میں نے
کہا کہ میں تو جاؤنگا اسباب چاہے ملے یا نہ ملے اور یہ میرا مال نہیں ہے
خدا کا ہے اگر ملے تو خیر اس کا معاملہ خدا پر رہیگا اس نے کہا کہ اب
میں اس میں ناچار ہوں اگر تم چند روز رہتے تو میں ضرور مار پیٹ
کر کچھ نہ کچھ دلوا دیتا میں نے کہا کہ مجکو رہنے کی فرصت نہیں ہے پھر
میں وہاں سے اس کشمیری کے مکان پر چلا آیا اور اُس کشمیری نے
میں نے کہا کہ یہاں تو اسباب کے ملنے میں دیر معلوم ہوتی ہے میں
کل انشاء اللہ تعالیٰ جاؤنگا پھر اُس نے بھی مجکو بہت سمجھایا کہ ابھی
تم چند روز رہ جاؤ شاید کہ تمہارا مال و اسباب مل جاوے تو لیتے جاؤ

میں نے کسی طرح نہ مانا اور کہا کہ بھائی صاحب تمہاری کوشش
اور سعی میں کچھ قصور نہیں ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دیگا مگر
مجکو جانا ضرور ہے اب رہنے کو طبیعت نہیں چاہتی ہے دل گھبراتا ہے
کہ کب یہاں سے نکلوں اُس نے کہا خیر تم کو اختیار ہے پھر میں جب
اگلے روز رخصت ہونے لگا تب اُس نے مجکو ناشتے کی روٹیاں
پکوا دیں اور دو روز کا آٹا دیا اور ایک شخص کو جاتا تھا مجکو اس کے
ساتھ کر دیا پھر ہم دونوں وہاں سے روانہ ہوئے چلتے چلتے دو
ڈہائی کوس پر ایک بڑی عمیق ندی ملی اس میں ناؤ بیڑا کچھ نہ تھا
ایک پل سا موٹی موٹی رسیوں کا بنا ہوا تھا اس پر لوگ اُترتے
تھے کشمیری زبان میں کدل کہتے ہیں صورت اس کی یہ تھی کہ دو رسی
موٹی موٹی ڈیڑہ گز کے فاصلہ سے اس پار سے اُس پار تک تنی ہوئی
تھی ان میں جالی بندھی تھی جیسے سرکیوں کا پردہ مگر وہ لکڑیاں
موٹے پلنگ کی سی پٹیاں تھیں برابر اِدہر سے اُدہر تک اور اوپر اس کے
جالی کے دو رسے اور بندہی تھی کہ جب لوگ جالے پر کھڑے ہوتے
تو وہ دونوں رسی دونوں بغلوں کے برابر ہوتی تھی پھر میرا ساتھی
آگے ہوا اور میں پیچھے وہ تو دوڑتا ہوا چلا گیا اور میں نے پندرہ
بیس قدم اس پر گیا ہونگا کہ وہ جالی ہلنے لگی میں مارے خوف

کے پیچھے لوٹا ایک کشمیری نے جلد مجکو اٹھا کر اپنے کندہے پر بٹھالیا
اور پار اُتار دیا اور اُس جالی کے نیچے بہت دور پانی تھا اگر
کوئی خدانخواستہ اوپر سے گرتا تو عجب نہیں کہ پانی تک جاتے جاتے رستے
ہی میں دم نکل جاتا پھر ہم دونوں وہاں سے روانہ ہوئے اور وقت
عصر کے ایک بستی میں جا کر اُترے اور وہیں رات کو رہے پھر صبح
کو وہاں سے روانہ ہوئے مظفرآباد میں پہنچے اور ایک نان بائی
کی دوکان میں اُترے میں نے جو وہاں خیال کیا تو اپنے غازیوں
میں سے کوئی نظر نہ آیا پھر اس نان بائی سے پوچھا کہ اس بستی میں کس
کا عمل دخل ہے اس نے کہا کہ سکھوں کا میں نے کہا کہ میں نے تو سنا
تھا کہ خلیفہ صاحب کے لوگوں کا ہے اُس نے کہا کہ ہاں یہ بھی تم نے سچ
سُنا تھا مگر حال اس کا یوں ہے کہ سلطان زبردست خاں اور اُن
کے بھائی سلطان نجف خاں کے درمیان میں نااتفاقی تھی بہت دنوں
سے سو سلطان زبردست خاں کا زور جب سلطان نجف خاں سے
نہ چلا تب انھوں نے ایک اپنا وکیل خلیفہ صاحب کے پاس بھیجا سو
اُس نے جا کر اُن سے فریاد کی اور سوال کچھ لشکر کا کیا خلیفہ صاحب نے
مولوی خیرالدین صاحب کو امیر کر کے مع لشکر ان کے ساتھ کیا وہ
یہاں آئے اور سکھوں سے لڑ بھڑ کر یہ شہر خالی کر لیا اور اپنا قبضہ

کیا مگر کچھ سنگر میں باقی رہ گئے تھے ان کو مولوی صاحب موصوف
نکالنے نہیں پائے کہ اس عرصہ میں سلطان نجف خاں ادہر ادہر
سے سکھوں کا لشکر جمع کر کے یہاں چڑھ آیا سلطان زبردست
خاں نے سکھوں کی جمعیت دیکھ کر مولوی صاحب سے کہا کہ
اپنی جمعیت کم ہے اور سکھوں کی زیادہ ایسا نہ ہو کہ ان کے مقابلے
میں سو پچاس غازی بھائی شہید ہوں تو مجکو خلیفہ صاحب کے
سامنے ندامت ہو اس سے تو مناسب یہ ہے کہ اس شہر کو خالی
کردیں سو اس سبب سے مولوی صاحب ممدوح مع لشکر یہاں
سے تشریف لے گئے اور سکھوں نے بدستور سابق اپنا عمل دخل
یہاں کر لیا سو تم یہاں ان باتوں کا چرچا نہ کرو اس لئے کہ تم
مسافر ہو اور ہم غریب آدمی ہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ بلا میں پڑ
جاویں اسی عرصے میں سکھوں کے دو ہرکارے مسلمان وہاں
آئے اور بیٹھ کر حقہ پینے لگے اور مجکو دیکھ کر ایک ان میں سے دوسرے
سے کہنے لگا کہ مجکو معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقیر خلیفہ صاحب کا ہرکارہ
ہے اُس نے انکار کیا کہ ہرکارہ نہیں کوئی فقیر ہے اس میں کئی بار
اُن میں رد و بدل ہوا پھر ایک نے مجھ سے پوچھا کہ فقیر تم کہاں
سے آئے ہو میں نے کہا اجمیر کی طرف سے یہ جواب سن کر وہ

خاموش ہو رہے اور وہاں سے چلے گئے پھر رات بھر ہم دونوں
وہیں رہے صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے تھوڑی دور پر مظفرآباد
کے کنارے دریا ملا اور اس پار کنارے پر سکھوں کا لشکر پڑا تھا
پھر ناؤ پر سوار ہو کر ہم دونوں پار گئے وہاں میرے ساتھی کو ایک
سکھ نے بیگار میں پکڑا کہ میرا گھاس کا گٹھا ڈیرے پر پہنچا دے
پھر اس کے سر پر گھاس کا گٹھا دھروا کر لے گیا میں وہیں ٹھہرا
رہا پھر کچھ دیر میں آکر مجھ سے کہا کہ اس لشکر کے ڈیرے سرے
پر ایک آدمی ناک کٹا ہوا کاٹ میں قید ہے جب میں ابھی آتا
تھا تب اُس نے مجکو اپنے پاس بلا کر کہا کہ میں سید بادشاہ کا
قاصد ہوں وہاں سے خط لے کر مولوی خیرالدین صاحب کے
پاس آیا تھا سو سکھوں نے میرا پاؤں کاٹ میں ڈال دیا
اور مولوی صاحب کے پاس میں نہ پہنچنے پایا اور یہاں وے،
مظفرآباد کو چھوڑ کر چلے بھی گئے سو بات یہ ہے کہ جو تمہارا ساتھی
دوسرا ہے میں اس کو پہچانتا ہوں کہ وہ بھی سید بادشاہ کا
قاصد ہے میں نے اس کو دیکھا ہے اُس نے مجکو نہیں دیکھا سو
اس سے کہو جا کر جلد یہاں سے چلا جاوے یہ بات سُن کر مجکو
خوف ہوا کہ وہ سچ کہتا ہے اور اس کی ناک کے پتے سے میں نے

اس کو بھی پہچانا کہ فلانا شخص ہے پھر ہم دونوں وہاں سے جلدی چل دئے
کئی کوس پر اس میرے ساتھی نے کہا کہ یہ رستہ تو پشاور کا ہے
اور یہ رستہ بالاکوٹ کا ہے تم ادہر جاؤ میں پشاور کو جاؤنگا
پھر وہاں سے وہ پشاور کی طرف گیا اور میں بالاکوٹ کی طرف
گیا وہاں سے کئی کوس پر ایک بستی ملی مگر سکھوں کے ظلم و تعدی سے
ویران تھی چند گھر بستی کے تھے اور باقی خالی پڑے تھے اور میں
بہت بھوکا تھا پھر وہیں رات کو میں اسی طرح سو رہا اگلے روز
وہاں سے چلا کئی کوس پر ایک کھیت مٹر کا ملا میں نے اُس میں سے
بہت سا ساگ خام پیٹ بھر کر کھایا پھر وہاں سے چلا بعد عصر
کے ایک اور بستی ملی مگر وہ بھی ویران تھی وہاں میں ایک مسجد
میں اُترا وقت مغرب کے ایک ملاّ آیا پھر میں نے اُس کے
ساتھ نماز پڑہی بعد نماز عصر کے مجھ سے اُس نے کہا کہ تمام بستی
ویران ہے کوئی چند گھر آباد ہیں دیکھا چاہئے جو کہیں سے تمہارے
لئے روٹی آجاوے والاّ اُمید نہیں ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ
رزاق ہے پھر بعد نماز عشا کے وہی ملا ایک ٹکڑا روٹی مکے کی
لایا اور ایک پیالہ بھر کر مٹر کا ساگ پکا ہوا لایا میں اس کو
کھا کر سو رہا اگلے روز بعد نماز فجر کے وہاں سے چلا کئی کوس پر

ایک مٹر کا کھیت ملا اس میں بھی میں نے پیٹ بھر کر ساگ خام
کھایا اور وہاں سے چلا وقت عصر کے ایک بستی پہاڑ کے درہ میں
ملی اور آدمی بھی بہت اس میں تھے لوگوں سے معلوم ہوا کہ نواح
کی بستیوں سے بھاگ کر اس میں آرہے ہیں پھر وہاں ایک مسجد
میں میں اُترا اور مغرب کی نماز پڑہی اور اس مسجد کا امام معذور
تھا بیٹھے بیٹھے اُس نے نماز پڑھائی اور بیٹھے ہی بیٹھے چلتا بھی تھا بعد
نماز عشاء کے میں نے اُس سے کہا کہ میں بالاکوٹ کو جاؤنگا رستہ مجکو
معلوم نہیں ہے اگر آپ للہ فی اللہ کوئی آدمی میرے ساتھ کردیں
تو دو تین کوس مجکو پہنچا دے انھوں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالی
کوئی آدمی کر دونگا پھر کئی طالب العلم روٹیاں لائے اُنھوں
نے بھی کھائی اور مجکو بھی کھلائی پھر میں وہی سو رہا صبح کو بعد نماز
کے میں نے اس امام سے آدمی کا تقاضا کیا اُنھوں نے کہا کہ کچھ
دیر ٹھہر جاؤ بلایا ہے پھر یاں چھ گھڑی دن چڑھے وہ آدمی آیا
میں اس کے ساتھ چلا کوس سوا کوس جا کے اُس نے کہا کہ اب
تم چلے جاؤ میں نے بخوشامد اس سے کہا کہ یہاں جنگل میں تو
مجکو نہ چھوڑ کوس ڈیڑہ کوس اور پہنچا دے اُس نے کہا کہ مجکو

ڈر معلوم ہوتا ہے اب تم چلے جاؤ میں نے کہا بھائی میرے پاس روپیہ
اور پیسہ کچھ نہیں ہے اگر ہوتا تو میں تجکو دیتا مگر یہ مرزئی جو پہنے
ہوں تو لے لے اور مجکو دو کوس اور پہنچا دے وہ اس پر راضی ہوا
میں نے مرزئی اُتار کر اس کو حوالہ کی اُس نے دو کوس پہنچا کر
مجھ سے کہا کہ وہ جو پہاڑ کا گھاٹا معلوم ہوتا ہے اس میں ہو کر
جانا بالاکوٹ کا یہی رستہ ہے پھر وہ اپنی بستی کو گیا میں آگے چلا جب
اس گھاٹے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ کئی ساربان اونٹ لئے ہوئے
آتے ہیں میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں اُنھوں نے
کہا کہ سکھ لوگوں کے ہیں پھر میں اُس گھاٹے پر چڑھا جب اوپر آیا وہاں
سے درے کوہ میں ایک بستی کے کوٹھے پر ایک آدمی نظر آیا جب میں
وہاں سے اُتر کر ایک بستی میں آیا دیکھا تو بستی کے تمام گھر اجاڑ
پڑے ہیں اور کسی آدمی کا پتہ نہیں ہے میں اس آدمی کو تلاش
کرنے لگا مگر کہیں نہ ملا ناچار ہو کر میں بستی سے باہر نکلا تو پیچھے سے
ایک نے آواز دی میں نے پھر کر دیکھا تو جانا کہ وہی آدمی ہے میں
کھڑا ہو گیا وہ میرے پاس آیا اور سلام کیا میں نے جواب سلام
کا دیا اور کہا کہ میں نے تم کو پہاڑ پر سے دیکھا تھا اس لئے میں اس
بستی میں آیا اور تم کو ڈھونڈھتا مگر تم نہ ملے اُس نے کہا کہ میں

میں تم کو دیکھ کر اس گمان سے چھپ رہا کہ کوئی سکھ ہے پھر
جب تم بستی سے نکلے میں نے جھانک کے دیکھا کہ کوئی سلمان
بھائی سید بادشاہ کے نمازیوں سے ہے تب میں نے وہاں سے
نکل کر تم کو پکارا سو کہو تم کس لئے مجھکو تلاش کرتے تھے میں
نے کہا کہ بالاکوٹ کا رستہ پوچھنے کو اس نے ہاتھ کے اشارے
سے کہا کہ اس کے سامنے چلے جاؤ پھر یہ کہہ کر وہ بستی میں چلا
گیا میں وہاں سے روانہ ہوا آتے آتے وقت عصر کے پہاڑ کی
کھڑی اتر کر مع الخیر یہاں بالاکوٹ میں آیا اور اپنے لوگوں سے
ملا اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو پوچھا اُنھوں نے کہا کہ
وہ تو موضع سچون میں ہیں پھر میں نے سچون میں جانے کا ارادہ
کیا شیخ بلند بخت صاحب نے مجھ سے کہا کہ وہاں کیوں جاؤ گے
اب حضرت آپ ہی یہاں سات روز میں آنے والے ہیں پھر میں
ان کے کہنے سے ٹھہر گیا سو آج حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لائے
میرا ماجرا یہ تھا جو کچھ بیان کیا انتہیٰ پھر اس کے چار پانچ
روز کے بعد کوئی ولایتی ملک سمہ کی طرف سے بالاکوٹ میں
آیا اور یہ خبر لایا کہ بنیر کے محسن خاں افغان اور اس کے
بھائی نے موضع رستم کے مبین خاں کو جس کی فتنہ انگیزی سے

۲۳۲۱

ملک سمہ میں غازی لوگ قتل ہوئے تھے مار ڈالا اور وہ دونوں
بھائی صاف بار کر نکل گئے وہاں تو حال اسی قدر معلوم ہوا مگر
بہت برسوں کے بعد جب کارخانہ جہاد کا درہم برہم ہو گیا اور
مجاہدین جابجا چلے گئے اور ہم لوگ بلدۂ اسلام ٹونک میں
آئے وہی محسن خاں مذکور پھر آیا تب اُس نے حال مارنے بیان خاں
کا بیان کیا وہ یہ ہے' حال مارے جانے بیان دولت زئی
مفسد کا کہ جس کی فتنہ انگیزی سے غازی لوگ شہید
کئے گئے اس طرح سے ہے' محسن خاں غازی قوم افغان
آشنزئی ساکن بنیر باشندہ موضع تورسک کا بیان کرتا
ہے کہ جب ملک سمہ کے مفسدوں نے واسطے قتل غازیوں کے
آپس میں مشورہ کیا کہ فلانی تاریخ اور فلانے روز شام کو
جب کڑا مار پہاڑ پر کہ سمہ میں ہے آگ جلائی جاوے یہی پتہ
ہے اسی وقت سب لوگ اپنی اپنی بستیوں کے غازیوں کو جس حال
میں پاویں قتل کر ڈالیں یہ حال مجھ سے ایک میرے دوست
مخلص نے بیان کیا میں نے اسی وقت پنجتار میں جا کر حضرت علیہ الرحمۃ
کو اطلاع کی کہ ملک سمہ کے مخالفین شقاوت آئین نے ایسا

حاد الفاق

ایسا مشورہ کیا ہے آپ قبل میعاد ان کی کے جس طور سے ہو سکے
جلد اپنے غازیوں کو جابجا سے بلوا کر اپنے پاس جمع کر لو اگر
اس امر میں تساہلی ہو گی تو مفت میں لوگ مارے جاوینگے اور
یہ مشورہ یوں ہوا ہے کہ جب آپ پشاور سے مراجعت کر کے
امازئی کی گڑہی میں تشریف لائے اور اپنے اکثر خوانین سمہ سے
عشر دینے اور احکام شرعیہ ماننے اور ہر بستی میں قاضی مقرر
کرنے کا از سر نو عہد و پیمان لیا اور انھوں نے خوشی سے
قبول کیا اور وہاں سے اس پنجتار میں آکر آپ نے سردار فتح خان
سے فرمایا کہ اب تم جاکر چملہ اور بنیر کے خوانین وغیرہ کو جمع کر
کے ساتھ نرمی کے فہمائش کرو کہ جس طرح ہمارے ملک سمہ کے
خوانین وغیرہ نے سید بادشاہ کی امامت اور خدا و رسول کی
شریعت قبول کی ہے اور عشر دینے کا اقرار کیا ہے تم بھی قبول
کرو اور جب کفار سے لڑائی ہو تب تم سب مسلمان مل کر
ان کی مدد کرو اس میں واسطے تمہارے دنیا میں بھی خیر و فلاح
ہو گی اور آخرت میں بھی پھر جب فتح خان یہ آپ کا پیغام
لے کر یہاں سے گیا اور چملہ میں جو موضع سُر ہا ہے اس میں
ٹہرا اور وہیں ملک بنیر کے سب خوانین وغیرہ کو بلوا کر

جمع کیا اور سب کی طرف مخاطب ہو کر علی الاعلان آپ کا
پیغام ہدایت التیام پہنچایا سب نے اسی مجلس میں صلاح و
مشورت کر کے خان موصوف سے کہا کہ موافق ارشاد ہدایت
بنیاد سید بادشاہ کے ہم نے احکام شریعت کے قبول کئے
اور بر وقت مقابلہ کفار کے سید بادشاہ کو ہم لشکر بھی
دیوینگے مگر عشر دینے کی ہم کو وسعت نہیں ہے اس لئے کہ
غلہ عشر کا ہم لوگ اپنی اپنی بستیوں کے محتاجوں اور مستحقوں
کو دیا کرتے ہیں اور سوا اس کے بہر صورت ہم لوگ سید
بادشاہ کی فرماں برداری کرینگے یہ جواب سُن کر فتح خان
وہاں سے نزدیک ایک گنے کا کھیت تھا شاہزاد خان
ساکن ملک بنیر کو موضع ڈگو کا اور مبین خان رستم والے
کو اپنے ساتھ لے کر وہاں جا بیٹھا اور اُن سے اسی فساد کا
مشورہ کیا اور یہ فساد ضرور ہونے والا ہے آپ اس کے
تدارک میں تساہلی نہ فرماویں یہ حال سُن کر سید بادشاہ
نے میری بہت خاطر داری کی اور فرمایا کہ تم ہمارے بڑے
مخلص دوست مخلص اور خیر خواہ ہو اب جلد انشاء اللہ تعالیٰ

اپنے لوگوں سے صلاح کرکے سب غازیوں کو بلوائے لیتے
ہیں تقدیر الٰہی میں تو ان سب کی شہادت لکھی تھی اس
کو کون مٹا سکے اس میعاد کے کئی روز باقی تھے حضرت امیر المومنین
نے میرے کہنے کے دوسرے روز کئی بستیوں میں آدمی روانہ
کئے کہیں تو بھیجے پائے اور کہیں نہ بھیجے اور ان مفسدوں نے
میعاد سے دو روز پہلے بلوا کر کے غازیوں کو شہید کر ڈالا
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پھر کئی روز بعد اس واقعہ جانکاہ
کے میں نے سید بادشاہ سے عرض کی کہ یہ تمام فساد برپا کیا
ہوا سردار فتح خاں اور مبین خاں اور شاہزاد خاں کا ہے
سو اگر آپ مجکو اجازت دیں تو پہلے میں سردار فتح خاں مفسد
کو مار ڈالوں بعد اس کے جو ہوگا سو ہوگا آپ نے فرمایا کہ (
فتح خاں ہمارے انصار سے ہے اس کے حق میں یہ بات ہم
کو کسی طرح منظور نہیں ہے کیونکہ آج تک وہ ہمارا بظاہر
خیر خواہ رہا ہے اور حال مفصل اس کے باطن کا ہم کو معلوم
نہیں اگرچہ حقیقت میں یوں ہے جیسا کہ تم کہتے ہو سو یہ
معاملہ ہم نے خدا پر سونپا وہ آپ سمجھ لیگا اور یہ بات

بدنامی اور بدعہدی کی ہے ہم سے یہ بات نہ ہوگی
میں نے عرض کی کہ اگر آپ کو اس کے فساد میں احتمال
ہو تو یوں ہی سہی مگر مبین خاں مفسد کے فساد میں تو
کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ اس موذی نے اپنے ہاتھ
سے تمہارے غازیوں کو ذبح کیا اس کے مارنے کی
آپ مجکو اجازت دیں کہ میں اس کو ماروں آپ نے فرمایا کہ
ہاں اس کی تم کو اجازت ہے اگر قابو پاؤ تو مار ڈالو پھر
جب پنجتار سے حضرت ہجرت کر کے طرف بالاکوٹ کے روانہ
ہوئے اور میں حضرت سے رخصت ہو کر اپنے گھر گیا اور
وہاں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ اس کے مارنے کی
تدبیر کرنی چاہئیے آخر کو یہ بات خیال میں آئی کہ منصور
خاں گھڑیالے والا حضرت امیر المومنین کا بڑا دوست مخلص
ہے اور اس سے اور مبین خاں سے عداوت چلی ہے پہلے
اس کے پاس جا کر اس کام کی مشورت لینی چاہئیے اگر
وہ اس بات سے راضی ہو اور اپنے یہاں مجکو رہنے کی
جگہ دے تو پھر بآسانی میں مبین خاں کو مار ڈالوں ص

ص یہ بھی سوچ کر میں اپنی بستی سے گھڑیالہ میں منصور خاں کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں مبین خاں کو مار ڈالوں

کہ اس موذی کی فتنہ انگیزی سے اتنے نمازی لوگ سمہ
میں مارے گئے اور میں اس امر کی اجازت سید بادشاہ
سے لایا ہوں تم مجکو اس میں کیا صلاح دیتے ہو منصور خاں
یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اگر یہ تمہارا یہ کا ارادہ
ہے تو بہت خوب ہے میں تمہارا معاون ہوں ہتیار اور گھوڑا جو
تم کو درکار ہو وہ تم مجھ سے لو اور اس موذی کو مار وا اور
اپنے اہل وعیال سے آکر میرے یہاں بیٹھو انشاء اللہ تعالیٰ یہاں
تم سے کوئی نہ بول سکے گا پھر یہ بات پختہ کر کے میں گھریالہ
سے اپنے اہل وعیال لینے کو گیا تین سو تو میرے بکریاں تھیں اور
چار بیل اور تین گدہے تھے اور چھ آدمی ایک میری ماں اور ایک
میری بہن اور ایک بیوی اور ایک چھوٹا بھائی ثابت خاں نام
اور دو بیٹے اور میری بیوی کے پاس ایک چاندی کی ہنسلی
اور ایک سونے کی نتھ تھی اور ایک نقرئی گلے کا ہار تھا اور
چالیس روپے نقد اس کے پاس تھے پھر وہ سب اسباب و مال
اور اہل وعیال ہمراہ لے کر وہاں سے میں گھریالہ کو چلا دس آدمی

میری بستی کے مجکو پہنچانے کو چلے اور یہ خبر کسی نے مبین خاں
کو پہنچائی کہ محسن خاں بنیر والا سید بادشاہ کا مرید مخلص
تیرے مارنے کی فکر میں ہے اور منصور خاں نے اس کو جگہ
دی ہے سو وہ اپنے لڑکے بالے لانے کو تورسک میں
گیا ہے اور اسی طرف ہو کر آویگا یہ خبر سن کر وہ میرے
گرفتار کرنے کی تاک میں ہوا اور مجکو یہ حال اصلا معلوم نہ
تھا اور نہ میں اس کو پہچانتا تھا اور نہ وہ مجکو پھر ہم سب
اپنی بستی سے چل کر ایک رات رستے میں رہے دوسرے روز
مبین خاں کی بستی کے قریب ہو کر نکلے اتفاقاً وہاں مبین خاں
مجکو ملا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تمہارا کیا نام ہے اور کہاں سے
آئے ہو اور کہاں کو جاؤگے میں نے کہا میرا نام محسن خاں ہے
تورسک سے آتا ہوں اور گھریالہ کو جاتا ہوں اور تمہارا کیا
نام ہے اس نے کہا میرا نام مبین خاں ہے یہ بات سن کر
میرے دل میں خوف ہوا کہ خدا خیر کرے یہ تو وہی مبین خاں
ہے جس کے مارنے کو میں آیا ہوں پھر اس نے مجھ سے کہا
کہ تم چل کر میرے مکان پر اترو پھر وہ مجکو مع اسباب

ومال اور اہل وعیال وہاں سے موضع رستم کو لے گیا اور
وہاں کسی کا ایک گھر خالی کروا کر میرے اہل وعیال واسباب
ومال کو اُس میں رکھا اور مجھ سے آکر پوچھا کہ ان آدمیوں میں
تمہارا کون کون ہے میں نے کہا ایک میری ماں اور ایک بہن اور ایک
بیوی اور ایک چھوٹا بھائی ہے اور دو بیٹے ہیں اور دس آدمی
بستی کے مجھکو پہنچانے آئے ہیں یہ سُن کر اُس نے پھر ان آدمیوں
کو بستی کے ایک حجرے میں کہ جس کو یہاں چوپار کہتے ہیں اُتارا
وہ لوگ مجھ سے بدون ملاقات کئے ہوئے خدا جانے کس وقت
بنیر کو چلے گئے پھر یہ خبر اس نواح کی تمام بستیوں میں مشہور
ہوئی کہ مبین خاں نے ایک پٹھان بنیروال اس کے اہل وعیال اور
اسباب ومال سمیت گرفتار کیا ہے سب کو یہ اندیشہ ہوا کہ دیکھا چاہیے
اس کے ساتھ کیا کرے اگر اُس کو مار ڈالا یا اس کا مال واسباب وغیرہ ضبط
کر لیا تو بیشک ہمارے سُدم والوں اور بنیر والوں سے تینہ داری ہو جاوے گی
اور اگر سدم والے سیکڑوں ہیں تو بنیر وال ہزاروں ہیں یہ ان سے
کسی طور بیش نہ جاوینگے اور یہ خبر بنیر والوں کو بھی پہنچی کہ سُدم کے
مبین خاں نے ہماری بھائی محسن خاں کو لڑکوں بالوں سمیت موضع
رستم میں گرفتار کیا ہے سب نے متفق ہو کر مبین خاں کو اس

مضمون کا خط لکھا کہ تو نے جو محسن خاں کو گرفتار کیا ہے اس نے تیرا کیا نقصان کیا ہے بہتر یہی ہے کہ اُس کو اور اُس کے لوگوں کو مع مال و اسباب چھوڑ دے والا ہوشیار ہو جا ہم آکر سمجھ لینگے جب وہ خط بہین خاں کے پاس آیا اور مشہور ہوا کہ بنیر سے اس مضمون کا خط آیا ہے تب اس ضلع کے ملک وغیرہ بہین خاں کے پاس آئے اور بہین خاں کے دو بیٹے اور عزیز و اقربا اور دوست و آشنا سب آکر جمع ہوئے اور اُس کو سمجھانے لگے کہ اس بنیر وال کو چھوڑ دو کیونکہ بظاہر اس نے ابھی تک تمہارا کچھ قصور نہیں کیا کہ جس کے سبب سے تم نے اُس کو گرفتار کر دیا اس کا مال و اسباب چھین لو اگر یہ کہو کہ یہ ہمارا دشمن ہے ہمارے مارنے کا ارادہ رکھتا ہے اس بات کا کچھ اعتبار نہیں ناحق کو فساد برپا ہو گا اور تم بنیر والوں سے مقابلہ نہ کر سکو گے ان کی جمعیت بہت ہے اور تمہاری کم مناسب یہی ہے اس کو اس کا مال و اسباب دے کر چھوڑ دو اور جو تم کو یہ منظور نہیں ہے تو اس کا مال و اسباب رکھ لو اور اس کو اور اس کے لوگوں کو چھوڑ دو آخر الامر اس نامعقول نے کسی کا کہنا نہ مانا سب ناخوش ہو کر اپنے اپنے مکان کو چلے گئے اس کے دوسرے روز اس ضلع کے علما اور سادات قرآن مجید لے کر اُس کے پاس آئے اور کہا للہ تو اس بنیر وال کو چھوڑ دے اور اپنے بیٹوں

پر رحم کر ان کی جان و مال کا دشمن نہ ہو اگر بیز وال لشکر کشی کرینگے
تو کوئی یہاں اُن سے مقابلہ نہ کر سکے گا اور مفت میں لوگوں کی بربادی
اور خانہ ویرانی ہوگی اور تو بھی گھر بار سے تباہ ہوگا اسی طور سمجھیت انہوں
نے سمجھایا مگر اس کے خیال میں کچھ نہ آیا اور کسی کا کہنا نہ مانا پھر وہ بھی
آزردہ خاطر ہو کر اپنی اپنی بستی کو چلے گئے جب آٹھ یا نو روز گرفتاری
میں گذرے تب میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ یہاں کے لوگوں نے بھی اُس
کو سمجھایا اور بیز کا خط بھی آیا اور اس نے کسی کا کہنا نہ مانا اب دیکھا
چاہئے کہ ہمارے ساتھ کس طرح پیش آوے اگر اُس نے مجکو مار ڈالا تو
میرا ارمان باقی رہ جاویگا اس سے پہلے میں ہی اس کو مار ڈالوں اور بھاگ
جاؤں اتنے میں اگر کوئی اس کے بدلے مجکو مار ڈالیگا تو شہید ہونگا اس
مشورت میں دن آخر ہوا اور ایک کھڑک دروازہ بند کرنے کا وہاں رکھا
تھا میں نے کہا کہ ارادہ میرا یہ ہے کہ آج آدہی رات کو جب سب لوگ سو جاویں
تب یہ کھڑک اس کی دیوار میں لگا کر اور اس پر چڑھ کر اس کے مکان میں جا
کر اتروں اور وہاں بسین خاں کو بھی مار ڈالوں اور جو لوگ اس کے وہاں سوتے
ہوں ان کو بھی ماروں میرا بھائی اس پر راضی ہوا پھر جب اس رات کو سب لوگ
سو گئے تب میں نے وہ کھڑک اس کے گھر کی دیوار میں لگایا اور اس
پر میں چڑھتے لگا میرے بھائی نے کمر پکڑ کر کھینچ لیا اور مجھ سے
کہا کہ رات اندھیری ہے اور یہ تحقیق نہیں معلوم کہ وہ کس جگہ سوتا
ہے اگر تم نے اوروں کو مارا اور وہ نہ مارا گیا یا لوگ جگ پڑے تو

پھر بڑی خرابی ہوگی اگر یہی منظور ہے تو دن کو مارنا پھر جیسا
ہوگا ویسا سمجھ لینگے یہ بات مجکو پسند آئی پھر وہ کہڑک میں اُٹھا
لایا اور جہاں تھا وہیں رکھ دیا اور سو رہا پھر صبح کو میں نے اپنے
بھائی سے کہا کہ اب کچھ دیر میں مبین خاں اپنے گھر سے آکر حجرے
میں بیٹھے گا اور بستی کے لوگ بھی اُس کے پاس ہونگے اس وقت
وہیں جاکر اس کو مار ونگا یہی باتیں ہم دونوں بھائی آپس میں کر
رہے تھے اسی عرصے میں مبین خاں ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا
کہ اس وقت تمہارا کھانا میرے یہاں ہے چل کر کھالو مجکو یہ بات
سُن کر اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وہاں لیجا کر مجکو مار ڈالے میں نے
کہا کہ یہاں بھی تمہارا ہی کھانا ہے اور وہاں بھی اس تکلیف سے
مجھے معاف رکھو میرے بھائی نے کہا اُن کو یہیں رہنے دو میں تمہارے
ساتھ چلونگا اس خیال سے کہ مبادا اس کے دل میں کچھ شبہہ آوے
کہ اس کے جی میں کچھ دغا ہے اس کے سبب سے میرے یہاں نہیں جاتا
ہے پھر میرے بھائی کو اُس نے لیجا کر اپنے یہاں کھانا کھلایا پھر
کھانا کھا کر میرا بھائی میرے پاس آیا اور وہ حجرے میں جا کر
بیٹھا اور تین تمنچے میرے پاس تھے اور ایک تلوار اور ایک بندوق

اور میرے بھائی کے پاس تلوار بندوق تھی اور ایک تمنچہ اور ایک
ایک ہم دونوں کے پاس کمل تھا اور اُس حجرے کے گرد کانٹوں
کا سنگر تھا اور موضع بازار وہاں سے قریب پاؤکوس کے ہوگا
وہاں اُس کا کچھ عمل دخل نہ تھا اُس وقت پھر میں اپنے بھائی سے
اُس کے مارنے کا مشورہ کرنے لگا کہ اب یہ لوگوں کے پاس حجرے
میں بیٹھا ہے یا تو یہاں میری مدد کورہ اور میں جا کر اس کو ماروں
اور سنگر پر کمل ڈال کر اس پار نکل جاؤں اور جو لوگ پیچھا کریں اُدہر
سے تو بندوق مارا ور ادہر سے میں اور اسی کمل پر ہو کر تو بھی میرے
پاس آجا اگر زندہ بچے تو بازار میں چلے جاوینگے وہاں کوئی ہم سے
بول نہ سکے گا اور اگر اس میں مارے گئے تو شہید ہونگے اسی
اثنا میں مبین خاں نے حجرے سے آواز دی کہ بنیر والو وہاں کیا
آپس میں باتیں کرتے ہو یہاں آؤ یہ سُن کر ہم دونوں بھائی اُس
کے پاس گئے اور وہاں اور بھی بہت لوگ بستی کے تھے پھر اُس
نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا محسن خاں تمہارے بنیر کے
سب لوگوں نے متفق ہو کر ہم کو لکھا ہے کہ ہمارے یہاں کے

محسن خاں کو بے قصور تم نے کیوں گرفتار کیا اُس نے کچھ،
تمہارا نقصان نہیں کیا اُس کو چھوڑ دو سو فی الحقیقت یہ
سچ بات ہے کہ تم نے ابھی تک بظاہر میری کوئی خطا نہیں
کی صرف لوگوں کی زبانی میں نے سُنا ہے کہ محسن خاں تمہارے
مارنے کی تاک میں ہے اس پر میں نے تم کو اور تمہارے
لوگوں کو مع مال و اسباب گرفتار کیا ہے اور بدون میرے
تم کو کوئی نہیں چھوڑ سکتا اور اس وقت میں نے تم کو کھانا،
کھانے کو بلایا اور تم نہ گئے مگر تمہارا بھائی گیا جو کچھ مجکو اللہ
تعالیٰ نے دیا تھا وہ میں نے حاضر کیا اُس نے بھی کھایا اور میں
نے بھی کھایا مگر خدا جانے کیا سبب ہے کہ آج میری حلق سے
لقمہ نہیں اُترتا اور میں تم کو جانتا ہوں کہ تم بڑے اشراف پٹھان
اور بڑے بہادر ہو اور ملّا بھی ہو اگرچہ میں نے تمہارے ساتھ
بُرائی کی ہے تم میرے ساتھ بھلائی کرو اور جو کینہ میری طرف
سے تمہارے دل میں ہو وہ نکال ڈالو اور میرے دوست بن جاؤ
میں نے اُس کے جواب میں کہا کہ مبین خاں ہر آدمی میں دو
عادتوں سے ایک عادت ضرور ہوتی ہے یا تو وہ ہر کسی کے

ساتھ نیکی کرتا ہے یا بدی کرتا ہے سو تیری عادت بدی کرنے
کی ہے کہ آج تک تو ہر کسی کے ساتھ بدی ہی کرتا رہا ہے اور
نیکی تو نے کسی کے ساتھ نہیں کی اور یہ بات اس ملک کے تمام
لوگوں پر ظاہر ہے اور اگر تو کسی امر میں قرآن مجید ہاتھ میں لے
کر قسم کھاوے اور عہد و پیمان کرے تو ہرگز تیری قسم اور
تیرے عہد و پیمان پر کسی کو یقین نہ ہوگا اس لئے کہ تو نے آج تک
کسی کے ساتھ وفاداری نہیں کی بھلا خیال تو کر کہ تو نے سید بادشاہ
کے ہاتھ پر بیعت جہاد اور بیعت امامت کی کی اور کیسے کیسے عہد
و پیمان قسمیں کھا کر کئے کہ میں تمہارا دوست مخلص اور مددگار،
جاں نثار رہوں اور کبھی تم سے بغاوت اور بد عہدی نہ کرونگا اس
بات پر سید بادشاہ نے منصور خاں سے تجکو موضع چار گلی دلوادیا
اگر تو تمام عمر کوشش اور جانفشانی کرتا تو خاک بھی نہ پاتا اور
اس احسان کے عوض میں تو نے ان کے ساتھ یہ کیا کہ سمہ کے سب
مفسدوں کو فساد پر آمادہ کرکے صدہا غازیوں کو ناحق قتل کروایا
اور اپنی بستی کے غازیوں کے ساتھ تو نے یہ معاملہ کیا کہ دغابازی
اور حیلہ سازی سے پہلے تو نے اُن سے ہتھیار مانگ لئے کہ میں تمہارا

دوست ہوں تم کو یہاں سے صحیح وسالم نکال دونگا اور بعد اس
کے پھر تو نے اپنے ہاتھ سے اُن کو ذبح کیا بھلا جب تو نے
اپنے پیر و مرشد اور امام برحق سے یہ بدعہدی اور منافقی کی تو
اور کے ساتھ تو کیا وفاداری کریگا سو حاصل اس گفتگو کا یہ ہے
کہ اگر مجکو اور میرے اہل وعیال کو تو مار ڈالے اور کسی کو دفن بھی نہ
کرنے دے اور چیل کوے اور کتے گیدڑ لاشوں کو کھا جاویں اور تمام
مال واسباب میرا تو غصب کرلے تو بھی ہرگز تیری رفاقت اور
دوستی مجکو قبول نہیں مجکو خوف آخرت کا ہے وہاں کے عذاب
اٹھانے کی مجکو طاقت نہیں اور جو لوگ اس کے رفیق اور مشیر
وہاں اُس کے پاس حاضر تھے اُن کو میں نے کہا کہ تم جتنے لوگ سین
خاں کی رفاقت اور خیر خواہی کرتے ہو اور یہ دشمن خدا اور رسول
کا ہے روز قیامت کے تم سب کا روسیاہ ہوگا کہ دیدہ ودانستہ
تم نے اس مفسد بیدین کی رفاقت اور شراکت کی یہ بات سُن کر اُن
میں سے کسی نے کچھ جواب نہ دیا الغرض اس گفتگو میں پہر سوا پہر دن
چڑھا اور میں نے کسی طرح اس کی بات نہ مانی تب اُس نے کہا کہ
محسن خاں تیرے مزاج میں خفقان کا غلبہ ہے اسی سبب سے کوئی

بات تیری فہم میں نہیں آتی یہاں سے دو کوس موضع پلوڈیری
میں ہمارے بڑے بیٹے نے کھیتی کی ہے اور وہیں وہ بھی ہے آج
ہمارے ساتھ وہاں چل کر سیر کر تیرا خفقان جاتا رہیگا یہ کہہ کر وہ
وہاں سے اٹھا ساتھ ستر آدمی جو لبستی کے وہاں تھے وہ سب
اپنے اپنے گھر چلے گئے فقط اس کے دو بیٹے اور دس بارہ آدمی اُس
کے نوکر اس کے پاس رہے اور دونوں بھائی ہم پھیر بیادہ یا ان
سب کے تو پھیر بیادہ یا ان سب کے نوکروں میں تھا وہاں
اس نے کہا کہ مبین خاں تو محسن خاں کو اپنے ساتھ لے جا یہ نہ
جان کہ اس کے اہل وعیال میرے قابو میں ہیں یہ شخص خفقانی ہے اس
کو اپنے اہل وعیال کی کچھ پروا نہیں چاہیں مارے جاویں یا گرفتار
رہیں اس نے کہا کہ میرا اور اُس کا معاملہ ہے میں جانوں اور یہ
جانے تم سے کچھ غرض نہیں تم کوئی میرے ساتھ نہ آؤ لبستی کو
لوٹ جاؤ اور اپنے بیٹوں اور اُن سب کو رخصت کر دیا وہ
سب ناچار ہو کر لبستی کو چلے گئے اُس وقت میرے پاس تین تمنچے
تھے اور ایک چقماق اور چھرا اور تلوار اور میرے بھائی ثابت
خاں کے پاس ایک برچھی اور تلوار اور بندوق تھی اور ایک

تمنچہ اور سبین خاں کے پاس کوئی ہتیار نہ تھا میں نے اپنے
بھائی سے مشورہ کیا کہ آج اس کے مارنے کا موقع ہے جس
طرح بنے اس طرح اس کو لے مارے نہ چھوڑو بھائی بھی اس
پر راضی ہو پھر اس کا ایک آدمی بستی سے گھوڑا لے کر آیا وہ اس
پر سوار ہوا اور اس آدمی کو بھی رخصت کر دیا اور وہاں سے روانہ
ہوا میں اس کے آگے ہوا اور میرا بھائی اس کے پیچھے وہاں سے
تھوڑی دور جینا نام ایک بستی تھی جب اس میں پہنچے تب
کالو خاں نام وہاں کا ملک، آکر سبین خاں سے ملا اور پوچھ
کہ خان اس وقت کہاں جاؤگے کہا پلو ڈیری میں اپنے بیٹے کے
پاس جاؤنگا اور کالو خاں مجکو بھی پہچانتا تھا اور میری گرفتاری
کا بھی حال سنا تھا سبین خان سے کہا کہ خدا کے واسطے تو ان کے
ساتھ نہ جا ورنہ دغا کھاویگا اگر تو کہے تو میں بھی تیرے ساتھ
دس پانچ آدمی لے کر چلوں اس نے کہا کچھ حاجت نہیں ان کے
اہل و عیال میرے قابو میں ہیں یہ سن کر وہ خاموش ہو رہا پھر
اس سے رخصت ہو کر آگے چلا جب بستی کے باہر میدان میں
پہنچا اس وقت اس کے چہرے پر بدحواسی سی معلوم ہونے لگی

اور حیدر کا رنگ فق ہو گیا اور داہنے بائیں دور دور جگہ لوگ کھیت
جوت رہے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے کہتا چلا جاتا تھا کہ دیکھو یہ
آدمی کھیت جوت رہے ہیں اور ادہر آدمی کھیت جوت رہے ہیں اور ہم دونوں
بھائی خاموش چلے جاتے تھے مگر اس کے حواس بر جا نہ تھے آگے بڑھ کر ایک
نالہ ملا اور پچیس تیس قدم کا چوڑا تھا اور اُس کے پار کی چڑھائی کا
رستہ تنگ تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب نالہ میں گھوڑا اتارا اور
پار ہو کر اسی تنگ رستے میں پہنچا وہاں تلوار نکال کر میں نے اُس کو روکا
اور کہا کہ اے موذی تجھ کو یہ اپنا وقت معلوم نہ تھا کہ تو نے حاجی محمود خاں
رامپوری اور اُن کے آدمیوں کو دغا دے کر قتل کیا اُس نے گھبرا کر کہا کہ
میں تمہارا غلام ہوں اسی اثنا میں میرے بھائی نے پیچھے سے برچھی ماری کہ آگے
پیٹ کی طرف سے پار ہو گئی اور میں نے سر پر تلوار ماری اُس نے دونوں
ہاتھوں سے پکڑ لی میں نے جھٹکا مار کر کھینچ لی انگلیاں اُس کی کٹ گئیں
اور وہ زمین پر گرا پھر میں نے ایک تلوار اس کے شانے پر ماری اور ایک
اُس کے منہ پر اور ایک گردن میں ماری کہ سر اس کا جدا ہو گیا اور تین
برچھیاں اور میرے بھائی نے ماریں میں نے بھائی سے کہا کہ اس کی
لاش یہاں سے اٹھا کر نالے کے گڈھے میں ڈال دو اس نے کہا کہ جلد
یہاں سے بھاگ چلو ایسا نہ ہو کوئی آدمی آجاویں پھر ہم تم دونوں ا

مارے جاویں میں نے کہا کہ خیر ہیں لاش پڑی رہنے دو مگر تم اُس کے
گھوڑے پر سوار ہوکر جدہر سینگ سمائے اُدہر جلد یہاں سے نکل جاؤ اور
میں کہیں کسی نالے میں چھپ کر بیٹھ رہونگا اگر موقع ملا تو موضع رستم
سے اپنے اہل و عیال نکال لاؤنگا اور تم سے جو خدا ملادیگا تو پھر کہیں ملونگا
اور جو مارا گیا تو قیامت کو انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہوگی میرے کہنے سے
وہ اس پر سوار ہوکر قبلہ رو کوئی پانچ چھ سو قدم گیا اور میں بھی اسی طرف
چلا پھر وہ وہاں سے پلٹ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم کو
چھوڑکر نہ جاؤنگا جو تمہارا حال ہوگا وہ میرا ہوگا اگر اس وقت میں تم کو اکیلا
چھوڑکر چلا جاؤں اور یہاں تم اور تمام اہل و عیال مارے جاویں تو اپنی بستی
کے لوگ طعنہ دینگے کہ بڑا نالائق اور بیوفا تھا کہ اپنی جان بچاکر بھاگا اور
اپنے بھائی اور اہل و عیال کو قتل کروایا اور اگر عنایت الٰہی سے تم صحیح و سالم
بچ گئے اور وہاں سے اپنے لوگوں کو نکال لائے اور پھر خدا نے تم کو مجھ سے
ملایا تو پھر بارے ندامت کے میری آنکھیں تمہارے سامنے نہ ہونگی اس
خیال سے کہ تم اپنے دل میں کہو گے کہ یہ وہی بھائی ہے کہ مجھکو ایسی مصیبت
کے وقت میں چھوڑکر چلا گیا تھا اور مجھ سے کہا کہ میں تم سے طاقتور ہوں
پیادہ پا تمہارے ساتھ چلا چلونگا اور تم اس گھوڑے پر سوار ہولو
یا میں اور تم دونوں سوار ہوکر چلیں میں نے کہا کہ میں تو سوار نہ ہونگا

پھر انھوں نے تلوار نکالی اور کہا کہ اگر تم سوار نہیں ہوتے تو لاؤ اس
گھوڑے کی کوچیں کاٹ ڈالوں ایسا نہ ہو کہ اس پر سوار ہو کر کوئی ہمارا
تعاقب کرے میں نے تلوار اس کی لے کر میان میں کی اور کہا کہ یہ بہت
بے مناسب ظلم کی بات ہے اس گھوڑے نے کیا خطا کی جو اس کی کوچیں
کاٹو گے پھر میں نے اس گھوڑے کو ایک جنگلی درخت میں باندھ دیا اور
وہاں سے ہم دونوں بھائی ایک طرف بھاگے ایک جگہ کئی آدمی کھیت
جوت رہے تھے انھوں نے پوچھا کہ تم کہاں دوڑے جاتے ہو میں نے کہا
کہ ہمارے ہمراہی کئی شخص آگے گئے ہیں ہم ان کے پیچھے جاتے ہیں یہ سن کر وہ
چپ رہے پھر جاتے جاتے آگے ایک نالہ ملا اس کے اندر چلے آگے ایک
جگہ اس میں ایک ٹیلہ تھا وہاں سے ایک نالے کے دو نالے ہو گئے اور ہم کو
خبر نہ تھی اس ٹیلے کی ایک طرف میں گیا اور دوسری طرف میرا بھائی ایک
نالے میں میں چلا جاتا تھا اور دوسری طرف میرا بھائی میں نے پیچھے پھر کر
دیکھا تو بھائی نظر نہ آیا تب میں اس کو پکارنے لگا ایک جگہ نالے میں
ایک خار دار درخت تھا اس کی شاخ میں پگڑی اٹک گئی میں اس کو
چھڑانے لگا تو اس گھبراہٹ میں جو ایک طرف سے چھڑاتا تھا تو دوسری
طرف سے پھر اٹک جاتی تھی آخر کو آگے چلا آگے کچھ دور پر وہ دونوں
نالے مل کر ایک ہو گئے تھے وہاں مجھکو میرا بھائی ملا اور مجھکو ننگے سر دیکھا
تب اس نے آدھی اپنی پگڑی پھاڑ کر مجھکو دی وہ میں نے سر میں

باندہی اور آدہی اس نے باندہی پھیر وہاں سے آگے کچھ دُور پر ایک پایاب
ندی ملی اس کو اُتر کر کنارے کنارے آگے چلے ایک جگہ اُس ندی
کے کنڈ میں سات آدمی مچھلیاں پکڑ رہے تھے ان میں ایک مبین خاں
کا بھتیجا تھا اس نے پوچھا کہ بنیر والو کہاں دوڑے جاتے ہو میں نے کہا
کہ ہمارے لڑکے بلے آگے گئے ہیں سو ہم جاتے ہیں کہ ان کو پھیر لاویں
یہ سُن کر وہ خاموش ہو رہا اور وہاں سے آگے کئی کھیت سرسوں کے پکے
ہوئے کھڑے تھے ان کے اندر دوڑنا پڑا ہم دونوں بھائی نہایت تھک گئے
ان میں سے نکل کر دیکھا تو موضع چارگلی نظر آیا میں نے بھائی سے کہا کہ
اگر شاید کوئی پیچھے سے آواز دے کہ یہ بنیر وال خون کئے ہوئے بھاگے جاتے
ہیں اور چارگلی کے لوگ ہمارے پکڑنے کو نکلیں تو جو کوئی سامنے پڑے
اس کو مارتے ہوئے مبین خاں کے چھوٹے بھائی امیر خاں کے یہاں چل
کر گھسیں اگر وہ گھر میں ملے تو اس کو ماریں اور اُس کے گھر والوں کو ماریں
اور جو کوئی خبر نہ ہو تو بستی کے کنارے ہو کر نکل چلیں پھر عنایت الٰہی سے
کوئی خبر نہ ہوا اور ہم چارگلی سے آگے نکل گئے مگر قریب پاؤ کوس کے
پہنچے اُس وقت چارگلی سے صدہا آدمی شور کرتے ہوئے ہمارے پیچھے
نکلے اور ایک بستی سِری ڈیری نام آگے تھی ان کا ہلہ سُن کر اس میں
کے صدہا آدمی نکلے مگر ان کی جمعیت دیکھ کر چارگلی والے ٹھہر گئے میں نے بھائی

سے کہا کہ پیچھے کے لوگ تو ہمارے یقینی دشمن ہیں مگر اگلے لوگوں کا
حال معلوم نہیں کہ دوست ہیں یا دشمن پھر جب اگلے لوگ سو سوا سو
قدم کے فاصلے پر آئے تب میں نے پکار کر کہا کہ پیچھے کے لوگ تو ہمارے
دشمن ہیں ہم کو پکڑنے آتے ہیں تم ہماری طرف کیوں آتے ہو ہمارے
دوست ہو یا دشمن اُنھوں نے کہا کہ ہم تمہارے دوست ہیں اور
تمہاری مدد کو آئے ہیں اور چار گلی والے ہمارے بقیہ دار ہیں پھر ہم دونو
بھائی ان کے اندر گئے تب میں نے کہا کہ بھائیو اگر ہم ادہر سے کسی کو
مار کر آئے ہوں تو ہم کو اپنے یہاں ٹھہرنے دو گے اُنھوں نے کہا تم
ہمارے یہاں بے غم ہو کر ٹھہرو ہم تمہارے مددگار ہیں اور تم نے
کس کو مارا ہے میں نے کہا کہ ہم موضع رستم کے مبین خاں کو مار کر آئے
ہیں اور میں نے اپنی تلوار میان سے نکال کر اور میرے بھائی نے اپنی برچھی
دکھلائی اور کہا کہ یہ اسی کے خون سے آلودہ ہیں یہ بات سن کر وہ تمام
لوگ نہایت خوش ہوئے اور کہا کہ تم نے بہت خوب کام کیا جو ایسے مفسد
اور ظالم کو مارا ہم سب تم سے راضی ہیں اور تم چل کر ہماری بستی میں بیٹھو اور
آنس میں اُنھوں نے کہا کہ بندوقیں خوشی کی چلاؤ میں نے کہا ابھی
بندوقیں چلانی مناسب نہیں میرے اہل وعیال اُس کے یہاں مقید ہیں
جناب الٰہی میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو رہائی دے یہ سن کر ان سب نے
دعا کی اور اسی وقت ایک اپنا آدمی موضع رستم میں روانہ کیا کہ ان کے

اہل و عیال کی جا کر جلد خبر لاؤ پھر وہ آدمی اس طرف روانہ ہوا اور
ادہر وہ سب ہم دونوں بھائیوں کو اپنی بستی میں لے گئے اور ہر ایک نے
موافق حوصلے اپنے کے خیرات کی اور ہماری بہت سی انھوں نے تسلی
کی اور بہت روٹیاں لاکر ہمارے آگے رکھیں مگر اپنی ماندگی اور اہل و
عیال کے رنج سے مجھ سے روٹی کھائی نہ گئی بزور چند لقمے کھا کر پانی
پیا بعد اس کے پھر سوا پہر دن رہے وہ آدمی موضع رستم سے آیا اور
یہ خبر لایا کہ تمہارے اہل و عیال عنایت الہی سے سب چھوٹ گئے اور
موضع رستم سے نکال کر انھوں نے بھجوا دیا میں نے کہا الحمد للہ کہ اللہ تعالی
نے ہم کو بھی بچایا اور ہمارے اہل و عیال کو بھی پھر میں نے اس آدمی سے پوچھا
کہ وہاں میرے اہل و عیال کی کس طرح سے رہائی ہوئی اس نے کہا کہ میں نے
وہاں کے لوگوں سے یوں سنا تھا کہ جب سبین خاں کی لاش آئی یہ خبر سن کر اس کا
اس کا بھائی امیر خاں چار گلی سے آیا اور اس کی لاش کو بھی اس نے دیکھا
اور یہاں کے تمام ملاؤں کو جمع کر کے اس نے پوچھا کہ ہمارے بھائی کو بنیر وال
مار کر بھاگ گئے اور ان کے اہل و عیال یہاں قید ہیں اب تم کیا حکم کرتے ہو
ہم اپنے بھائی کے عوض ان کو ماریں یا چھوڑ دیں اور ان کی بکریاں وغیرہ بھی
مقید ہیں ان کو کیا کریں اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ اس میں تو
سراپا تمہارے بھائی کا قصور تھا کہ وہ بنیر وال خدا جانے اپنے اہل
و عیال کو لئے ہوئے کہاں جاتے تھے ان سب کو اس نے گرفتار کیا

اور اس امر میں بنیر سے خط بھی آیا کہ ان کو چھوڑ دو اور یہاں کے ہم سب
لوگوں نے بھی سمجھایا کہ ان لوگوں کو بے خطا تم نے کیوں مقید کیا ہے مناسب
یہی ہے کہ ان کو چھوڑ دو انھوں نے ہرگز کسی طور نہ مانا اور بعد اس کے جان
بوجھ کر یہ حماقت کی کہ کئی آدمیوں نے منع کیا کہ خان ان بنیر والوں کو
اپنے ساتھ لے کر نہ جاؤ والا دغا کھاؤ گے یہ بھی انھوں نے نہ مانا آخر کو
جیسا کہ لوگوں کے گمان میں تھا ویسا ہی ان کے پیش آیا سو مناسب ہے کہ ان کے
اہل و عیال کو اپنے یہاں سے سلامت نکال دو انھوں نے تمہاری کچھ
خطا نہیں کی ان کو جو تم مارو اور اُن کو مارنا تو آسان ہے مگر اس کا پیچھا
سنبھالنا مشکل پڑیگا کیونکہ تمام بنیر وال ان کے حامی اور مددگار ہیں اور
تم کسی صورت اُن سے عہدہ بر آ نہ ہوگے اور ناحق لوگ مارے جاوینگے
اور بستی تباہ ہو گی اور ہمیشہ کو شدم والوں اور بنیر والوں سے بینہ داری
ہو جاویگی اور جو ان کی بکریاں اور بیل اور گدہے ہیں اس کا تم کو اختیار
ہے کیونکہ تمہارا بھائی مارا گیا ہے چاہو ان کو رکھ لو اور چاہو حوالہ کرو یہ
بات سُن کر انھوں نے مبین خاں کے بیٹوں سے صلاح و مشورت کر کے
جانور تو رکھ لئے اور تمہارے اہل و عیال کو موضع بازار میں بھجوا دیا
اور پہنچانے کو ان کے مبین خاں کا ایک بیٹا اور ایک بھتیجا گیا اور
موضع رستم سے دو ڈیڑھ کوس موضع بیڑ ورج اور سیونڑ آخوند

خیلوں کی دو بستیاں ہیں چند روز تمہارے گرفتار کرنے سے پہلے وہاں کی
رعایا کے مردوں اور عورتوں کو پکڑ لایا تھا اور اپنے یہاں اُن کو مقید
کیا تھا اور کئی ہزار ان کے مواشی بھیڑ بکری گائے بیل بھینس وغیرہ تمہارے
سامنے پکڑ لایا تھا اور ہر ایک سے موافق وسعت کے تاوان مانگتا تھا
سو آج ان کی بھی رہائی ہوئی وہ سب اپنے اپنے مواشی لے کر اپنے گھر
گئے اور ان کے گرفتار کرنے کا یہ سبب تھا کہ وہاں سید بادشاہ
کا انبار خانہ تحصیل عشر کا تھا جب سمہ کی بستیوں میں غازی لوگ کئے گئے
تب مبین خاں بلوائیوں کو لے کر وہاں کا غلہ لوٹنے کو گیا وہاں کے
لوگ مانع ہوئے کہ یہ غلہ بال خدا کا ہے سید بادشاہ کا نہیں ہے اس
میں ہاتھ نہ لگاؤ مگر اس نے نہ مانا اور تیرہ ور لوٹ لیا اور ان سے کہا
سید بادشاہ کے لوگ جو یہاں متعین تھے وہ کہاں ہیں ان کو ان کے
ہتھیاروں کو لاؤ اور ان غازیوں کو وقت بلوے کے راتوں رات
انھوں نے پنجتار میں پہنچا دیا تھا سو اس عداوت سے ان لوگوں کو اور
اُن کے مواشی کو وہ پکڑ لایا تھا انتہیٰ اور مبین خاں کے مارے جانے کی
خبر اس اطراف کی بستیوں میں ہوئی ہر بستی کے لوگ جماعت جماعت اپنے
اپنے نشان لئے ہوئے بندوقیں چلاتے تبنل بجاتے چار بیت گاتے ننگی
تلواریں ہلاتے اُچھلتے کودتے خوشیاں کرتے ہوئے اور مجھ سے ملے اور
مصافحہ کیا اور میری پشت پر ہاتھ پھیرا اور شاباشی دی کہ ایسے

ظالم سرکش کو مار کر سلامت نکل آئے اور آپس میں تعجب کرکے کہتے تھے کہ یہ سراسر تائیدِ غیبی اور مددِ الٰہی تھی کہ یہ غریب آدمی ایسے جان کو مار کر صحیح و سالم بچ گئے اور اہل و عیال ان کے ادہر سلامت نکال دئے گئے اور جو آخوند خیلوں کے لوگ اور مواشی گرفتار تھے وہ آج انھیں کے طفیل سے خلاص ہوئے ورنہ ان کو کون چھوڑتا پھر میں نے اُن سے کہا کہ بھائیو اب اگر اجازت ہو تو میں جا کر اپنے اہل و عیال سے ملوں انھوں نے کہا کہ ہاں بہتر ہے چلو ہم بھی تم کو پہنچا آویں پھر کوئی پانسو آدمی ان میں سے ہم دونوں بھائیوں کو ہمراہ لے کر چلے اور باقی لوگ اپنی اپنی بستی کو گئے بیچ میں مجیئی نام ایک بستی تھی جب اُس میں پہنچے تب وہاں کے لوگ بھی ہمارے ساتھ ہوئے اور اسی طرح خوشیاں کرتے ہوئے ہم کو لے چلے یہ خبر سُن کر تمام لوگ موضع بازار کے ہم لوگوں کے استقبال کو آئے اور بڑی عزت و توقیر سے لے چلے اور کوئی چار گھڑی دن رہے جا کر موضع بازار میں داخل ہوئے اور اُس بستی کے چار حصے تھے ہر حصے والوں نے ان لوگوں کو تقسیم کر لیا اور آپس میں حصہ لگا کر کے سب نے اُن کی مہمانی کی پھر ان سے رخصت ہو کر ہم اپنے لوگوں میں گئے ماں بہن بیوی بیٹی سب دوڑے اور ہم دونوں بھائیوں کو لپٹ گئے اور رونے لگے اور ان کو ہمارے ملنے سے ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ ان کے نزدیک گویا ہم دونوں

مزنامی

بھائی ازسرنو پیدا ہوئے پھر میں نے اپنی ماں اور بیوی سے پوچھا کہ
کہو تم پر وہاں کیا واقعہ گذرا اور کیونکر اس گرفتاری سے رہائی پائی،
انھوں نے کہا کہ جب ہم نے سنا کہ مبین خاں تم کو ساتھ لے گیا اور اپنے
چاکروں کو لوٹا دیا نہایت ہم کو اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالی تمہاری جانوں کی خیر
کرے اور کسی طرح دل کو چین نہ تھی پھر بعد کئی گھڑی کے بستی میں شور اٹھا
کہ دونوں بھائی بنیروال مبین خاں کو مار کر بھاگ گئے یہ خبر سن کر ہمارے
ہوش جاتے رہے کہ اب خدا خیر کرے دیکھا چاہئے ہماری جانوں پر کیا
صدمہ گذرے پھر تمام لوگوں نے آکر ہمارا مکان گھیر لیا اور اس وقت
تمہارا بڑا لڑکا باہر لوگوں میں تھا ایک سندو نے کہا کہ اس کے باپ نے ہمارے
خان کو مارا ہے میں اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرونگا مبین خاں کے بیٹے نے
اس کو جھڑکا کہ خبردار اس کے لڑکے سے نہ بولنا مارا تو ہمارا باپ گیا ہے
ہم جو چاہیں سو کریں غیر مارنے والا کون ہے اور لڑکے کو باہر سے لا کر ہم
کو دیا اور ہم سے کہا کہ خبردار اس وقت اس کو باہر نہ نکلنے دو اور تم لے
تم درمیان اس مکان کے بیٹھی رہو انشاء اللہ تعالی تم سے کوئی نہ بولے گا
اور ہمارا باپ ظالم مارا گیا تو خوب ہوا ایسی ایسی باتیں کر کے وہ لوگوں میں
چلا گیا پھر کچھ دیر کے بعد لوگوں نے کانٹے لا کر اس مکان کے دروازوں
میں لگا دئے اور آپس میں صلاح کی کہ ان میں آگ لگا دو کہ اسی گھر

کے اندر سب جل کر مر جاویں اسی اثنا میں چار گلی سے مبین خاں کا بھائی
امیر خاں آیا اور اسی کے ساتھ موضع چنیہ کا ملا اکرام شاہ بھی تھا
سب لوگوں کا ہجوم اس کی طرف متوجہ ہوا پھر اس نے ملا اکرام شاہ
سے پوچھا کہ ہمارے بھائی کو دو بھائی بنیر وال مار کر بھاگ گئے اور
ان کے اہل وعیال مع اسباب و مال یہاں مقید ہیں ان کے حق میں کیا حکم دیتے
ہو اپنے بھائی کے عوض ہم ان کو ماریں تو درست ہے یا نہیں اس کے جواب
میں انھوں نے کہا کہ بھائی تمہارا شہید ہوا ہے اگر اس کا عوض لو گے تو اس
کی شہادت جاتی رہیگی اگر تم کو اس کی شہادت منظور ہے تو اس کے
مارنے سے درگذر کرو والا تم جانو پھر یہی بات اس نے منظور کی اور
مبین خاں کے بیٹوں کو سمجھایا کہ مولوی اکرام شاہ صاحب یوں فرماتے
ہیں کہو تم کو کیا منظور ہے انھوں نے کہا کہ ہم کو اپنے باپ کی شہادت
منظور ہے اور ان کے مارنے سے کیا حاصل ہوگا پھر اس نے کہا کہ اب
ان سب کو اپنی بستی کی سرحد سے سلامت نکال دو جہاں چاہیں وہاں
چلے جاویں بعد اس کے بھائی کی تجہیز و تدفین کی تدبیر کرو پھر ایک تو
مبین خاں کا بیٹا اور ایک مبین خاں کا بھتیجا ہم کو اس مکان سے
نکال کر اپنی بستی کی سرحد کے باہر کر کے چلے گئے اس بستی والے وہاں سے
ہم کو بڑی خوشی کے ساتھ یہاں لائے اس صورت سے ہماری رہائی
ہوئی انتہی پھر وہاں کے لوگوں نے ہماری نہایت خاطر داری اور خدمتگزاری کی

پر کمر باندھی اور دونوں وقت ضیافتیں کرنی شروع کیں اور ہم کو
کپڑے بنوا دئے اور سو منع بیکی کے جو آخوند عبدالغفور بڑے دیندار اور
پرہیزگار مشہور و معروف ہیں مبین خاں کے مارے جانے کے چوتھے روز
تمام ملا سدم کے ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ جو موضع رستم کا
مبین خاں مارا گیا ہے آپ بھی اس کو جانتے ہیں کہ کیسا مفسد غدار اور
خلق آزار تھا کہ تمام لوگ اس کی جفا کاری اور مردم آزاری سے نالاں
تھے سو موضع چینیا کے ملا اکرام شاہ صاحب نے اس کی شہادت کا حکم
دیا ہے آپ کے نزدیک اس کی موت کیسی ہوئی انھوں نے کہا شہادت
کیسی جیسے اور ظالموں کی موت ہوتی ہے ایسی ہی اس کی موت ہوئی یہ
تو ایسی بات ہے کہ ایک شخص موذی سانپ کو مار ڈالے اور دوسرا
شخص کہے یہ سانپ شہید ہوا اگر مارنے سے سانپ شہید ہوتا ہوگا تو
مبین خاں بھی شہید ہوا یہ بات سن کر وہ تمام ملا جمع ہو کر ملا اکرام
شاہ صاحب کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آخوند عبدالغفور صاحب
مبین خاں کے حق میں یوں فرماتے ہیں کہ جیسے اور ظالموں کی موت ہوتی
ہے ویسی ہی اس کی ہوئی آپ نے جو اُس دن امیر خاں چارگلی والے
سے فرمایا کہ تیرا بھائی شہید ہوا اس کی کیا دلیل ہے اور کس کتاب کے
موافق آپ نے اس کو شہید ٹھہرایا ملا اکرام شاہ صاحب نے فرمایا کہ

بھائیو میں نے اُس دن کتابی مسئلہ نہیں بیان کیا تھا مصلحتاً قاتلوں کی
رہائی کے واسطے امیر خاں سے کہا تھا اگر یوں نہ کہتا تو وہ موذی اپنے
بھائی کے عوض ان سب بے گناہوں کو قتل کرتا اگر اس بات کے کہنے
سے شرعاً مجھ پر کچھ حد یا تعزیر آتی ہو تو مجھ پر جاری کرو میں حاضر ہوں
یہ جواب با صواب سُن کر وہ تمام ملا کہنے لگے کہ شاباش جزاک اللہ تم
نے خوب کام کیا اب ہماری تسلی ہوئی اور تمہاری طرف سے بدگمانی
جاتی رہی انتہی پھر ہم سب کچھ کم یا زیادہ ایک مہینہ وہاں رہے انہیں
روزوں کے اندر اس ضلع میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ بالاکوٹ میں
شیر سنگھ سکھ نے سید بادشاہ کی لڑائی ماری اور کوئی کہتا ہے کہ
کہتا ہے سید بادشاہ زخمی ہوئے اور کوئی کہتا ہے کہ شہید ہوئے یہ
خبر ملالت اثر سن کر میری طبیعت نہایت وہاں سے برخاستہ ہوئی
اور بنیر والوں نے بھی مجھکو لکھا کہ اب تم یہاں اپنے اہل و عیال لے کر
چلے آؤ وہاں کے حوالی وغیرہ کا کچھ بھروسہ نہیں اگر تمہارے مخالفین
سے خفیہ کچھ لے کر تم کو قتل کرا دیویں تو کچھ عجب نہیں اس خبر سے اور بھی
دل گھبرایا پھر وہاں سے ہم دونوں بھائی اپنے اپنے اہل و عیال کو لے کر
بنیر کو گئے اور وہاں کے لوگوں سے یہ سنا کہ سید بادشاہ شہید نہیں
ہوئے مگر زخمی ہوئے تھے سو اس ضلع کے گوجر لڑائی کے کھیت سے
سید بادشاہ کو اپنے یہاں اٹھا لے گئے اور کہیں چھپا کر رکھا ہے

وہیں مرہم پٹی کرتے ہیں اور بعد شکست لڑائی کے مجاہدین زندہ بچے وہ
بھی وہیں ان کے ظہور کے اُمیدوار ہیں کہ صحت کلی پاکر جو ظاہر ہوں تو پھر
انتظام جہاد کا کریں پھر اسی اُمید پر میں بھی اپنے وطن میں گیا کہ جب سید
بادشاہ کو اللہ تعالیٰ ظاہر کریگا تب میں بھی وہیں چلا جاؤنگا پھر
کئی سال میں اپنے وطن میں رہا اور سید بادشاہ کی خبریں مختلف سنا
کیا اور کوئی بات تحقیق نہ معلوم ہوئی کہ زندہ ہیں یا شہید ہوئے
اور یہ بھی سنا کہ وہاں سے مجاہدین لوگ متفرق ہو کر جا بجا چلے گئے تب
میں نے خیال کیا کہ میرے پاس مال و اسباب دولت دنیا کچھ نہیں ہے
یہاں رہنے سے کیا فائدہ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ یہاں سے بلدۂ
اسلام ٹونک میں جاؤں وہاں کا نواب ہمارے سید بادشاہ کا
خلیفہ ہے اور سید بادشاہ کے عزیز و اقربا بھی وہیں تشریف رکھتے
ہیں اگر وہاں کوئی صورت گذران کی نہ ہوگی تو وہیں رہونگا ورنہ
وہاں سے بیت اللہ شریف کو چلا جاؤنگا اور میری دو بیویاں تھیں
اور فضل الٰہی سے اب بھی زندہ ہیں ان میں ایک بیوی کے دو بیٹے تھے
اور دوسری کے کوئی نہیں پھر ایک بیوی اور اُس کے دونوں
بیٹوں کو وہیں رہنے دیا اور دوسری بیوی کو ساتھ لے کر وہاں
سے روانہ ہوا اور چند روز میں مع الخیر قریب بلدہ اسلام ٹونک

کے جو بھیر ہے وہاں پہنچا اور رات کو وہیں ایک اپنے ہم وطن کے پاس
اترا اس کے اگلے روز ایک اور پختون سے ملاقات ہوئی وہ کمپو دوم
میں نوکر تھا اس نے وہاں جاکر مذکور کیا کہ محسن خاں بنیر وال آیا
ہے محب اللہ خاں نام ایک میرا ہموطن بلکہ عزیزوں میں تھا یہ خبر سُن کر
وہ بھیر میں میرے پاس آیا اور کہا آج اس وقت تمہاری ضیافت
میرے یہاں ہے اور مجکو اپنے ساتھ کمپو دوم میں اپنے ڈیرے پر لے گیا
اور اس کمپو میں اور بہت ولایتی افغان تھے ان میں ایک مبین خاں
رستم والے کے بھی عزیزوں میں تھا اس نے مجکو پہچانا اور چند پختونوں کو
میرے مارنے پر آمادہ کیا اور کہا یہ وہی شخص ہے جس نے ہمارے بھائی
مبین خاں کو مارا ہے سو اس وقت اس کو ہم مار کر مبین خاں کا عوض
لینگے وہ سب پختون ہتیار باندہ کر مستعد ہوئے اور محب اللہ خاں سے
پکار کر کہا کہ یہ بنیر وال جس کی تم نے دعوت کی ہے ہمارا خونی ہے اس
کو اپنے ڈیرے سے نکال دو ہم اس کو مارینگے یہ بات سُن کر میں بھی بندوق
و طمنچہ باندہ کر ہوشیار ہو گیا محب اللہ خاں یہ بات سُن کر ڈر گیا اور
کچھ نہ بولا ملک خاں جمعدار بنیر وال نے مجھ سے کہا کہ بھائی جھگڑے کی
صورت معلوم ہوتی ہے تم ہمارے ڈیرے سے اور کہیں چلے جاؤ ایسا
نہ ہو کہ میرے ڈیرے پر کشت خون ہو تو میری بدنامی ہو کہ مہانی

کے حیلہ سے بلا کر بنیروال کو مروا ڈالا میں نے کہا کہ میں تو یہاں سے
کہیں نہ جاؤنگا جو کوئی مجکو ماریگا میں بھی اس کو مارونگا یہ کہہ کر میں
میں نے ایک دیوار کی آڑ میں مورچہ پکڑا اور دو آدمی جمعدار موصوفہ کے
ڈیرے کے میری کمک کو آئے ان میں ایک سپاہی تھا اور ایک نشان بردار
اور ان کی طرف رحیم باز خاں نام جمعدار تھا اور ایک اُس کا چھوٹا
بھائی ان دونوں نے ان بلوائیوں سے پکار کر کہا کہ یہ شخص بنیروال
نو وارد مہمان ہے تم اس کے مارنے کا ارادہ رکھتے ہو ہم تمہارے اس امر
میں شریک نہیں ہیں تمھیں کو حضور پر نور کی سرکار فیض آثار میں اس
کی جوابدہی کرنی پڑیگی ہم بری الذمہ ہیں اور دو سرکاری چوبدار بھی
وہاں موجود تھے اور یہ تمام معاملہ دیکھ رہے تھے یہ بات دیکھ کر وہ
تمام بلوائی سست ہوگئے اور متفرق ہوکر اپنے اپنے ڈیرے پر جا بیٹھے پھر
ان دونوں چوبداروں نے مجھ سے آکر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اور
کہاں سے آئے ہو اور کہاں اُترے ہو میں نے کہا نام میرا محسن
خاں ہے اور بنیر سے آیا ہوں اور پھر میں فلانی جگہ اُترا ہوں انھوں
نے کہا شاباش تم بڑے بہادر ہو کہ تم نے اکیلے اتنے لوگوں کا سامنا
کیا اور ذرا تم نہ دبلے اب ہم جاکر نواب صاحب دام اقبالہ سے یہ حال

عرض کرینگے یہ کہہ کر وہ چلے گئے بعد اس کے دعوت کھا کر میں بھی
بھیر کو چلا گیا پھر اگلے روز قبل دوپہر کے ان میں سے ایک چوبدار
میرے پاس آیا اور کہا چلو تم کو حضور پر نور نے بلایا ہے پھر میں اس کے
ساتھ قلعہ میں گیا یت تک خاصہ تناول فرما کر نواب صاحب آرام
کرنے لگے پھر میں وہاں ٹھیر رہا بعد نماز ظہر کے نواب صاحب نے
مجکو بلایا میں نے جا کر سلام کیا اور تین روپے نذر کئے آپ نے قبول فرما کر
نہ لئے اور مجھ سے پوچھا کہ کل کس بات پر لوگوں نے تم پر بلوا کیا تھا
میں نے اول سے آخر تک سید بادشاہ کے اجازت دینے اور مبین
خاں کے مارنے کا سب حال عرض کیا حضور نے یہ تمام حال سُن
کر مجھ سے پوچھا کہ ہمارے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے ہمراہیوں
سے کسی کو پہچانتے ہو اس وقت شیخ ولی محمد صاحب پھلتی وہیں حضور
پر نور کے پاس حاضر تھے میں نے عرض کی کہ میں بہت صاحبوں
کو پہچانتا ہوں چنانچہ ایک یہی شیخ ولی محمد صاحب جو ہمارے
سید بادشاہ کے بڑے مقرب تھے ان کو پہچانتا ہوں اور کئی
غازی اور بھی وہیں حاضر تھے ان کا بھی نام لے کر میں نے کہا
کہ ان کو بھی پہچانتا ہوں پھر حضور نے شیخ صاحب سے پوچھا
کہ تم ان کو جانتے ہو انھوں نے کہا ہم ان کو خوب جانتے ہیں

اور جو کچھ اُنہوں نے بیان کیا سب ٹھیک ہے پھر اسی وقت
حضور نے ایک چوبدار سے فرمایا کہ کمیودوم میں کل جن لوگوں نے ان
پر بلوا کیا تھا ان سب کو لاکر حاضر کر پھر بعد کئی گھڑی کے وہ
چوبدار ان سب کو لایا پھر حضور نے ان کو بہت سی جھڑکی دی اور
فرمایا کہ تم نے کل اس شخص کے مارنے کا ارادہ کیا تھا خبردار جو کوئی
کسی طرح اس سے مزاحمت کریگا باخوبی ہم اس کو سزا دینگے اور
تم سب اپنی اپنی ضمانت دو تب ہم تم کو چھوڑینگے والا اپنا بستر
لے کر ہماری ریاست سے چلے جاؤ تمہارے رہنے سے ہم کو کچھ غرض
نہیں ہے اس شخص کو راضی کرو پھر ان سب نے بہت خوشامد کر کے
مجھ سے راضی نامہ لیا اور اپنی اپنی ضمانت دے کر اپنے اپنے ڈیرے
پر گئے اور حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اب تم کمیودوم میں نہ جانا اور
شیخ ولی محمد صاحب سے تاکید فرمایا کہ ان کو اپنے لوگوں میں لے جاؤ وہیں
ان کو رکھو اور جو خرچ ضروری کی ان کو حاجت ہوا کرے ہم سے عرض
کرنا ہم دیوینگے اور ان کو نوکر بھی رکھ لینگے میں نے شیخ صاحب موصوف
سے کہا کہ مجکو ابھی نوکری کی حاجت نہیں ہے میری طرف سے حضور
میں عرض کرو کہ کچھ موافق زادراہ کے مجکو عنایت ہو تو میں پہلے

جا کر حج کر آؤں پھر نوکری کرونگا پھر شیخ صاحب نے حضور سے
عرض کی حضور نے فرمایا کہ خیر جب یہ حج کو جاوینگے تب انشاء اللہ
تعالیٰ کچھ خرچ کی صورت ہو جاویگی ابھی تو جبتک یہ یہاں رہینگے
تب تک چار روپے کے مہینے کے حساب سے ان کو خرچ ملیگا پھر
میں شیخ ولی محمد صاحب کے ساتھ وہاں سے قافلے میں آیا اور
شیخ صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ ہیر سے اپنی بیوی کو لاؤ اور
اپنے لوگوں میں لاکر رکھو پھر میں ہیر سے بیوی کو لایا اور قافلہ میں
رہنے لگا بعد چار مہینے کے حضور پر نور کی والدہ ماجدہ معظمہ مکرمہ
نے تیاری حج کی کی اور چند پہرے ولایتیوں اور سندھ وستانیوں کے
واسطے ہمراہی بیگم صاحبہ ممدوحہ کے مقرر ہوئے اور میں نے بھی تیاری
کی شیخ ولی محمد صاحب نے واسطے زاد راہ میری کے حضور میں عرض کی،
وہاں سے تیس روپے عنایت ہوئے اور حضور پر نور نے رحم خاں
جمعدار سے جو سپاہ بدرقہ کو مبنی کو جاتے تھے اس میں یا جماعت
سپاہ کے افسروں میں وہ رسالدار بھی تھا فرمادیا کہ جو ولایتی
محسن خاں سے عداوت رکھتا ہو خبردار اس کو اپنے ساتھ نہ لیجانا
پھر میں بیگم صاحبہ معظمہ مکرمہ کے ہمراہ بیت اللہ شریف کو گیا اور دوسرے

سال حج کر کے مع الخیر ٹونک میں آیا اور چند مدت رہا پھر حضور
پرنور سے رخصت لے کر اور بیوی کو اور بیٹی کو اپنے وطن کو گیا اور ایک سال رہا
پھر کسی کام کو وہاں سے سمہ میں آیا اور موضع مردان کی مسجد میں اُترا
اور وہاں عمل انگریزی تھا مبین خاں کے رشتہ داروں نے مجکو پہچان
کر گرفتار کر کے موضع مردان کی چھاؤنی میں بھیجدیا وہاں کا جو انگریز
تھا اس نے میرا حال پوچھا میں نے اول سے آخر تک بیان کر دیا اُس
نے کہا کہ یہ واقعہ ہماری حکومت سے پہلے گذرا ہے اس کی شنوائی
کا ہم کو حکم نہیں ہے جب مخالفین نے جانا کہ یہ چھوٹ جاویگا اور کوئی
تہمت لگا کر نالش کی کہ یہ شخص بڑا بدمعاش اور جالساز اور چور
اور مفسد ہے اگر آپ اس کو قید نہ کرینگے تو بڑے بڑے فساد برپا
ہونگے ہم نے آپ کو اطلاع کر دی آگے آپ جانیں یہ سُن کر اس
نے پانچ برس کی میعاد مقرر کی پھر جب میرے بڑے بیٹے نے کہا
کہ میں ٹونک کے نواب صاحب کا کاغذ لایا تھا سو پشاور کے
کمشنر کو دے آیا تھا یہ مجکو نہیں معلوم کہ شاید اسی کاغذ کے
سبب سے مجکو چھوڑ دیا یا اور کوئی سبب ہوا پھر وہاں سے
دار الاسلام ٹونک میں آیا اور اپنی بیوی اور بیٹی سے ملا اور حضور کے

کے ملازموں میں داخل ہوا انتہیٰ **نواح بالاکوٹ میں شیر سنگھ سکھ کے لشکر لانے کا حال یوں ہے** میاں عبدالقیوم اور میاں خدابخش رامپوری اور محمد امیر خاں قصوری اور محمد حسین سہارنپوری وغیرہم بالاتفاق کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کو بھوگڑمنگ سے بالاکوٹ میں آئے سات یا آٹھ روز گذرے تھے کہ ایک ولایتی مخبر نے آکر خبر دی کہ شیر سنگھ سکھ جو پیشاور سے مع لشکر چلا تھا اور چند روز سے اس ضلع میں خبر مشہور تھی سو آج وہ درۂ مانگلی میں پڑا ہے اور خبر ہے کہ کل موضع مانسیری میں آویگا اور پرسوں قریب گڑہی حبیب اللہ خاں کے آکر ڈیرہ کریگا یہ خبر سن کر حضرت نے ناصر خاں اور حبیب اللہ خاں اور کاگان کے سید ضامن شاہ کو اپنے پاس بلاکر یہ حال بیان کیا اور اس کی مشورت چاہی کہ شیر سنگھ لشکر لئے اس طرف آتا ہے نہیں معلوم کہ یہاں آویگا یا اور کہیں جاویگا اور مولوی خیر الدین صاحب جو مظفرآباد خالی کر کے سلطان زبردست خاں کے ہمراہ ملک دراڑے کی طرف چلے گئے ہیں ان کے بلانے کی کوئی راہ نکالو ان سب نے آپس میں مشورت کر کے عرض کی کہ ہماری رائے میں یہ آتا ہے کہ اول آپ یہاں کا بندوبست کریں پھر آگے جو کچھ ہوگا دیکھا جاویگا وہ یہ ہے کہ

کہ جن جن دروں سے اُن کے آنے کا احتمال ہے پہرے لگا کر ان
کو روکنا چاہیئے آگے خدا مالک ہے یہ مشورہ ان کا آپ کو پسند
آیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے جلد اس کی تدبیر کرو پھر حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی اجازت سے اُنھوں نے جانب مغرب جو
پہاڑ بکر ٹنگ اور بالاکوٹ کے درمیان میں ہے وہاں مع جماعت
ملا لعل محمد قندہاری کو بھیجا اور وہ بکر ٹنگ کی محافظت کو مولوی ا
نصیر الدین صاحب منگلوری اول ہی سے وہاں متعین تھے اور دس بارہ
قندہاری ملا لعل محمد موصوف کی جماعت کے موضع مینئی کوٹ کے پہاڑ
پر مقرر کئے اور ان کو تعلیم کر دیا کہ اگر لعل محمد کی طرف کچھ سکھوں کا دباؤ
ہو اور وہاں بندوقیں چلیں تو ادھر تم بھی بندوقیں چلا دینا کہ جس میں
یہاں ہم لوگوں کو خبر ہو جاوے اور ایک رستہ طرف جنوب کے بالاکوٹ
کے ندی کے کنارے پہاڑ کی گڑہی پر تھا وہاں کی محافظت کو ا
پچیس تیس غازیوں سے دو ضرب شاہین دے کر امان اللہ خاں
لکھنوی کو بھیجا اور اس دریا کے پل پر بالاکوٹ سے مشرق اور جنوب
کے کونے میں تھا کوئی دس آدمی متعین کئے کہ رات کو پل کے وہاں
رہا کریں اور دن کو اپنے ڈیرے پر رہیں اور سب نلکے والوں سے

کہہ دیا کہ جس کی طرف سے سکھ لوگ آویں تو ان کو روکیں اور
بندوقیں ماریں اور اگر وہ نہ رُکیں تو یہاں چلے آویں اور بالاکوٹ کے
پار کالو نام ایک گوجر تھا وہاں اس کا عمل دخل تھا حبیب اللہ خاں نے
حضرت امیرالمومنین کی طرف سے ایک آدمی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ مولوی
خیرالدین صاحب مظفرآباد سے آگے ملک درالے کی طرف برفستان
میں سلطان زبردست خاں کے ساتھ چلے گئے ہیں ان کو جلد اپنے
لوگ بھیج کر بلوا دو کیونکہ برفستان میں تمہارے ہی لوگ حکمت سے
اس میں رستہ بنا کر لا سکتے ہیں اور اُن سے یہ کام ہونا دُشوار
ہے پھر وہ آدمی وہاں سے جا کر یہ خبر لایا کہ کالو نے مولوی صاحب
کے لینے کو میرے سامنے اپنے لوگ بھیجے ہیں **حکایت** میاں
خدابخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
بعد فراغ نماز عصر کے حبیب اللہ خاں سے کچھ باتیں کرنے لگے اور آپ
کے سامنے جانب شمال وہ پہاڑ تھا جس پر سکھوں سے آتے ہوئے
ایک رات رہے تھے بار بار اس کی طرف دیکھتے تھے پھر خان ممدوح
سے پوچھا کہ خان بھائی اس پہاڑ پر کچھ میوہ بھی ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ
ہاں فلانا فلانا میوہ ہوتا ہے چنانچہ انجیر اخروٹ انار چلغوزہ
آڑو انگور و آلو وغیرہ پھر کچھ اور باتیں کر کے فرمایا کہ خان بھائی

دل میں آتا ہے کہ کسی پہاڑ پر تنہا بیٹھ کر کچھ مدت اپنے پروردگار کی عبادت کر کے خوب دعائیں کروں پھر جس قوم کو پروردگار چاہے اس کو میرے ہمراہ کر کے اپنا کام لے اور یہی اسی طرح ترک دنیا اور تنہا نشینی کے کلام کئے ہم لوگ وہ باتیں سن کر آپس میں کہنے لگے کہ جس دن سے حضرت یہاں بالاکوٹ میں تشریف لائے ہیں اکثر اوقات اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں اور آگے ہم نے یہ باتیں نہیں سنی تھیں ہمیشہ طرح طرح کی تدبیریں واسطے جہاد کے فرمایا کرتے تھے اور اب حالانکہ لشکر سکھ کے آنے کی خبر ہے اور آپ جیسا چاہئے ویسا اس کی تدبیر میں متوجہ نہیں ہیں انتہی' پھر مخبر کے خبر دینے کے موافق دوسرے روز شیر سنگھ سکھ مع لشکر مانسہرے میں آیا اس کے اگلے روز حبیب اللہ خاں کی گڑھی کے پاس آکر ڈیرہ کیا اور وہ گڑھی مذکور بالاکوٹ سے طرف جنوب کے کوئی سات کوس ہے پھر اس کے اگلے روز بالاکوٹ سے دو ڈھائی کوس پر آکر ڈیرہ کیا اور وہی رستہ مظفرآباد جانے کا تھا اور ہم لوگ بالاکوٹ سے اس کے ڈیرے خیمے دیکھتے تھے ایک شخص ضلع رجوڑی کا تیجار سے حضرت کے لشکر میں شریک ہوا تھا نام اس کا تو نہیں معلوم کر کیا تھا مگر راجہ کر کے مشہور تھا جب شیر سنگھ کا لشکر اس نے دیکھا کہ سامنے پڑا ہے خدا معلوم کیا اس کے دل میں آیا یکبارگی اپنے ہتیار لے کر حضرت کے لشکر سے نکل کر شیر سنگھ کے لشکر میں چلا گیا اور ان میں شریک ہوا اور تقدیر الہی سے اس کے جانے کے بعد شیر سنگھ کے

کے لشکر کا ایک سکھ حضرت کے پاس آکر مسلمان ہوا اور غازیوں میں
شریک ہوا اور حضرت نے نام اس کا عبداللہ رکھا تکملہ اس کا یہ ہے کہ
جس دن بالاکوٹ میں لڑائی واقع ہوئی اور سکھوں نے غازیوں پر یورش
کی تب وہ راجہ کرکے جو مشہور تھا ہتیار باندہے سب سکھوں کے آگے تھا اور
ادہر کی گولی اس کے لگی وہ وہیں مردار ہوا اور اس کے بعد ایک گولی
سکھوں کے طرف کی اس سکھ نومسلم کے لگی وہ اسی جگہ شہید ہوا تم لوگوں
نے یہ دونوں معاملے دیکھ کر کہ دیکھو تو کیا تقدیر الٰہی کا کارخانہ ہے کہ وہ
راجہ جو اتنی مدت سے حضرت امیر المومنین کی رفاقت میں اخیر انجام اس
کا یہ ہوا کہ کفار کے لشکر میں شریک ہو کر مارا گیا اور یہ سکھ نومسلم ہمیشہ
کفار میں رہا اور انجام اس کا یہ ہوا کہ اس دن آکر حضرت کے پاس مسلمان
ہوا اور اس وقت شہید ہوا انتہی **حکایت** میاں عبدالقیوم اور
کریم اللہ رہنے والے سوات کے اور میاں لعل محمد کہتے ہیں کہ ایک روز ایک
اسی ملک کا مسلمان حضرت علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر میں آیا غازیوں
کو معلوم ہوا کہ یہ سکھوں کے لشکر کا جاسوس ہے اُنہوں نے اس کا مُنہ کالا
اور خوب زد و کوب کر کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لے گئے اور عرض کی
کہ یہ سکھوں کا جاسوس ہے آپ کو اس کا منہ دیکھ کر یہ فعل
ناپسند آیا فرمایا کہ کسی کا کالا منہ نہ کیا کرو اگر ایسا ہی ذلت
دینی منظور ہے تو منہ میں آٹا لگا دیا کرو اور اس جاسوس سے فرمایا

کہ چھپ کر اور بھیس بدل کر کیوں لشکر میں جاسوسی کرتے ہو جب تم
کو کوئی شخص واسطے دریافت کسی امر کے بھیجے تب تم علانیہ ہمارے
پاس چلے آیا کرو تم سے کوئی مزاحم نہ ہوگا اور وہ حال ہم سے معلوم
کر کے چلے جایا کرو ہمارا تمام کارخانہ پروردگار کی مرضی پر موقوف ہے
ہم کسی کے آنے جانے سے نہیں اندیشہ کرتے ہیں اور پھر آپ نے اپنے لوگوں
سے فرمایا کہ ہمارا مہمان ہے اس کو ہمارے باورچیخانہ میں لیے جاؤ اور اس کو
اور کھانا کھلاؤ پھر لوگوں نے اس کو اس دن کھلا کر رکھا اور دوسرے روز
کھانا کھلا کر اور حضرت کی اجازت سے دو آدمی ساتھ کر دئے وہ با حفاظت
اس کو اپنی حد سے باہر نکال کر چلے آئے انتہی اب جاننا چاہئے کہ

شروع حال لڑائی بالاکوٹ کا یوں ہے میاں عبدالقیوم غائب
اور خدابخش رامپوری اور محمد امیر خاں قصوری وغیرہ ہم سب متفق ہو کر یوں
کہتے ہیں کہ لشکر شیر سنگھ سکھ کا سامنے بالاکوٹ کے دریا کے پار دو
ڈہائی کوس پر پڑا تھا اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے مجاہدین
پاک دین واسطے محافظت اور خبر کے کئی جگہ پہاڑوں پر متعین تھے
حال مفصل اس کا اول لکھا گیا ہے جہاں بڑی جمعیت سے لعل محمد
قندہاری کو متعین کیا تھا اور سردی بھی وہاں زیادہ تھی لوگوں
نے حضرت علیہ الرحمۃ سے صلاحاً عرض کی کہ ملا لعل محمد قندہاری

وہاں پہاڑ پر کئی روز سے متعین ہیں اور وہاں سردی بھی بہت ہے
سو اگر مناسب ہو تو آپ اُن کی بدلی بھیجیں اور ان کو یہاں بلوویں
حضرت علیہ الرحمۃ کو یہ صلاح پسند آئی اور فرمایا کہ بہتر ہے ان کی بدلی
بھیجی جاوے اور پہلے اس خبر کے واسطے ملا لعل محمد کے پاس ایک آدمی بھیجا
کہ تمہاری بدلی کی ہم نے تجویز کی ہے یہ خبر سنتے ہی اسی وقت ملا لعل محمد نے
وہاں سے آکر حضرت سے عرض کی کہ مجکو بدلی کرنی کسی طور منظور نہیں
ہے مجکو آپ وہیں رہنے دیجئے کیونکہ مجکو اپنے قندھاریوں پر خدا کی
طرف سے اعتماد ہے کہ وہ کسی طور سے حتی الامکان سکھوں کے مقابلہ
میں قصور نہ کرینگے اور نہ کسی طرح ان کے مکر و فریب میں آوینگے کہ شاید
کچھ لالچ دکھلا کر بلالیویں اور اگر دوسرے کسی کو آپ وہاں متعین فرماویں
اور وہاں کا اس سے با خوبی انتظام نہ ہو سکے اور معاملہ بگڑ جاوے
آپ نے فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم اپنے لوگوں سمیت ماشاء اللہ!
ایسے ہی حقانی اور ربانی اور مخلص صادق ہو اسی سبب سے یہ تدبیر ہم نے
کی ہے کہ ہمارے پاس رہو پھر حضرت نے مرزا احمد بیگ پنجابیوں کے
جمعدار کو ان کے لوگوں سمیت اپنے پاس بلالیا اور وہ مرزا صاحب موصوف
حقیقت میں رہنے والے بگھیرے کے ہے جو میان دوآب کے ہے کچھ
مدت وہ رنجیت سنگھ والی لاہور کے لشکر میں جمعدار تھے جب وہاں سے

چھوڑکر حضرت کے پاس آئے تب آپ نے اپنے لشکر کے لوگ جو پنجابی
تھے ان پر ان کو جمعدار کیا انتہیٰ پھر اسی روز وقت عصر کے حضرت بڑی
مسجد میں بیٹھے تھے اور وہ مسجد خام لکڑی اور مٹی سے پٹی تھی اور بالاکوٹ
کے بیچو بیچ میں واقع ہے سائبان دار کرسی بلند جنوبی دروازے کے آگے
میدان تھا طول اس کا تخمیناً نو ہاتھ کہ دو صف غازیوں کی بکشایش
تمام ہوتی تھیں اور عرض سائبان مسجد کا قریب چھ ہاتھ کا اور اس
سے شاہینوں کی گولی جانب کفار سے آتی تھی لڑکے لشکر اسلام کے
مثل علیم الدین برادر زادے مولوی امام الدین بنگالی اور حافظ الہٰی بخش
لکھنوی ہمشیرہ زادے نورخاں شہید اور لڑکا مرزا خان ولایتی کا
وغیرہم دوڑ دوڑ کر ان لوگوں کو اٹھاتے تھے اتنے ایک ملکی نے آکر خبردی
کہ آج سکھ لوگ اس پار اُترنے کو دریا پر لکڑی کا پل بنا رہے ہیں
یہ خبر سُن کر حضرت نے حبیب اللہ خاں سے کہا کہ اس دریا کے گھڑے پیر
تو ہمارے امان اللہ متعین ہیں سوائے اس کے اور بھی کوئی آنے کی راہ
ہے انھوں نے عرض کی کہ ہاں ایک اور بھی پگ ڈنڈی ہے جہاں مرزا احمد بیگ
کا پہرا ہے آپ نے پوچھا وہ رستہ سکھوں کو معلوم ہے خان موصوف
نے عرض کی کہ سکھوں کو تو معلوم نہیں مگر کوئی اس ملک کا بھیدی

طمع دنیا سے کچھ لے کر ان کو لاوے تو آ سکتے ہیں یہ سن کر آپ
نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پھر اس کے
اگلے روز اسی وقت مخبر نے آکر خبر دی کہ آج سکھوں کا لشکر اس
پار دریا کے اترتا ہے مگر ادھر نہیں آتا اور طرف جاتا ہے یہ خبر سن کر آپ
نے سن کر فرمایا خیر چاہیے لشکر ادھر آوے یا اور کہیں جاوے اللہ
تعالیٰ ہمارا حافظ و ناصر ہے پھر وہ لشکر شام تک نہ معلوم ہوا کہ
دریا اتر کر کہاں چلا گیا پھر اس کے اگلے روز اخیر وقت ظہر کے
مرزا احمد بیگ کے پہاڑ پر یکبار گی بندوقیں چلنے لگیں سب غازی ادھر
ہوشیار ہو گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو تو بندوقیں کیوں چلتی ہیں اسی اثنا میں
پہاڑوں پر جا بجا گوجر لوگ پکارنے لگے کہ سکھوں کا لشکر آ پہنچا
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جلد کچھ لوگ مرزا احمد بیگ
کی کمک کو جاویں اور ان کو وہاں سے ادھر لے آویں اور وہاں ان سے
مقابلہ نہ کریں پھر ابراہیم خاں خیر آبادی کو کہ نشان بردار تھے اور
ان کے جوڑی دار فرح اللہ شیدی تھے حکم ہوا کہ تم نشان لے کر
جاؤ محمد امیر خاں قصوری کہتے ہیں کہ قریب بیس آدمیوں کے ابراہیم
خاں کے ہمراہ گئے ایک ان میں نسگا خاں لشکر کے بارود ساز اور
ایک قاضی عبدالعزیز دکھنی اور میاں جی حسین علی بڑھانوی تھے اور

ایک میں تھا اور باقی صاحبوں کے نام یاد نہیں اکثر دے رہنے والے
اسی ملک کے تھے پھر ابراہیم خاں کے پیچھے حضرت نے سید اللہ نور شاہ
ولایتی کو ان کی جماعت سمیت روانہ فرمایا پھر ان کے پیچھے آپ نے ایک
اور نشان بھیجا اس کے ہمراہ بھی ولایتی لوگ تھے ان چاروں نشانوں
کے ہمراہ کچھ اوپر دوسو آدمی ہونگے کوئی پہر دن رہے ہم سب جاکر
مٹی کوٹ پر پہنچے اس میں ادہر سے مرزا احمد بیگ اپنی جماعت سے آپہنچے
اور کہنے لگے کہ اب آگے جاکر کیا کروگے وہاں تو سکھوں کا لشکر آگیا
پھر ہم سب ہجوم کر کے وہیں مٹی کوٹ پر ٹہر گئے اور اس وقت تھوڑا
تھوڑا پانی بھی برس رہا تھا اور رنگ بادل کا سرخ خوفناک معلوم
ہوتا تھا اور اکثر لوگ اس ملک کے کہتے تھے کہ ایسا رنگ ابر کا سرخ ہیبتناک
اور دن بخار آلودہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا خدا خیر کرے یہ کیا سبب
ہے پھر یہ بخار سرخ مائل خوفناک ہر روز پہلے سے تھا حکایت
میاں لعل محمد جگدیس پوری جو حضرت امیر المؤمنین علیہ الرحمۃ کے
باورچی خانے میں تھے بیان کرتے ہیں کہ قبل لڑائی کے جو کئی روز
سے سرخ بخار مانند کوہل چھا رہا تھا اور لوگوں کو ایک ہیبت
اور اداسی معلوم ہوتی تھی اور ویسا بخار کبھی دیکھا ہی نہ تھا

اس سبب سے ایک تعجب سا بھی معلوم ہوتا تھا انہیں روزوں میں
ایک روز عمر خاں بہلیہ دار رہنے والے موراںئیں کے اور چھ سات آدمی
اور آپس میں اسی بخار کا مذکور کر رہے تھے کہ یہ کیسا بخار سرخ کوہل
سا چھایا ہے جو کچھ جس کی رائے میں آتا تھا وہ اس کا سبب بیان
کرتا تھا مگر تسلی نہ ہوتی تھی پھر ان سب نے یہ حال قاضی علاء الدین
صاحب سے جا کر بیان کیا اور کہا اس کا حال حضرت علیہ الرحمۃ سے حل
کر پوچھ دو اُن سے ہماری تسلی ہو گی پھر قاضی صاحب ان سب کو اپنے
ہمراہ لے کر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گئے اور وہی حال عرض کیا وہ سُن
کر آپ کچھ دیر سکوت میں رہ گئے اور طرف آسمان کے دیکھنے لگے بعد اس
کے قاضی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اس سرخ بخار سے مجکو
یوں سمجھ پڑتا ہے کہ شاید کچھ لوگ مجاہدین ہمارے لشکر کے راہ خدا میں اپنی
جانیں صرف کر کے اپنی مراد دلی سے کامیاب ہونگے اور کوئی شخص تم
لوگوں میں تم سے جدا بھی ہو جاویگا آگے حقیقت اس کی اللہ تعالیٰ جانے یہ
جواب باصواب سُن کر سب اپنے اپنے ڈیرے پر چلے گئے پھر اس کے دوسرے
یا تیسرے دن لڑائی ہوئی اور وہی حضرت علیہ الرحمۃ کا فرمانا ظہور میں
آیا انتہیٰ پھر جب وقت عصر کا ہوا تب پہاڑ کے سر پر جا بجا سکھ بھی
نظر آنے لگے اور اُن کے سپید سپید کپڑے بھی جو مینہ بھیگے ہوئے

انھوں نے پھیلائے تھے ہم سب دیکھتے تھے اور حضرت کا بھی حکم
آیا کہ تم سب وہیں مٹی کوٹ میں ٹھہرے رہو اور باقی اور
توپخانہ وغیرہ سکھوں کا وہیں دریا کے پار اپنے مقام پر تھا سلطان
نجف خاں کو سپرد کر کے اپنے ساتھ لے کر شیر سنگھ پہاڑ پر آیا تھا
سو اسی روز گھڑی ڈیڑھ گھڑی دن رہے سلطان نجف خاں کا خط
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس آیا حاصل مضمون اس کا یہ تھا
کہ میں جو سکھوں کو اپنے ساتھ لایا ہوں سو فقط مظفر آباد کے واسطے لایا
ہوں آپ کے اوپر نہیں لایا ہوں آپ کا میں خیر خواہ اور خادم ہوں
اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ شیر سنگھ کو بسبب ہونے آپ کے بالاکوٹ
میں ارادہ لڑائی کا مصمم ہے اور اس کے ساتھ بارہ ہزار بندوق
ہے اگر آپ اس کا مقابلہ کر سکیں تو بالاکوٹ میں ٹھہریں نہیں تو بالاکوٹ
کو چھوڑ کر پچھلے پہاڑ پر جا بیٹھیں یہ اپنا سر مار کر چلا جاویگا اور دوسری
یہ ایک تدبیر ہے کہ شیر سنگھ آپ کی طرف صرف پیادوں کو اپنے ساتھ
لے گیا ہے اور باقی سب اسباب اور توپخانہ گھوڑے تمبو قنات
وغیرہ تھوڑے لوگوں سے یہاں مجکو سپرد کر گیا ہے سو آپ وہاں
سے اپنے سب لوگوں کو لے کر رات کو دریا کے اس پار چلے آویں
اور اپنے کچھ غازیوں کا چھاپا ہم لوگوں پر بھیجدیویں یہاں ہمارے

پاس کوئی ان سے مقابلہ کرنے والا نہیں ہے سب غازیوں کے
آتے ہی خوف جان سے بھاگ جاوینگے یہ تمام مال واسباب غازی
لوگ اپنے قبضہ میں کر لینگے اور میں بھی آپ کے غازیوں کا شریک
ہو جاؤنگا والا کل کے روز آپ کے اوپر دو طرف سے لڑائی پڑیگی
اُدہر سے شیر سنگہ آپ کا مقابلہ کریگا اور ادہر سے یہ لوگ بازینگے،
جو کچھ تدبیر کرنی ہو آج ہی رات کو کرلیں خیر خواہی سمجھ کر میں نے آپ کو
اطلاع کردی فقط ناصر خان اور حبیب اللہ خان اور کاگان کے سید
ضامن شاہ سوائے ان کے اور بہی بہت لوگ اس وقت حاضر تھے
سب کے سامنے وہ خط پڑھا گیا حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے
سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو تم سب نے یہ مضمون سُنا
اس میں تمہاری کیا صلاح ہے جو بات بہتر معلوم ہو ہم سے کہو ان
میں سے ناصر خاں نے عرض کی کہ حضرت اور بھائیوں کی طبیعت کا
حال تو مجھکو نہیں معلوم کہ وے کیا صلاح دیں مگر میری رائے ناقص
میں یہ آتا ہے کہ یہ خط جو سلطان نجف خاں نے بھیجا ہے فریب
سے خالی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ آپ کا مخلص صادق اور یار موافق
ہوتا تو جب لشکر مانگلے میں یا باشہرہ میں آیا تھا اس وقت یہ
خط بھیجتا تو البتہ قابل اعتماد کے ہوتا اور اب کہ لشکر سکھوں کا

سامنے پہاڑ پر چڑھ آیا اس وقت وہ اپنی دوستی اور خیر خواہی جتاتا
ہے یہ محض دغا اور فریب نظر آتا ہے اور حبیب اللہ خاں نے بعد اس کے
حضرت سے عرض کی کہ سلطان نجف خاں نے یہ خط آپ کو خواہ خیر خواہی
سمجھ کر بھیجا ہو یا فریب یہ ہم کو نہیں معلوم مگر جو کچھ لکھا ہے سچ ہے
بیشک دس بارہ ہزار بندوق ہمراہ شیر سنگھ کے ہے اور اگر آپ یہاں سے
اٹھ کر پچھلے پہاڑ پر چل کر بیٹھیں تو حقیقت میں اس کا زور کچھ نہ چلے
اور حیران ہو کر اور اپنا سر مار کر دو ایک روز میں مظفر آباد کو چلا جاویگا
اور یہ بھی سچ لکھا ہے کہ وقت مقابلے کے آگے لوگوں پر دو طرف سے
لڑائی پڑیگی یہ تو ہم سب آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس طرف پہاڑ
پر شیر سنگھ خود لئے ہوئے ہے اور دریا کے پار اُس کا توپخانہ ہے اور
جو یہ لکھا ہے کہ آپ اپنے غازیوں سے دریا کے اس پار چلے آویں اور کچھ
لوگوں کا چھاپا یہاں بھیجدیں اس میں بھی بظاہر کچھ فریب نہیں معلوم
ہوتا بلکہ یوں ہی مناسب نظر آتا ہے کہ اگر آپ وہاں چھاپا بھیجیں تو
کچھ عجب نہیں کہ ان کا توپخانہ اور مال و اسباب وغیرہ اپنے غازیوں
کے ہاتھ آجاوے اور پھر یہ سکھ جو پہاڑ پر ہیں بے لڑائی کے بھاگ
جاویں انتہیٰ حسن خاں صاحب عظیم آبادی جو ہمارے آقائے نامدار

دولتمدار کے سلاح خانے کے داروغہ ہیں کہتے ہیں کہ یہ تقریر حبیب اللہ
خاں کی سُن کر حضرت نے فرمایا کہ خان بھائی تم سچ کہتے ہو مگر اب
کفار کے ساتھ چوری سے لڑنا ہم کو منظور نہیں اسی بالاکوٹ کے نیچے
انشاء اللہ تعالیٰ اُن سے لڑینگے اسی میدان میں لاہور ہے اور اسی میں
جنت ہے اور جنت تو پروردگار نے ایسی عمدہ چیز بنائی ہے کہ ساری
دنیا کی ریاست اُس کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور میں تو یہ چاہتا
ہوں کہ تمام جہان سے عمدہ چیز ہو اس کو اپنے پروردگار کی نذر کرکے
اس کی رضامندی حاصل کروں اور اس اپنی جان کو اس کی راہ میں نثار
کرنے کو تو میں ایسا سمجھتا ہوں جیسے کوئی ایک تنکا توڑ کر پھینک دیتا ہے
انتہیٰ اور ناصر خاں اور حبیب اللہ خاں کے درمیان میں عداوت مدت سے
چلی آتی تھی اگرچہ حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو آپس میں ملا دیا تھا مگر
دل آپس میں صاف نہ تھے یہ گفتگو حبیب اللہ خاں کی سُن کر ناصر خاں
نے حضرت سے عرض کی کہ حبیب اللہ خاں غلط کہتا ہے آپ اُس کی بات کو
ہرگز نہ مانیں الغرض صلاح و مشورت میں قریب دو ڈھائی گھڑی
رات گئے اس وقت یہ بات ٹھہری کہ دریا کا پل توڑ کر وہاں سے غازیوں
کا پہرا اٹھالیا جاوے پھر یہی کیا گیا پھر بعد فراغ نماز عشا کے
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے ملا لعل محمد قندہاری سے فرمایا کہ بھلا تم

بستی کی اس نالے میں ہو کر اور پہاڑ کے اوپر جا کر سکھوں پر چھاپا
مار سکتے ہو انھوں نے عرض کی کہ ہاں کیوں نہیں مار سکتے مگر اس
شرط سے کہ آپ کو یہاں تنہا نہ چھوڑینگے اپنی جان کے ساتھ رکھیں گے
کیونکہ اتنے برسوں اس ملک میں رہ کر یہاں کے لوگوں کا حال خوب
سا دیکھ لیا نفاق دُور ہونا بہت مشکل ہے یہ لشکر جو سکھوں کا پہاڑ پر
آیا ہے ان کو بھی ملکی لوگ لائے ہیں والا ان کو کیا مجال تھی کہ آسکتے
یہ بات سن کر آپ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو حقیقت حال یہی ہے اتنے
برسوں ہم نے واسطے اس کار خیر کے طرح طرح کی کوشش و جانفشانی
کی اپنی دانست میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا ہندوستان اور خراسان اور
ترکستان میں اپنے خلفا روانہ کئے انھوں نے بھی حتی الامکان دعوت
جہاد فی سبیل اللہ میں کوتاہی نہ کی اور ہم بھی جہاں جہاں گئے وہاں کے
لوگوں کو ہر طور وعظ و نصیحت سے سمجھاتے رہے مگر کسی نے مگر کسی
نے ہمارا ساتھ نہ دیا سوائے تم غربا لوگوں کے بلکہ طرح طرح کا
ہم پر افترا کیا مگر مشیت الٰہی میں یوں ہی تھا سو اب ہمارے کاتب
بھی خطوط لکھتے لکھتے تھک گئے اور ہم بھیجتے بھیجتے تنگ ہو گئے اور
کچھ ظہور میں نہ آیا اب یہی خوب ہے کہ اپنے سب غازی بھائیوں
کو پہروں پر سے اپنے پاس بلوالیں کل صبح کو اسی بالاکوٹ

کے پیچھے ہمارا اور کفار کا میدان ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ہم عاجز بندوں کو
ان پر فتحیاب کیا تو پھر چل کر لاہور دیکھینگے اور جو شہید ہوئے تو ،
انشاء اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں چل کر عیش کرینگے اور بہی اسی
طور کے بہت سے کلام آپ نے فرمائے اس وقت تمام لوگ عالم
سکوت میں تھے کوئی کسی نوع کا چون وچرا نہ کرتا تھا پھر آپ نے
مٹی کوٹ وغیرہ کے سب غازیوں کو بلواکر اپنے پاس جمع کر لیا
اور سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو آج اس رات کو اپنے
پروردگار کے ساتھ کمال خلوص دل سے توبہ اور استغفار کرو اور
گناہوں کی آمرزش چاہو یہی وقت فرصت کا ہے کل صبح کو کفار سے
مقابلہ ہے خدا جانے کس کی شہادت ہے اور کون زندہ رہے انتہی
اور ہیئت بالاکوٹ اور مٹی کوٹ کی یوں ہے کہ مٹی کوٹ کی جانب
مشرق پتھر اور مٹی کا بلند ایک پشتہ ہے اس کی چوٹی سے نیچے تک
موضع بالاکوٹ آباد ہے جو نیچے والوں کی چھتیں ہیں وہی اوپر والوں
کے صحن ہیں اور اس کے مقابل کچھ فرق سے جانب مغرب مٹی کوٹ
ہے اس کی جڑ بھی مانند زینے کے ڈھالو تھی وہاں دہان لوئے
جاتے تھے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی اجازت سے اس ،
زمین میں پانی چشمے کا رات ہی کو چھڑوا دیا گیا کہ اگر کفار وہاں

آویں تو کیچڑ میں پھنس جاویں یا آسانی انشاء اللہ تعالیٰ ان کو
غازی لوگ مار لینگے اور بالاکوٹ میں تین مسجدیں تھیں ایک
مسجد بڑی تھی بستی کے بیچ میں جس میں حضرت علیہ الرحمۃ نماز
پڑھتے تھے اور ایک مسجد اور اس مسجد سے تھوڑی دور پر تھی
اور ایک مسجد بالاکوٹ کے نیچے اتار پر تھی سو حضرت علیہ الرحمۃ نے
رات ہی کو اپنے سب غازیوں سے فرمایا کہ جس کو جو کچھ لکڑی
یا پتھر دستیاب ہو وہ اپنے اپنے ٹھکانے پر واسطے لڑائی کے مورچے
بنالیویں پھر اپنے پاس سے سب کو رخصت کیا اسی وقت جا کر لوگوں
نے اپنے اپنے مورچے بستی کے کواڑ او تختے لکڑی پتھر لا کر
بنائے اور چوکی پہروں کا بندوبست کر کے سونے لگے اور ادہر
حضرت علیہ الرحمۃ مسجد سے اپنے ڈیرے پر تشریف لائے میاں
عبدالقیوم صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت آپ نے میاں عبداللہ نومسلم
ساکن ساکن دہلی سے جو آپ کے خادم تھے کھانا منگوایا اور تناول
فرمایا بعد اس کے آپ نے کپڑے اور ہتیار منگوائے لوگوں نے لاکر
حاضر کئے تین ازخالقین آپ کے پہننے کی تھیں ابرے ان کے سرخ
اور استر ان کے قاتسکاری پشمینہ بوٹی دار کے تھے اور باقی

اور کپڑے تھے سو ایک ارخالق ان میں اور ایک سپید پائجامہ
اور لنگی پشاوری اور پگڑی یہ چار کپڑے آپ نے منشی خواجہ محمد ا
حسین پوری کو بھیجے کہ کل فجر کو یہی کپڑے پہن کر مقابلہ کفار میں
چلیں اور ایک ارخالق اور پائجامہ اور پگڑی یہ تین کپڑے آپ
نے حکیم قمر الدین پھلتی کو کہ وہ بھی کل فجر کو یہی پوشاک پہنیں اور ایک
ارخالق ایک دستار کانگریزی اور ایک ٹیکا شالی کشمیری اور
پائجامہ سپید یہ چار کپڑے اپنے واسطے رکھے اور ہتیاروں میں سے
ایک تفنگچہ اور ایک چھری ولایتی اور ایک تلوار ہندوستانی اور کٹارہ یہ
چار ہتیار اپنے واسطے رکھے اور تمنچہ اور چھری قدیمی ہندوستان سے
لیتے گئے تھے مگر معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کس نے آپ کی نذر کیا
تھا اور تلوار ارباب بہرام خاں نے نذر کی تھی اور کٹارہ ہوتی مردان
کی لڑائی میں مال غنیمت میں آیا تھا بعد اس کے آپ نے اپنے پاس کے
لوگوں سے فرمایا کہ اب اپنے اپنے بستر پر جا کر سو رہو اور ہم بھی سوتے
ہیں پھر آپ آرام کرنے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ کا ہمیشہ سے معمول
تھا کہ پچھلی رات کو اٹھ کر نماز تہجد کی پڑھتے اور جناب الٰہی میں دعا کرتے
تھے مگر اس رات کا حال ہم کو معلوم نہیں کیونکہ ہم لوگ اپنے ڈیروں پر

تھے جو آپ کے پاس حاضر تھے ان کو معلوم ہوگا اور وہ اس طرح
سے وحشتناک تھے کہ بیان اس کا تقریر اور تحریر سے خارج ہے
کہ آسمان پر ابر بھی تھا اور بوندیاں بھی پڑتی تھیں اور شام سے صبح
تک تمام پہاڑی پرند جانور شور وغل کرتے تھے خود اس بستی کے
لوگ ہم سے کہتے تھے کہ ہمیشہ ہم نے ایک ایک رات اندھیری اور ابرناک
دیکھی مگر ایسی اداس اور خوفناک نہیں دیکھنے میں آئی کہ انجام اس کا
خدا جانے کیا ہوگا الغرض جب صبح صادق ہوئی مسجد میں اذان ہوئی
سب لوگ وضو کر کے مسلح آکر حاضر ہوئے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
بھی تشریف لائے اور سب کو نماز پڑھائی پھر اجازت دی کہ اپنی اپنی
جگہ پر جاکر ہوشیار رہو اور آپ بھی اپنے ڈیرے پر آکر وظیفہ میں مشغول
ہوئے پھر جب آفتاب نکلا تب نماز اشراق کی پڑھی پھر کچھ دیر کے
بعد وضو کر کے سرمہ لگایا اور ریش مبارک میں کنگھی کی اور سرمئی ،
ارخالق اور سفید پائجامہ پہن کر اور شالی ٹپکا اور کاکریزی
پگڑی باندھ کر اور تلوار اور چھری اور طمنچہ کٹار لگا کر مسجد کو چلے اس
وقت سکھ پہاڑ سے مٹی کوٹ کی طرف اترتے تھے لوگوں نے ان کی
طرف اشارہ کر کے آپ سے عرض کی کہ لشکر سکھوں کا پہاڑ سے
اترتا ہے آپ نے فرمایا کہ اترنے دو پھر آپ مسجد میں داخل ہوئے

اور اُس کے سائبان کے تلے بیٹھے پھر ایک ایک دو دو کر کے بہت غازی بھی وہیں آ کر جمع ہوئے اور آپ کی چھری اور تمنچہ کا دول سابری تھا ایک انگل کا چوڑا اور تلوار کا پرتلہ بھی سابری تھا کوئی ڈھائی انگل کا چوڑا اور اس کی چپراس نقرئی یا دامی تھی اور اس مسجد کی صورت یوں تھی کہ جو اس کا احاطہ تھا اس میں ایک دروازہ طرف جنوب کے تھا اور خاص مسجد میں ایک بڑا اور دروازہ طرف جنوب کے تھا اور ایک کھڑکی طرف قبلے کے تھی میاں الٰہی بخش صاحب مصطفیٰ آبادی عرف رامپوری جو اب ہمارے آقائے نامدار دولتمدار زاد اقبالہ کے توشکخانہ کے داروغہ ہیں کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ) مسجد کے سائبان کے تلے بیٹھے تھے اس وقت اپنے ڈیرے پر شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کہ حضرت کا توشکخانہ انھیں کی تحویل میں تھا مال و اسباب وغیرہ کی گٹھریاں باندھ رہے تھے مجھ سے اور نظام الدین اولیا سے کہا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کا معمول ہے کہ وقت مقابلہ دشمن سے اسباب اپنے توشکخانے کا کہیں محفوظ بمکان میں رکھوا دیتے ہیں سو تم جا کر میری طرف سے کئی باتیں عرض کر کے جلد جواب لا دو ایک یہ کہ یہ اسباب توشکخانے کا جہاں ارشاد ہو وہاں پہنچا دیا جاوے اور ایک یہ کہ چار پانچ آدمی جو بیمار ہیں ان کو کہاں لیجا کر رکھیں

اڑا ایک یہ کہ ساٹھ آدمی موضع کنسی ضلع ٹہکوٹ کے آپ کی مدد کو
آئے ہیں سو وہ گولی بارود مانگتے ہیں اور اپنے اکثر غازی بھائی گولی
بارود اور بندوق کے پتھر مانگتے ہیں جو ارشاد ہو وہ کیا جاوے انتہیٰ
پھر ہم دونوں آدمی مسجد میں گئے اور یہ تمام حال حضرت سے جدا جدا
عرض کیا آپ نے سب کے جواب میں فرمایا کہ کچھ حاجت نہیں یعنی مال
واسباب تو شکخانے کا جہاں ہے وہیں رہنے دو کہیں لیجانے اور
پہنچانے کی کچھ حاجت نہیں اور یوں ہی بیماروں کو بھی جہاں ہیں وہیں
رہنے دو اور جو لوگ گولی بارود مانگتے ہیں سو وہ بھی دینے کی کچھ حاجت
نہیں انتہیٰ اور کئی روز لڑائی کے پہلے سے اس نواح کی بستیوں کے
بیس پچیس لہار گنڈا سے اور شاہین کی گولی وغیرہ بنانے کو بلائے
گئے تھے سو اس وقت ان سب کہاروں نے بھی آکر عرض کی کہ اگر
اجازت ہو تو اس وقت ہم لوگ بھی ہتیار باندہ کر آپ کی خدمت میں
حاضر ہوں ان کو بھی آپ نے وہی جواب دیا کہ کچھ حاجت نہیں تم
جاکر اپنا کام کرو اور کچھ لوگ بالاکوٹ کے اور کچھ اس کی نواح
کی بستیوں کے بھی آئے تھے اور انھوں نے بھی عرض کی کہ ہم لوگ
آپ کی مدد اور کمک کو حاضر ہیں جو ارشاد ہو وہ بجالاویں ۔

ان کو بھی آپ نے وہی جواب دیا کہ کچھ حاجت نہیں اسی طور سے
فیلبان نے واسطے ہاتھی کے عرض کی کہ جہاں حکم ہو وہاں اس
کو پہنچا دوں اور باربرداری کے جو خچر تھے ان کے لئے بھی پوچھا گیا
اور جس چیز کی حفاظت کے لئے جس نے خیر خواہی سمجھ کر سوال
کیا سب کو وہی جواب دیا کہ کچھ حاجت نہیں گویا کہ آپ کو اس
لڑائی کا انجام کا معلوم تھا کہ یوں ہونا ہے واللہ اعلم محمد امیر خاں
قصوری سلمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
مسجد کے سائبان کے تلے بیٹھے اور ابراہیم خاں خیر آبادی کے پہلے
کے لوگ مسجد کے حجرے میں اُترے تھے ان میں ایک میں بھی تھا
اور باری باری ایک ایک آدمی کا پہرا ہم لوگوں میں سے حضرت
کے پاس رہتا تھا سو اس وقت میری باری تھی میں کمر باندہ کر
اور ہتیار لگا کر حضرت کے پاس جا کر حاضر ہوا اس وقت تمام لوگ
ہجوم کئے ہوئے وہاں موجود تھے اور ادہر پہاڑ سے سکھ لوگ
اُترتے تھے اور دو ضرب شاہین ان کی طرف چلتی تھیں کوئی
گولا ان کا مسجد کے اوپر سے نکل جاتا تھا اور کوئی مسجد کے دائیں
بائیں ہو کر گمر کسی آدمی کے نہیں لگتا تھا اور ہماری طرف کے مورچوں
سے بھی شاہین اور رہکلے چلتی تھیں مگر ایک مورچے کی

شاہنیں جو مسجد کے جنوب کی طرف تھا نہیں چلتی تھیں اور حضرت کی اجازت سے اس مورچے میں ایک سیاہ نشان بھی کھڑا کیا گیا پھر اپنے لوگوں نے سکھوں کی گولیوں کی جب حضرت سے شکایت کی تب آپ نے فرمایا کہ تم بھی مارو تب اس مورچے سے ہی شاہنیں سر ہونے لگیں اسی اثنا میں نور محمد جراح کسبت لئے ہوئے حضرت کے پاس آئے اور آپ کی لبیں کتریں اور داڑھی میں کنگھی کی اور اسی عرصہ میں اس مجمع کے اندر حبیب اللہ خاں کسی آدمی سے کہنے لگے کہ سکھوں کی جمعیت بہت ہے اور ہم لوگوں کی تھوڑی ان کے مقابلے کا طور کچھ میری طبیعت میں با خوبی جمتا نہیں ہے کہیں یہ آواز حضرت کے کان میں پہنچی آپ نے فرمایا حبیب اللہ خاں کیا باتیں کرتے ہیں کسی نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ سکھ بہت ہیں اور ہم لوگ تھوڑے ہیں سوان کے مقابلے کا طور میرے خیال میں باخوبی جمتا نہیں آپ نے خان موصوف کو بلا کر فرمایا کہ خان بھائی فتح اور شکست اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہے دیوے بہت لوگوں اور تھوڑوں پر موقوف نہیں ہے کبھی اللہ تعالیٰ تھوڑوں کو بہتوں پر غالب کر دیتا ہے اور کبھی بہتوں کو تھوڑوں پر اور ہم کو تو صرف اپنے پروردگار

کی رضامندی درکار ہے فتح اور شکست سے کچھ غرض نہیں
اس کی خوشنودی میں ہر صورت ہماری فتحمندی ہے آپ یہی
کلام کررہے تھے کہ اسی اثنا میں ملا لعل محمد قندہاری گھبرائے ہوئے
دوڑے آئے اور حضرت سے عرض کی کہ سکھ لوگ پہاڑ سے
اتر کر نزدیک آگئے ہیں آپ نے پوچھا کہ تم لوگوں کے مورچے
سے کتنی دور ہیں انھوں نے عرض کی کہ بندوق کی زد پر آپ
نے فرمایا کہ تم یہی جاکر اپنے اپنے مورچوں سے بندوقیں مارو اور
ان کو نزدیک آنے دو اور جبتک ہم نہ آویں تب تک ان
پر کوئی حلہ نہ کرے یہ جواب سن کر ملا لعل محمد اپنے مورچے پر
چلے گئے اور بعد کچھ دیر کے پھر آکر وہی عرض کی کہ اب سکھ
لوگ بہت نزدیک آگئے ہیں آپ نے پھر وہی فرمایا اور نزدیک
آنے دو یہ سن کر پھر وہ اپنے مورچوں میں گئے اور تیسری بار
بعد کچھ دیر کے پھر انھوں نے آکر وہی عرض کی اور کہا کہ اگر
اجازت ہو تو ہم لوگ ان پر حلہ کریں آپ نے پھر وہی جواب
دیا کہ بدون ہمارے تم کوئی حلہ نہ کرنا اور ان کو اور نزدیک
آنے دو یہ سن کر ملا لعل محمد تو اپنے مورچے کی طرف گئے اور ادہر

حضرت سائبان کے نیچے سے اُٹھے اور سب لوگوں سے فرمایا
کہ تم سب لوگ یہیں رہو ہم جاکر اکیلے دعا کرتے ہیں ہمارے
ساتھ کوئی نہ آوے پھر سب لوگ جہاں کے تہاں ہتیار باندھے
تیار کھڑے رہے اور حضرت اندر مسجد کے گئے اور دروازے کے
اور کھڑکی کے کواڑ بند کر لئے اور دعا میں مشغول ہوئے اُس
وقت میں اکیلا طرف اس کھڑکی کے جا کھڑا ہوا اور باقی سب
بڑے دروازے کی طرف رہے پھر بعد کچھ دیر کے یکایک کھڑکی
کھول کر آپ نے پوچھا کہ مجکو کسی نے آواز دی میں نے پھر یہی
عرض کی کہ ادہر سے کسی نے آپ کو نہیں پکارا الغرض تین بار آپ
نے کھڑکی کھول کر وہی پوچھا اور تینوں بار میں نے وہی جواب
دیا کہ ادہر سے آپ کو کسی نے نہیں پکارا اور یہی حال بڑے دروازے
کی طرف گذرا کہ ایک بار آپ نے دروازہ کھول کر پوچھا کہ مجکو
کسی نے آواز دی جیسے میں نے کہا تھا یوں ہی ادہر سے بھی لوگوں
نے عرض کی کہ اس طرف سے آپ کو کسی نے نہیں پکارا اور نہ
ہم لوگوں نے کسی کی آواز سنی بلکہ جب دوسری بار آپ نے
دروازہ کھول کر پوچھا اور وہی جوابِ بے علمی کا لوگوں سے پایا

شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کہتے ہیں کہ اس وقت میں دروازے
کے سامنے کھڑا تھا اس عرصہ میں کسی نے حضرت سے عرض کی
کہ اگر فلانے مورچے پر شاہین لگائی جاوے تو خوب کافروں کے
مارنے کا موقع ہے اور حضرت نے شاہین والوں سے فرمایا تھا
کہ جبتک فلانی نشانی ہماری تمہارے پاس کوئی نہ لے جاوے
تب تک تم کسی کو شاہین نہ دینا سو اس وقت نشانی دینی
موجود نہ تھی اور میں آپ کا کاروبار اٹھائے ہوئے تھا اور
آپ مجھ پر مہربانی بھی بہت کرتے تھے اور لشکر میں سب لوگ
مجھ کو جانتے تھے سو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم جاکر اس فلانے
مورچے سے شاہین لے کر آؤ یہ کہہ کر آپ نے کواڑ مسجد کے بند
کرلئے اور میں وہاں سے شاہین لینے گیا پھر جب میں ادھر سے
شاہین اٹھوالایا تو یہاں مسجد میں آپ کو نہ پایا آپ وہاں
سے نیچے کی مسجد میں تشریف لے گئے تھے اور سب لوگ آپ
کے پیچھے چلے جاتے تھے میں بھی سب کے ساتھ آپ کے پیچھے گیا،
انتہیٰ سید محمد خاں صاحب کہتے ہیں کہ جب شیخ ولی محمد صاحب
واسطے لینے شاہین کے گئے ادھر بعد کچھ دیر کے تیسری بار آپنے

کواڑ کھول کر وہی پکارنے کا سوال کیا اور لوگوں نے وہی جواب
اول کا دیا تب مسجد سے نکلے اور جلد باہر کو روانہ ہوئے اس
وقت ایک نشان سیاہ مسجد کے صحن میں کھڑا تھا کسی نے
واسطے لے چلنے اُس کے آپ سے اجازت چاہی آپ نے فرمایا کچھ
حاجت نہیں اس کو یہیں رہنے دو فقط ایک نشان ہمارا لے لیا
جاوے اور وہ نشان آپ کا مسمیٰ بہ صبغت اللہ کہ جو دادا سید
ابوالحسن کے پاس تھا ہمراہ لیا پھر آپ صحن مسجد سے نکل کر
نیچے بالاکوٹ سے اُترنے لگے آپ آگے تھے اور سب لوگ آپ کے
پیچھے تھے ایک مسجد جو نیچے اُتار پر تھی ایک مورچہ غازیوں کا اُس
میں بھی تھا آپ اس میں تشریف لے گئے آپ کے ہمراہی لوگ مسجد کا
ادب جان کر اپنے اپنے جوتے اُتارنے لگے حضرت نے فرمایا کہ یوں
ہی چلے آؤ جوتے پہنے ہوئے، اُتارنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ
اس میں سکھوں کی گولیاں بہت آتی تھیں چنانچہ وہاں کئی غازی
زخمی بھی ہوئے پھر سب لوگ جوتا پہنے ہوئے مسجد میں چلے گئے۔
اس وقت لڑائی کی صورت یوں تھی کہ دریا کے پار جو پل
غازیوں نے توڑ دیا تھا اِدھر سکھوں نے اپنے لشکر سے لا کر دو
ضرب توپیں لگائی تھیں ان کے گولے بھی ہم لوگوں پر آتے

تھے مگر اکثر مجاہدین بالاکوٹ ٹیکڑے کی آڑ میں تھے گولے ان
کے اوپر دائیں بائیں ہو کر نکل جاتے تھے اور ان توپوں کے جواب
میں ہماری طرف سے مرزا حسین بیگ رائے بریلوی دو ضرب
شاہین سر کرتے تھے اور ادہر مٹی کوٹ کی طرف سے سکھوں کی
گولیوں کی بارش ہو رہی تھی اور ہمارے مورچوں والے ان پر
بندوقیں مارتے تھے انتہی محمد امیر خاں قصوری کہتے
ہیں کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ بالاکوٹ کے نیچے کی مسجد میں تشریف
لے گئے وہاں سکھوں کی گولیاں مانند اولوں کے برستی تھیں اور کئی
آدمی زخمی ہوئے تب حضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ جلد تختے اور
کواڑ کی یہاں آڑیں بنالو پھر بعضے بعضے غازی بستی سے کواڑ
اتار لائے مگر آڑ بنانے کی نوبت نہ آئی کیونکہ اسی اثنا میں
حضرت علیہ الرحمۃ نے مسجد کے کونے کی آڑ میں کھڑے ہو کر طرف
سکھوں کے دیکھا اور فرمایا کہ قرابین والے اور لیتی بندوق
والے جو ہوں وہ ہمارے آگے چلیں پھر کوئی قدم قرابین اور
بندوق والے آگے ہونے پائے اس میں جلد آپ نے مسجد
سے باہر نکل کر اور تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور مانند شیر کے طرف
کفار ناہنجار کے چلے اور سب لوگ آپ کے پیچھے ہوئے اور

اور جورات کو کھیتوں کی کیاریوں میں پانی چشمہ کا چھوڑ دیا گیا
تھا کہ اس کی کیچڑ میں آن کر سکھ لوگ پھنس جاویں سو تقدیر
الٰہی سے کچھ ایسا موقع پڑا کہ اپنے ہی لوگوں کو اس کیچڑ میں چلنا
پڑا چنانچہ ایک جگہ اسی کیچڑ میں حضرت علیہ الرحمۃ کا پاؤں ٹخنوں
تک سما گیا بلکہ ایک جوتا وہیں رہ گیا اس کو لعل محمد جگدیس پوری نے
کیچڑ سے نکال کر حضرت کو پہنا دیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ لوگوں کے
ساتھ ملے چلے آگے نکل گئے اس ہجوم میں یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون
شخص کس طرف اور کہاں ہے پھر میں ایک پتھر کی آڑ میں ہو کر
سکھوں پر بندوق مارنے لگا مجھ سے تھوڑی دور پر مولوی نور محمد
صاحب نگرانوی کھڑے تھے ایک گولی اُن کے بازو میں آکر لگی،
انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے تو گولی لگی تم کو جو چیز میرے پاس
کی درکار ہو لے لو میرے پاس گولیاں کم تھیں چالیس پچاس جو گولیاں
ان کے ساز میں تھیں وہ میں نے نکال لیں پھر وہ میرے پاس سے
پیچھے کو چلے اس میں ایک گولی اور ان کے لگی وہ اسی جگہ پر بیٹھ گئے
پھر ان کا حال مجکو معلوم نہ ہوا کہ اسی جگہ شہید ہوئے یا اور جگہ
اور اس وقت آسمان صاف تھا نہ ابر تھا نہ غبار دھوپ پھیلی

ہوئی تھی مگر بسبب بارود کے دھوئیں کے اس طرح کی تاریکی تھی
کہ نزدیک کا آدمی مشکل پہچانا جاتا تھا اور سکھوں کی بندوقوں
کے کارتوس کے کاغذ یوں معلوم ہوتے تھے جیسے بیڑیاں،
اڑتی ہیں وہ وقت نہایت اداس اور خوفناک نظر آتا تھا
پھر سب مجاہدیوں نے بندوقیں اور قرابینیں گلے میں ڈال کر
تلواریں پکڑیں اور یکبارگی بآواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر حملہ آور
ہوئے اور یہاں تک مارا کہ وہ کفار نابنجار پسپا ہو کر سرگرداں
ہوئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اسی اثنا میں میرے پیچھے کی طرف سے
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رفل انگریزی کندھے سے لگائے ہوئے
آئے اور پوچھنے لگے کہ سید صاحب کہاں ہیں اور مولانا صاحب
کے سر میں گولی لگی تھی کنپٹی سے خون جاری تھا لوگوں نے کہا کہ
سید صاحب آگے ہیں پھر وہ آگے گئے پھر بعد کچھ دیر کے ابراہیم
خاں خیرآباد کے باپ حیات خاں اس طرف سے زخمی روتے
ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ مولانا صاحب شہید ہوئے اور اس
وقت لڑائی کا یہ رنگ تھا کہ تمام سکھ منہزم ہو کر پہاڑ
پر چڑھے جاتے تھے اور مجاہدین پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے

تھے اور سکھوں کی ٹانگیں پکڑ پکڑ کر کھینچتے تھے اور تلواریں
مار مار مردار کرتے تھے اور جانبین سے پتھر چلتے تھے اسی اثنا میں
اپنے لوگوں نے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو نہ نشان حضرت علیہ الرحمۃ
کا نظر پڑا اور نہ خود حضرت امیر المومنین نظر آئے تب تو سب متردد
ہو کے گھبرائے اور لڑنے بھڑنے سے سب سست ہو گئے مگر پھر بھی
کچھ غازی تو سکھوں کے مقابلے میں لڑتے رہے اور اکثر حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی تلاش میں جابجا لڑائی کے کھیت میں
پھرنے لگے یہ حال ان کے انتشار کا دیکھ کر ترم نواز نے خدا جانے
کیا بات ترم بجا کر کہی کہ یکبارگی وہ سکھ پہاڑ پر سے پھر پھرے
اور بندوقیں مارنے لگے اس قدر اول ہلہ میں لوگ شہید نہیں ہوئے
تھے جو کچھ اس وقت شہید ہوئے کیونکہ یہ تو حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ کی تلاش میں حیران اور پریشان تھے اور وہ کفار
نابکار گولیوں سے مارتے تھے پھر اسی حال پرملال کے اندر اپنے
لوگوں کی طرف سے آواز آئی کہ حضرت امیر المومنین زخمی ہیں
سو کوئی گوجر سستبنی کے نالے میں لئے جاتے ہیں اور اپنی لڑائی بالکل
شکست ہو گئی جو غازی شہید ہوئے سو ہوئے اور جو زندہ

رہے انھوں نے جس طرف سے موقع دیکھا اس طرف سے نکلنا
شروع کیا پہلے ایک طرف سے ایک غول ملکیوں کا نکلا میں نے
دیکھا کہ ان کے پیچھے پیچھے شیخ فتح علی عظیم آبادی مرحوم چلے جاتے
ہیں پھر ان کے پیچھے میں بھی روانہ ہوا مگر لڑائی کے کھیت کے باہر
سکھوں نے کسی کا پیچھا نہیں کیا جو نکلے سب سلامت نکل گئے انتہی

حافظ وجیہ الدین صاحب بانگیتی جو ہمارے آقائے
نامدار دولتمدار کے توشکخانہ میں عہدہ اہلکاری
سے سرفراز ہیں یوں کہتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین امام
المجاہدین علیہ الرحمۃ بالاکوٹ کے اوپر والی مسجد سے نیچے کی چھوٹی
مسجد میں تشریف لے گئے تھے وہاں کچھ دیر اس نیت سے ٹھہرے
کہ تمام سکھ پہاڑ سے اتر کر نیچے آلیویں تب یکبارگی ان پر حملہ
کرینگے اور اس مسجد میں سکھوں کی گولیاں مانند اولے کے برستی
تھیں اور کئی آدمی وہاں بھی زخمی بھی ہوئے اور شہید بھی ہوئے یہ
حال لوگوں نے حضرت سے عرض کیا اور اس وقت اپنے اپنے مورچوں
سے تو لڑ رہے تھے پھر حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ یکبارگی
مسجد سے با آواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے اس عرصہ

سے اس وقت آپ جاتے تھے جیسے شکار پر شیر جاتا ہے
اور تمام مجاہدین پاک دین آگے پیچھے آپ کے ہمراہ چلے جاتے
تھے پھر لڑائی کے کھیت میں جاکر دو دو چار چار جا بجا متفرق
ہو کر لڑنے لگے اور قرابینوں اور بندوقوں کی بھر ماری پر کفار
ناہنجار کو دھر لیا جو سکھ پہاڑ سے اُتر کر دہانوں کے کھیتوں
میں کیاریوں میں آئے تھے وہ پھر بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے
اور غازیوں نے مارتے مارتے پہاڑ کی جا خبر پکڑی اس میں بیشمار
کفار ناہنجار زخمی و مردار ہوئے اور اپنی طرف کے لوگ بھی بہت
زخمی اور شہید ہوئے میں اس وقت بندوق لگاتے لگاتے
ایک نالے پر جا پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ چند آدمیوں سے حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ قبلہ رو بیٹھے ہوئے بندوقیں چلا رہے ہیں
اور آپ کے قریب کئی لاشیں شہیدوں کی پڑی ہیں ایک تو
شیخ عبدالرؤف پھلتی کی لاش میں نے پہچانی اور دوسری شاہ
محمد کی لاش جو جماعت خاص میں تھے باقی اور وں کے نام یاد
نہیں اس وقت حضرت نے میرے روبرو اپنی داہنی چھاتی پر
بندوق جما کر فیر کی تو مجکو آپ کے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی

میں یا اُس کے پاس والی میں تازہ خون نظر آیا میں نے اپنے قیاس
سے معلوم کیا کہ شاید آپ کے مونڈھے میں گولی لگی ہے اسی کا
خون آپ کی انگلی میں بندوق چھاتی پر رکھنے کے وقت لگ گیا
ہے مگر یقینی اپنی آنکھ سے میں نے زخم نہیں دیکھا اور آپ کی جانب
چپ اسی نالے میں نشیب کی طرف چند قدم کے فاصلہ پر سلو
خاں دینی قرابینوں والوں کی جماعت لئے ہوئے بیٹھے تھے اور
آپ کی جانب راست اوپر کی طرف کوئی سو قدم کے فاصلہ سے
لعل محمد قندہاری کا نشان تھا سو اس وقت اس طرف سکھوں
کا غلبہ زیادہ تھا اس نشان کو نشان بردار نیچے کی طرف لئے
آتا تھا حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا
کہ ہلہ کرو میں نے چند قدم نیچے اُتر کر سلو خاں سے کہا کہ حضرت ا
فرماتے ہیں کہ ہلہ کرو انھوں نے کہا کہ لعل محمد قندہاری کا نشان
سکھوں کے غلبہ سے نیچے اُترا آتا ہے میں یہاں سے کیونکر ہلہ
کروں خیر وہ تو وہیں بیٹھے رہے میں وہاں سے اوپر پھر نیچے
لگا اور میری بندوق فیر کرتے کرتے آگ سے گرم ہو رہی
تھی اور اس وقت خالی بھی تھی رستے میں میں نے دیکھا کہ

تین سکھ میری طرف آتے ہیں میں نے خالی بندوق ان کی
طرف اٹھائی وہ مارے ڈر کے وہیں ٹھہر گئے پھر میں آگے بڑھا
اس اثنا میں ایک اور سکھ نے میرے اوپر نیزہ اٹھایا میں نے
اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا وہ بھی سکھ وہیں ٹھٹھک گیا اسی
عرصہ میں میرے بائیں پہلو میں کرکے اوپر گولی لگی اور دوسری طرف
سے صاف نکل گئی اور ادھر سکھ ہلہ کرکے پھر پہاڑ سے نیچے کھیت
کی کیاریوں میں آپہنچے پھر اور زخمیوں کے ساتھ میں اس لڑائی
کے کھیت سے باہر نکلا بعد اس کے وہاں کا حال مفصل معلوم نہ ہوا تھا
میاں عبدالقیوم صاحب جو حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے
باورچی خانے کے داروغہ تھے کہتے ہیں کہ حال جنگ بالاکوٹ
کا جو کچھ مجھکو یاد ہے وہ یہ ہے کہ جب چار یا پنج گھڑی دن چڑھے
حضرت امیرالمومنین امام المجاہدین علیہ الرحمۃ اپنے ڈیرے سے پوشاک
پہن اور ہتھیار باندھ کر طرف مسجد کے جس میں نماز پڑھا کرتے
تھے تشریف لے چلے اور ادھر پہاڑ سے طرف مٹی کوٹ کے سکھ
بھی کچھ کچھ اترنے لگے تھے یہ حال بعضوں نے حضرت سے عرض کی
کہ سکھ پہاڑ سے اُترتے تھے آپ نے فرمایا کہ مورچوں میں

ہمارے غازی بھائیوں کو یہ حکم پہنچا دیا جاوے کہ خبردار جب
تک ہمارے نشان کا ہلہ سکھوں پر جاتے ہوئے نہ دیکھیں
تب تک اپنے اپنے موریوں سے گولیاں ماریں کوئی ہلہ نہ کریں اور
جب ہمارے نشان کا ہلہ جاتے جاتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں
تب پھر ہماری اجازت کا انتظار نہ کریں بے تامل ہلہ کر دیں
پھر اسی وقت ہر مورچے میں یہ حکم تاکید مزید پہنچا یا گیا پھر
آپ صحن مسجد سے جا کر مسجد کے سائبان کے نیچے کھڑے ہوئے
اور مٹی کوٹ سے سکھوں کی گولیاں مسجد میں برابر چلی آتی تھیں
لوگوں نے حضرت سے عرض کی کہ یہاں گولیاں آتی ہیں آپ
کہیں آڑ میں بیٹھیں آپ نے فرمایا کہ یہاں اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ
کی حفاظت چاہئے پھر آپ مسجد کے حجرے کے دروازے پر جا
بیٹھے اسی اثنا میں ارباب بہرام خاں کے آدمی کے گھٹنے میں ایک
گولی ہلکی سی آکر لگی چمڑا نہیں ٹوٹا اوپر ہی رہ گئی یہ خبر حضرت
کو ہوئی آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے گھروں سے کواڑ تختے لا کر
کھڑے کر لیں ان کی آڑ میں لوگ بیٹھیں پھر ادہر تو لوگ تختے

کواڑ لاکر آڑ نیلانے لگے اور ادہر سلطان نجف خاں کا ایک خط حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اور پڑہا گیا اس کا یہی مضمون تھا جو پہلے خط
کا تھا یعنی میں آپ کی خیر خواہی سمجھ کر عرض کرتا ہوں مگر فریب سے نہیں
کہتا ہوں کہ سکھوں کی جمعیت بہت ہے اور آپ کے ہمراہ تھوڑی
لوگ ہیں اگر ظن غالب آپ جانتے ہوں کہ ان کا مقابلہ کر سکیں
تو بسم اللہ آپ لڑیں ہماری عین مراد ہے والا اب تک کچھ نہیں
حرج ہے آپ بالاکوٹ سے اٹھ کر پچھلے پہاڑ پر جا بیٹھیں وہاں
ان کا کچھ زور نہ چل سکیگا یا وہاں سے اٹھ کر دریا کے اس پار ہماری
طرف آپ چلے آویں مگر اس قدر قلیل جماعت سے آپ مقابلہ نہ کریں
انتہیٰ منشی خانہ کے سب لوگ وہیں حاضر تھے اس کا جواب لکھنے کو
کسی صاحب سے فرمایا نام اس کا یاد نہیں اور مضمون اس کا یوں بتایا
کہ دو قطعہ خط تمہارے دو بار کر کے ہمارے پاس آئے مضمون ان کا
معلوم ہوا فی الحقیقت تم نے ہماری خیر خواہی کی جو حق خیر خواہوں
کا ہوتا ہے وہ تم نے ادا کیا اللہ تعالیٰ تم کو خیر لئے خیر عطا کرے مگر
ادہر خلاصہ مطلب ہمارے کا یہ ہے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی
رضامندی منظور ہے تھوڑے بہت لوگوں کا اصلا خیال نہیں اور
نہ غیرت اسلام اس بات کو چاہتی ہے کہ مقابلہ کفار سے ہٹ جاویں

اب اسی بالاکوٹ کے میدان میں ہم لوگوں کے واسطے جو کچھ منظور الٰہی ہے وہ ہوگا انتہیٰ اور حضرت علیہ الرحمۃ کی مہر منشی محمدی انصاری کے پاس رہا کرتی تھی پھر جب یہ خط لکھا گیا تب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے منشی محمدی انصاری سے کہا اس خط کے جواب پر مہر کرکے مہر حضرت کو سپرد کردو اب اپنے پاس نہ رکھو مقابلہ لڑائی کا ہے خدا جانے کیا معاملہ ہو پھر انصاری ممدوح نے اس خط پر مہر کرکے وہ مہر حضرت علیہ الرحمۃ کے ارخالق کے خریطے میں ڈالدی اور وہ جواب اسی کے ہاتھ جو خط لایا تھا بھیجا گیا پھر کچھ دیر میں جب تمام سکھ پہاڑ سے اُتر کر مٹی کوٹ پر جمع ہوئے بلکہ وہاں سے بھی نیچے اُترنے لگے اور ہم سب مسجد سے ان کو دیکھتے تھے پھر یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا کہ سکھ پہاڑ سے مٹی کوٹ پر آکر جمع ہوئے ہیں اور وہاں سے بھی اُترتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مٹی کوٹ سے اُتر کر نیچے کھیتوں میں آنے دو پھر دیکھا جاوےگا پھر آپ اسی جگہ لیٹ گئے اور لکمیر آپ کے پاؤں دابنے لگا اسی اثنا میں معمور خاں لکھنوی آکر آپ کے پاس بیٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ اس وقت آپ اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیریں یہ بات سُن کر حضرت اُٹھ بیٹھے اور

اپنا دا ہنا ہاتھ خان ممدوح کے چہرے پر پھیرا وہ خوش ہوکر
وہاں سے اپنے مورچے میں گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے اٹھے
اور واسطے دعا کے مسجد میں داخل ہوئے اور کواڑ مسجد کے بند کر لئے
اور ہم سب لوگ وہیں صحن مسجد میں حاضر رہے پھر بعد کچھ دیر کے آپ
نے کواڑ کھول کر پوچھا کہ مجکو کس نے پکارا لوگوں نے عرض کی
کہ ادہر سے آپ کو کسی نے نہیں پکارا اور نہ ہم نے کسی کی آواز سنی
یہ جواب سن کر آپ نے پھر دروازہ بند کر لیا بعد کچھ دیر کے پھر کواڑ
کھول کر آپنے پوچھا کہ مجکو کسی نے پکارا پھر لوگوں نے وہی جواب
عرض کیا کہ ہم کو اصلا نہیں خبر کہ آپ کو کون پکارتا ہے حضرت پھر
کواڑ بند کر کے دعا میں مشغول ہوئے بعد کچھ دیر کے تیسری بار پھر
آپ نے کواڑ کھول کر لوگوں سے وہی سوال کیا اور سبنے وہی جواب
اول دیا تب آپ مسجد کے اندر سے صحن میں تشریف لائے اور
باہر کو چلنے لگے اس وقت مسجد میں تین نشان کھڑے تھے دو نشان
تو سیاہ ایک ابراہیم خاں خیرآبادی کا اور دوسرا دادا سید ابوالحسن
کا اور تیسرا سرخ اور سپید تھا ملکی لوگوں کا دادا سید ابوالحسن اور
ابراہیم خاں نے عرض کی کہ واسطے نشانوں کے کیا ارشاد ہے
آپ نے دادا ابوالحسن سے فرمایا کہ آپ نشان لے کر ہمارے

آگے ہوں اور ابراہیم خاں سے فرمایا کہ آپ مع نشان یہیں
مسجد میں رہیں اور تیسرے نشان کے لئے کسی نے ہتیں پوچھا پھر
دادا سید ابوالحسن اپنا نشان لے کر حضرت کے ہمراہ روانہ ہوئے
اور باقی دو نشان وہیں مسجد میں رہے اور حضرت علیہ الرحمۃ وہاں
سے نیچے کی مسجد میں تشریف لائے اور وہاں سکھوں کی گولیاں
مثال اولوں کے برستی تھیں کوئی آدھی گھڑی مسجد میں ٹھہر کر
دادا سید ابوالحسن سے فرمایا کہ نشان لے کر آگے چلو پھر باآواز
بلند تکبیر کہتے ہوئے آپ حملہ آور ہوئے اس وقت ارباب بہرام
خاں آپ کے آگے آگے گویا سپر بن کر چلتے تھے اور وہاں سے
پچیس تیس قدم کھیت میں ایک بڑا سا پتھر زمین سے نکلا ہوا
تھا اس کی آڑ میں آپ جا کر ٹھہرے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
نے کہا کہ جن غازیوں کے پاس قرابینیں ہیں وے اس وقت
حضرت کے پاس سے جدا نہ ہوں پھر سب قرابینچی حضرت کے
قریب مورچہ باندھ کر بیٹھے اور ادھر یہی مٹی کوٹ کے پہاڑ کی چوٹی سے
سکھوں نے ہم لوگوں سے پہلے حملہ کیا تھا اور ان کرکوہ کے کھیتوں
کی یہ صورت تھی جیسے پختہ تالاب کی سیڑھیاں کوئی اونچا چھاتی
تک بلند تھا اور کوئی کمر تک کوئی اس سے بھی کم اور اوپر سے

نیچے تک وہ البتہ چالیس پچاس چبوترے سے ہونگے ہم لوگ
وقت ہلہ کے ان پر چڑھ کر جاتے تھے اور سکھ اتر کر ہماری طرف
آتے تھے اور حضرت امیر المومنین اس پتھر مذکور کی آڑ میں استقامت
سے ٹھہرے تھے کہ جب سکھوں کا ہلہ بہت نزدیک آوے تب ایک
باڑہ قرابینوں کی مار کر تلوار سے لڑیں پھر حکمت الٰہی سے یوں ہی
معاملہ ہوا کہ جب ان کا ہلہ اوپر سے اترتے اترتے پندرہ بیس
قدم کے فاصلے پر آیا تب یکبارگی تکبیر کہہ کر ایک باڑہ بندوق
والوں نے ماری اور بعد ان کے دوسری باڑہ قرابینوں والوں نے
ماری ان دونوں باڑھوں میں بیشمار کفار ناہنجار واصل دالبوار ہوئے
اور باقی منہزم ہو کر اوپر کی طرف بھاگے اور ادہر سے غازیوں نے
اپنے اپنے ہتیار لے کر ان کا تعاقب کیا کوئی تلوار سے اور کوئی
گنڈاسے سے اور پتھروں سے اور کوئی بندوق وغیرہ سے ان کو
مارنے لگے بیشمار کفار کو غازیوں نے واصل دالبوار کیا اور باقی
بھاگتے بھاگتے پہاڑ کی جڑ میں جا پہنچے وہاں پہاڑ کے اوپر شیر سنگھ
سکھ افسر لشکر کا بیٹھا تھا جب اُس نے یہ حال ہزیمت مآل
اپنے لوگوں کا دیکھا اور کہنے لگا کہ ارے سکھو کہاں بھاگے
آتے ہو لاہور دور ہے اور اس وقت ریاپا لوگ بالاکوٹ کے

اپنا اپنا اسباب لئے ہوئے بھاگے جاتے تھے اس میں سکھوں کے
ترم نواز نے ترم بجایا اور اس کی آواز میں کچھ کہا اس کی آواز
سنتے ہی جو سکھ بھاگ کر پہاڑ کی جڑ میں گئے تھے وے پھر کر کے
طرف غازیوں کے وہیں سے بندوقوں کی باڑھیں مارنے لگے اور
اس وقت کچھ تو غازی ان کے مقابلہ میں رہے اور باقی سب اس
لڑائی کے کھیت میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو تلاش کرنے
لگے اور جس پتھر کی آڑ میں حضرت کو چند آدمیوں سے بیٹھا دیکھا
تھا وہاں آپ کو نہ پایا یہ سب تو حضرت کی تلاش میں متردد ادہر
ادہر پھرتے تھے اور ادُہر سے بندوقوں کی باڑھیں مارتے تھے
اس میں بہت مجاہدین پاک دین شہید ہوئے اور جو سکھ غول کے
غول پہاڑ پر چڑھے تھے انھوں نے ہم لوگوں کی داہنی اور بائیں
طرف سے آکر محاصرہ کیا اسی اثنا میں ایک آواز سب لوگوں نے
سنی تم غازیو یہاں کیا کرتے ہو حضرت امیر المومنین کو گوجر لوگ
ستبنی کے نالے میں ہو کر لئے جاتے ہیں یہ آواز سنتے ہی غازی اس
کھیت سے باہر نکلنے لگے جو حضرت امیر المومنین کے ساتھ بلہ میں
تھے ان میں سے شاید کوئی بچے ہوں اور باقی سب شہید ہوئے
اور جو غازی ادہر ادُہر دور تھے ان میں سے اکثر بچ کر سلامت

نکل گئے اور جانب شمال کنارے دریا کے دامن کوہ میں پہنچے
اس وقت سکھوں نے بالاکوٹ کو آکر گھیرا اور وہاں کے گھروں
میں آگ لگادی اور جو غازی بیمار اپنے اپنے بیر رہ گئے تھے ان
کو جاکر شہید کیا ان میں سے بعضے غازی سکھوں سے مقابلہ کر کے
اور ایک دو کو مار کر شہید ہوئے اور بعضے غازی جو بہت بیمار تھے
وہ اپنے بستر پر شہید کئے گئے اُس وقت میں لڑائی کے کھیت
سے چند غازیوں کے ساتھ نکل کر جانب شمال پہاڑ کے نکڑ کے
قریب پہنچا وہاں تین رستے تھے ایک پہاڑ کے دائیں جس میں ہم
لوگ تھے اور ایک پہاڑ کی بائیں طرف اور ایک پہاڑ کے اوپر
ہو کر ایک ڈنڈی تھی اس پہاڑ کے سر پر دو گوجر کھڑے ہوئے
ہم لوگوں کو دیکھ کر بآواز بلند کہنے لگے کہ غازیو ہمارا اسان نہ ہوتا
تمہارے سید بادشاہ کو رستے لڑائی کے کھیت سے سلامت
نکال کر گوجر لوگ اس پہاڑ کے بائیں رستے میں لے گئے ہیں
جدھر تم جاتے ہو ادھر ہی چلے جاؤ آگے وہ ہی رستہ اس میں ملا
ہے وہاں سید بادشاہ تم کو مل جاوینگے اور اس وقت میرا
یہ حال تھا کہ حضرت کی جدائی غم اور اندوہ سے قدم اٹھانا

زمین سے دشوار تھا اور میرے پیچھے تھوڑی دور پر سکھ لوگ
غازیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرتے تھے پھر تو وہ آواز گوجروں
کی سن کر ہم تمام تشاش اور مطمئن ہو گئے کہ الحمدللہ ہمارے حضرت تو
سلامت ہیں پھر ہم سب وہاں سے آگے چلے پہاڑ کی آڑ میں ایک
چشمہ تھا اس کے قریب پہنچے وہاں اور بھی غازی جو ہم لوگوں سے
آگے پہنچے تھے چشمے پر جمع تھے ان میں سے ایک آدمی اسی ملک کا
ننگی تلوار لئے ہوئے لوگوں کو روک کر کہتا تھا کہ تم لوگ لڑائی
کے کھیت میں اپنے امام کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو اور کس کے پاس
جاتے ہو مناسب ہے کہ سب مل کر ایک حملہ سکھوں پر اور کرو اگر
اللہ تعالیٰ نے فتحیاب کیا تو فھو المراد اور نہیں تو جہاں اور اپنے لوگ
شہید ہوئے تم بھی شہید ہو جاؤ ہمارے ساتھ والوں نے کہا کہ
بھائی صاحب ابھی ہم لوگ اس پہاڑ کے نکڑ پر اپنے کانوں سے
سن کر آتے ہیں کہ دو گوجر پہاڑ پر سے پکار کر کہتے تھے کہ غازی
بھائیو ہراساں نہ ہو تا سید بادشاہ سلامت ہیں گوجر لوگ اس
پہاڑ کے بائیں رستے میں لڑائی کے کھیت سے نکال کر لے گئے ہیں
یہ خبر سن کر وہ شخص خاموش ہو رہا اور تمام لوگ جو وہاں تھے تازہ

دل ہو گئے پھر ہم لوگ بھی جا کر انھیں سب غازیوں میں ا
شریک ہوئے اور اس چشمہ میں وضو کر کے نماز ظہر کی پڑھی اور
کچھ دیر ٹھہرے **میاں حفیظ اللہ صاحب دینی**
کہتے ہیں کہ جس دن لڑائی بالاکوٹ میں واقع ہوئی اس کی رات
کو شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کی جماعت میں جس میں میں تھا یہ حکم حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا آیا کہ آج رات ہی کو اپنے اپنے مورچوں کی
تدبیر بالاکوٹ میں کر لو کل صبح کو یہیں لڑائی ہوگی یہ خبر سن کر ہماری
جماعت کے سب غازیوں نے کہ ساٹھ ستر آدمی ہونگے رات ہی کو
بستی سے کواڑ اور تختے لے کر کچھ کچھ درستی مورچوں کی کر لی تھی اور
کچھ دستے باقی تھے پھر جب صبح ہوئی اور آفتاب نکلا اور سکھ پہاڑ
سے مٹی کوٹ کے نیچے اُترنے لگے اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
کا دوسرا حکم آیا کہ شیخ صاحب موصوف کی جماعت کے غازی ،
بالاکوٹ سے نیچے اتر کر بستی کے نالے کے قریب مورچے لگا دیں
یہ حکم سن کر شیخ ولی محمد صاحب نے ہم لوگوں کو وہاں بھیجا ہم
سب نے وہاں جا کر اپنے اپنے مورچے نالہ مذکور میں قائم کئے
اور جانبین سے بندوقیں چلنی شروع ہوئیں اس میں کئی ہزار
سکھ پہاڑ کی جڑ میں اُتر کر جمع ہوئے اور دن قریب پہر سوا

پھر کے آیا اور ہم لوگوں کو خیال بھی تھا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
حملہ کرینگے بعض لوگوں نے ہمارے کہا کہ ان پر حملہ کرو اگرچہ ہم لوگوں
سے بہت ہیں مگر ابھی سکھ نہیں نیچے اُترے ہیں اس کے جواب میں
بعضوں نے کہا کہ بے حکم حضرت امیر المومنین کے حملہ کرنا مناسب نہیں
یہیں سے بندوقیں مارو اور ان کو بھی جراءت نہیں پڑتی تھی کہ ہم
لوگوں پر حملہ کر کے آویں اگرچہ بہ نسبت ان کے ہم بہت ہی قلیل تھے
اسی اثنا میں ہم لوگوں کے پیچھے سے یکبارگی ایک آواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر
سنائی دی ہم سب نے پیچھے پھر کر دیکھا کہ ایک غول غازیوں کا چلا
آتا ہے معلوم ہوا کہ خود حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے حملہ کر دیا
پھر ہمارے سب لوگ حملہ کر کے حضرت کی طرف چلے اور مجھکو چند
روز پہلے سے بخار آتا تھا اس سبب سے میں پیچھے رہ گیا اور میری
جماعت کے سب لوگ آگے بڑھ گئے آہستہ آہستہ میں بھی ان کے
پیچھے چلا جاتا تھا ایک دھانوں کے کھیت میں میں نے دیکھا کہ مولانا محمد
اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے بندوق لگا رہے ہیں میں نے دور ہی سے
پکار کر پوچھا کہ مولانا صاحب حضرت امیر المومنین کہاں ہیں انھوں
نے کہا کہ شور نہ کرو سکھ سنتے ہیں حضرت آگے نالے میں ہیں وہیں
چلے جاؤ پھر میں وہاں گیا تو دیکھا حضرت علیہ الرحمۃ ایک ہاتھ میں

تلوار اور دوسرے میں بندوق پکڑے قبلہ رخ نالے میں بیٹھے ہیں
اور ایک طرف آپ کے قریب پچیس تیس غازی صف باندھے آڑ
میں بیٹھے ہوئے بندوقیں لگا رہے ہیں میں بھی انھیں میں جا بیٹھا
اور بندوق بھر بھر کر مارنے لگا اس میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ بھائیو ان موذیوں کو تاک تاک کر گولیاں مارو پھر میں نے
اپنی بندوق بھری اور سر اٹھا کر چاہا کہ نشانہ باندھ کر بندوق ماروں
اسی اثنا میں سکھوں کی طرف سے تیر آکر میری بائیں آنکھ کے تلے لگا
اور بھال اس کی دوسری طرف پار ہو گئی میں سر جھکا کر بیٹھ گیا اور
اس تیر کو کھینچ کر ڈال دیا میری داہنی طرف میاں جی چشتی بیٹھے
تھے اور ان کے پاس نور بخش جراح شاملی والے ہیں نے میاں جی چشتی
صاحب سے کہا کہ میرے تو آنکھ کے نیچے تیر لگا میری آنکھ بند
ہو گئی نور بخش سے کہو کہ میرا زخم باندھ دو میاں جی صاحب نے
کہا کہ یہ وقت زخم باندھنے کا نہیں پیچھے پنچکیوں پر سایہ دار
درخت ہیں تم وہاں جا کر بیٹھو میں اپنے ہتیار باندھے ہوئے وہاں
سے اٹھا اور پنچکیوں کی طرف چلا کوئی تیس چالیس قدم گیا
ہونگا اس میں پیچھے سے ایک آواز سنائی دی کہ حضرت امیر المومنین
تو گئے اب چلو پھر میں تھوڑی دور جدھر جاتا تھا چلا وہاں

لگے چلو حضرت امیر المومنین جہاں تھے وہیں ہیں میں نے اُن سے
کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلو نگا اُنھوں نے کہا کہ تم زخمی ہو
تم کو جانا ضرورت نہیں اس لئے کہ شاید حضرت علیہ الرحمۃ وہاں نہ ملیں
تو پھر تمہارا آنا وہاں سے دشوار ہوگا اس میں پیچھے سے کچھ لوگ اور
بھی آئے انھوں نے بھی کہا کہ حضرت تو گئے وہاں جاکر کیا کروگے
تو پھر بھی تین چار آدمیوں نے نہ مانا اور کہا ہم تو جاتے ہیں پھر وے
چلے گئے باقی ہم سب بھکلوں کی طرف گئے وہاں جاکر سائے میں ایک
درخت کے بیٹھ گیا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ سب لوگ تو چلے ہیں تم
یہاں بیٹھ کر کیا کروگے لڑائی تو شکست ہو گئی حضرت امیر المومنین
کے ایک سید لشکر بھی فیلبان تھے وے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ
وہاں سے لے گئے اور جہاں لوگ لڑائی کے کھیت سے نکل کر جمع ہوئے
تھے ان میں جاکر شامل ہوئے انتہیٰ **الٰہی بخش صاحب رامپوری**
جو ہمارے آقائے نامدار دولتمدار کے توشہ خانے کے داروغہ
ہیں کہتے ہیں کہ جنگ بالاکوٹ کے ایک دن پہلے آسمان پر سرخ غبار
سا چھایا ہوا تھا اس دن کوئی ڈیڑھ پہر دن چڑھے حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ نے نظام الدین اولیا سے اور مجھ سے فرمایا کہ تم دونوں ندی
کے پل پر جاؤ اور اپنی ہوشیاری اور خبرداری سے رہو پھر جب ہمارا

جو حکم تمہارے پاس جاوے وہ عمل میں لانا انتہیٰ اور اس پل پر
کئی روز آگے سے رات کو ایک پہرہ مولوی احمد اللہ صاحب ناگپوری
کی جماعت کا رہا کرتا تھا اور سکھوں کی فوج شقاوت موج مٹی کوٹ
کے پہاڑ پر پڑی ہوئی تھی پھر ہم دونوں آدمی اس پل پر گئے اور
ٹھہرے نظام الدین اولیا نے وہاں مجھ سے کہا کہ میں نے اس بات
کا کئی بار تجربہ کیا ہے کہ جب کبھی کوئی لڑائی پیش ہوئی اور میں نے
جناب الٰہی میں دعا کی تو ضرور ایک نوع کی تسکین اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ہو گئی مگر یہ جو حادثہ سکھوں کا پیش ہے واسطے اس کے کئی بار
میں نے مراقبہ بھی کیا اور دعا بھی کی کچھ اثر تسکین کا دل میں نہ پایا
گیا خدا جانے اس کا انجام کیونکر ہوگا انتہیٰ پھر جب رات ہوئی تب
دس بارہ غازی مولوی احمد اللہ صاحب کی جماعت کے اور کچھ غازی
شیخ ولی محمد صاحب کی جماعت کے جس میں ہم دونوں تھے واسطے
حفاظت پل کے اور آئے پھر ہم سب مل کر رات بھر وہیں رہے صبح
کو آفتاب نکلتے ہی خرچہ کے شیخ نصر اللہ اور سلو خاں دینی آئے اور
یہ حکم لائے کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ وہاں
رہنا کچھ ضرور نہیں پل توڑ کر سب بھائی اپنے اپنے ڈیرے پر چلے
آویں کئی لکڑیوں کا وہ پل تھا اسی وقت اس کو توڑ کر ہم سب اپنے

اپنے ڈیرے پر چلے گئے کھانا پکا ہوا تیار تھا یہ صلاح ٹھہری کہ سب یوں
ہی کمریں باندھے ہوئے کھانا کھالیویں پھر جہاں حکم حضرت امیرالمومنین (
علیہ الرحمۃ) کا ہو وہاں چلیں ہماری جماعت میں پٹیالے کے ضلع کے
ایک سید چراغ علی تھے اس وقت وہ اپنی جلدی کھیر دیگچی میں
پکا رہے تھے اور قرابین ان کے کندھے میں پڑی ہوئی تھی اور سکھ
مٹی کوٹ سے نیچے اُتر رہے تھے وہ اپنی کھیر بھی چمچہ سے چلاتے جاتے
تھے اور سکھوں کی طرف بھی دیکھتے تھے اور اُس وقت ان پر ایک اور
ہی حالت واقع تھی یکبارگی آسمان کی طرف دیکھ کر بولے کہ وہ دیکھو
ایک حور کپڑے پہنے ہوئے چلی آتی ہے کچھ دیر کے بعد پھر کہنے لگے کہ
دیکھو ایک حور سوہے پوشاک پہنے ہوئے آتی ہے یہ کہہ کر وہ چمچہ
دیگچی پر دے مارا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ اب تمہارے
ہی ہاتھ کا کھانا کھاوینگے طرف سکھوں کے روانہ ہوئے کتنا ہی لوگ
کہتے رہے کہ میر صاحب ٹھہر جاؤ ہم بھی چلینگے انھوں نے کسی کے کہنے پر
خیال نہ کیا اور جاتے ہی سکھوں کے مجمع میں گھس گئے اور وہاں داد
جوانمردی کی دے کر شہید ہوئے اور ابھی سب غازی بالاکوٹ ہی
میں ہیں سب کے پہلے انھیں نے پیش قدمی کی پھر ہم لوگوں پر حضرت
امیرالمومنین (علیہ الرحمۃ) کا حکم آیا کہ مورچوں میں جاؤ ہم سب وہاں

سے روانہ ہوئے جب پنیحے کی مسجد کے قریب پہنچے وہاں مولانا
محمد اسمٰعیل صاحب کا حکم ہم لوگوں پر پہنچا کہ ملالعل محمد قندہاری کی
جماعت کے مورچے ستبنی کے نالے کے کنارے ہیں تم ان کے بائیں طرف
جاکر مورچے قائم کرو پھر ہم سب نے موافق حکم کے وہاں جاکر
مورچے لگائے پھر حبیب اللہ خاں اور ناصر خاں نے اپنے اپنے لوگوں
کے مورچے ہماری پشت پر قائم کئے اور دن کچھ پہر سے زیادہ آیا
اور سکھ بندوقوں کی باڑہیں مارتے ہوئے پہاڑ سے اُترتے چلے آتے
تھے اور ہماری طرف سے بھی بندوقیں چلتی تھیں اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
لوگوں سے بائیں طرف سو سوا سو قدم کے فاصلہ پر بالاکوٹ سے اُتر
کر ٹھہرے اسی اثنا میں جانب شمال سے دس بارہ گوجر کمل پوش
آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ سید بادشاہ کہاں ہیں میں نے کہا کہ
کیا کام ہے اُنھوں نے کہا کہ ہم ملاقات کو آئے ہیں میں نے ہاتھ
سے اشارہ کرکے کہا کہ حضرت ان لوگوں میں ہیں پھر وہ سب حضرت
کی طرف چلے گئے نظام الدین اولیا نے مجھ سے کہا کہ گوجر تو وہ معلوم
ہوتے ہیں جو اس دن سچوں سے آتے ہوئے پہاڑ پر رات کو
حضرت کے پاس اسی لباس سے دعوت کا کھانا لے کر آئے تھے
میں نے کہا کہ کیا عجب ہے وہی ہوں پھر اس کے تھوڑی دیر کے

بعد ایک شور ہوا کہ حضرت امیر المومنین نے حملہ کر دیا پھر ہم سب
اپنے اپنے مورچوں سے حملہ کر کے اسی طرف دوڑے اور لوگ ہمارے
تو آگے بڑھ گئے میں ایک طرف اکیلا رہ گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ
تیس پینتیس سکھ ننگی تلواریں لئے ہوئے میری طرف چلے آتے ہیں،
اس وقت میری بندوق میں دو گولیاں اور بیس گرابیں بھری ہوئی
تھیں پھر وہ سکھ میرے قریب آئے تب میں نے ان پر اپنی بندوق
سر کی غذ جانے کے ان میں زخمی ہوئے اور مردار ہوئے اور کس قدر
ان میں پراگندگی پڑی کہ وہاں سے بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے بعد اسکے
ایک اور سوار سکھوں کا سپید ریش سبزے گھوڑے پر سوار زریفت کا
پرتلہ گلے میں پڑا ہوا اور جامہ پہنے ہوئے حملہ کر کے مجھ پر آیا اور میں
نے بندوق کی بھر ماری شروع کی پانچ چھ فیر کئے مگر تقدیر الٰہی سے
ایک بھی گولی اس کے نہ لگی اور وہ مجھ پر اپنا ایک ہاتھ دہرے ہوئے
میری طرف دیکھتا رہا پھر وہاں سے گھوڑا پھیر کر پہاڑ کی آڑ میں
چلا گیا میں نے فرصت پا کر اپنے پیچھے نگاہ کی کیا دیکھتا ہوں کہ تمام
ملکی لوگ بھاگے جاتے ہیں ملا لعل محمد قندھاری کا نشان بھی انھیں کے
ساتھ ہے اور ناصر خاں کے ایک ہاتھ میں گولی لگی ان کے لوگوں
نے خچر لا کر کہا کہ خان اس پر سوار ہو کر پیچھے چلو وہ ایک نہیں ملتے تھے اور آگے

بڑہنے کا ارادہ کرتے تھے بلکہ کچھ دور وہاں سے آگے بڑہے بہی اس
میں ایک اور گولی دوسرے ہاتھ میں لگی پھر بڑور لوگ انکو خچر پر چڑہا
کر وہاں سے لے گئے اس میں غازیوں کا دوسرا ہلہ ہوا اور تمام سکھ
بھاگے پہاڑ کی چوٹی تک جو سکھ تھے سب کے منہ پھر گئے اور میں بہی
جا کر ہلہ میں شریک ہوا اور مارتے مارتے ان کو بسپا ہونگا یا کہ وے تو
پہاڑ پر چڑھ گئے اور ہم لوگوں نے جا کر پہاڑ کی جڑ پکڑی اسی اثنا میں حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے مورچے کی طرف سے قصبہ نوتنی کے حافظ
عبد اللطیف صاحب آبدیدہ امیر المومنین کہاں ہیں امیر المومنین کہتے ہوئے ہم لوگوں
کے قریب آئے میں نے کہا کہ مجکو نہیں معلوم پھر وے یہی کہتے ہوئے ستھنی
کے نالے کی طرف چلے گئے پھر میں نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین کے مورچے
کی طرف بڑا ہجوم ہے اور تلوار چل رہی ہے پھر میں وہاں سے اس طرف
چلا گیا دیکھتا ہوں کہ اس ہجوم سے نکل کر موضع ایلیا کے حافظ
عبد اللہ چلے آتے ہیں اور میرے قریب آ کر پوچھنے لگے کہ امیر المومنین
کدہر گئے میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تو نہیں مگر گمان ہے کہ اسی ہجوم
میں ہونگے یہ سنکر پھر وے اس طرف پھرے اور جاتے ہی اس
ہجوم میں گھس گئے پھر شیخ ولی محمد صاحب پہلتی مجکو ملے اور وہ بہی

حضرت امیر المومنین کو مجھ سے پوچھنے لگے ان سے میں نے کہا کہ میں نے
تو نہیں دیکھا مگر احتمال ہے کہ اسی ہجوم میں جہاں تلوار چل رہی ہے
ہونگے اور خدا جانے کس وقت میرے داہنے بازو میں گولی لگی اصلا
اس کا پتہ نہ معلوم ہوا مگر اس وقت جب شیخ ولی محمد صاحب سے
باتیں کرنے لگا اور ہاتھ میرا اوپر نہ اُٹھا تب معلوم ہوا کہ گولی
لگی ہے میں نے ان سے کہا اُنھوں نے اپنی پگڑی پھاڑ کر اور دونوں
سروں میں گرہ دے کر میرے گلے میں ڈال دی میں نے اس پر ہاتھ
رکھ لیا پھر وے جس طرف سے آئے تھے اسی طرف پھر گئے اور
میں اپنے پیچھے کی طرف لوٹا اور اس وقت تمام اپنے لوگ بیقرار
حضرت امیر المومنین کی تلاش میں سو سو مارے مارے پھرتے تھے
اسی اثنا میں سکھوں کے ترم نواز نے ترم بجایا اور کچھ اس کی آواز
میں کہا اس کو سُن کر تمام سکھ بندوقوں کی باڑ سر کرتے ہوئے
پہاڑ سے نیچے کی طرف پھرے اس وقت ان کے کارتوسوں کے
کاغذ ایسے اُڑتے تھے جیسے ٹڈیاں اور گولیوں کا مینہ سا برستا
تھا اور لڑائی کے کھیت میں بسبب دھوئیں کے تاریکی چھا گئی اور
ادہر سے سکھ حملہ کرکے چلے اور ادہر سے مجاہدین پھر وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے
اور تلوار چلنے لگی میں نے وہاں سے نکلنے کا قصد کیا اس وقت بالاکوٹ

پر جو میری نگاہ پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھروں میں آگ لگ رہی
اور ایک لوٹ مچی ہے پھر میں وہاں سے طرف شمال کے چلا آگے کچھ
دور پر دیکھا کہ سکھوں کی قطار لگی ہے بالاکوٹ کو چلی جاتی ہے پھر
مجکو دیکھ کر وہ رک رہے مگر کوئی مزاحم مجھسے نہ ہوا جب میں وہاں
سے آگے بڑھا تب پھر وے جاتے لگے جب میں پہاڑ کے درے کے
منہ پر پہنچا تو یہ آواز سنی کہ گوجر لوگ پکار رہے ہیں کہ ہندوستانیو
ادہر آؤ سید بادشاہ زخمی ہیں اس درے میں لوگ لئے جاتے
ہیں کوئی خچر ملے تو جلد لاؤ اس پر سوار کر کے چلیں میرے داہنی
جانب ایک ٹیکرا تھا وہ ذرا چھوڑ کر میں اس پر چڑھ گیا وہاں سے
کیا دیکھتا ہوں کہ جو مجاہدین اور ملکی لوگ لڑائی کے کھیت سے
نکل کر جس طرف گئے ہیں غول کے غول سکھ ان کے تعاقب میں چلے
جاتے ہیں اور لڑائی کے کھیت میں جو دیکھا وہاں بھی تلوار اور بندوق
چل رہی ہے پھر بعد کچھ دیر کے بندوقیں چلنی موقوف ہو گئیں اس وقت
میں متردد اور متحیر تھا کہ الٰہی اب میں کہاں جاؤں پھر بعد تھوڑی
دیر کے کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ ولی محمد صاحب پھلتی اور مولوی سید
جعفر علی صاحب ضلع گورکھپور کے لڑائی کے کھیت کی طرف سات

آٹھ سو آدمیوں سے چلے آتے ہیں پھر مجکو دیکھ کر وہ بھی اس ٹیکرے
پر چڑہ آئے اور سلام علیک کرکے مجھ سے ملے اور مولوی صاحب موصوف
رونے لگے اور کہنے لگے کہ اگر سب بھائیوں کی صلاح ہو تو یہاں سے چل کر
پھر حضرت امیر المومنین کو تلاش کریں میں نے کہا کہ یہ جو سامنے درہ
ہے اس میں میں نے گوجروں کی آواز سنی ہے کہ سید بادشاہ کو اس درہ میں
زخمی لئے جاتے ہیں اگر یہ بات یوں ہی ہے تو پھر تم لڑائی کے کھیت میں
جا کر کیا کروگے اور زبانی حضرت امیر المومنین کے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ
جب لڑائی شکست ہو جاوے اور رفیق لوگ تندہی نہ کریں تو مناسب
ہے کہ آپ بھی مقابلہ دشمن سے درگذر کرے اگر اس وقت مقابلہ کریگا اور
مارا جاویگا تو گنہگار ہوگا سو مناسب یہی ہے کہ جہاں اور غازی کھیت
سے نکل کر گئے ہیں وہیں تم بھی چلو پھر وہاں جو سب کی صلاح ٹہرے
وہ ہم تم سب کریں یہ میری تقریر مولوی صاحب کے بھی خیال میں آگئی
پھر مجکو آگے رکھ کر اس ٹیکرے کے سر پر ہو کر جدہر سب لوگ گئے
تھے ادہر کو روانہ ہوئے جاتے جاتے قریب آدہ کوس کے اس ٹیکرے
کے نیچے اُترے تو وہاں ایک چشمہ تھا اس پر اکثر لوگ اپنے ہندوستانی
ملے کچھ ان میں زخمی تھے اور کچھ تندرست پھر اس چشمے سے ہم سب نے

پانی پیا اور وضو کر کے تنگ وقت میں نماز ظہر کی پڑھی میاں
امام الدین صاحب پڑہانے کے کہتے ہیں کہ میں مولوی احمد اللہ
صاحب ناگپوری کی جماعت میں تھا روز لڑائی بالا کوٹ کے مولوی صاحب
ممدوح نے سب حاضرین جماعت کی وقت اشراق سے دعوت کی رات
کے پکے ہوئے بھینسے کے پائے تھے اور بڑی جوار کی روٹیاں اس وقت سکھ
پہاڑ کے نیچے اُتر رہے تھے ہم سب کھانا بھی کھاتے جاتے تھے اور سکھوں
کو بھی دیکھتے جاتے تھے پھر بعد فراغ کھانے کے اور لوگ تو وہیں مولوی
صاحب موصوف کے پاس رہے مگر میں کمر باندھے اور ہتیار لگائے
ہوئے وہاں سے بڑی مسجد میں آیا اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
کواڑ بند کئے ہوئے مسجد کے اندر تشریف رکھتے تھے میرے سامنے
ایک بار حضرت نے کواڑ مسجد کے کھول کر لوگوں سے پوچھا کہ مجکو
کس نے بلایا لوگوں نے عرض کی کہ اس طرف سے تو کسی نے آپ کو
نہیں پکارا اس میں کسی نے حضرت سے عرض کی کہ سکھ پہاڑ سے
اُتر کر نیچے آگئے ہیں آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگ جا کر ان کو روکیں
کوئی ساٹھ ستر آدمی اُن کے روکنے کو چلے ان کے ساتھ میں

بھی گیا پھر سب ایک کھیت کی آڑ میں مورچے باندھ کر بیٹھے اور
بندوقیں بھر بھر کر مارنے لگے وے سکھ نیچے اترنے سے رک
رہے پھر بعد کچھ دیر کے ہم لوگوں کے داہنی طرف ایک غول غازیوں
کا دوڑتا ہوا آیا لوگوں نے حضرت امیر المومنین نے حملہ کر دیا پھر
ہم سب نے بھی حملہ کیا اور آگے بڑھے اس وقت دن پہر سے زیادہ
چڑھا تھا جو سکھ کمر کوہ میں تھے وے تو وہاں سے بندوقوں کی باڑھیں
مارتے تھے اور جو پہاڑ کی جڑ میں تھے ان کے پاس ایک ایک بندوق اور
سپر تلوار تھی انھوں نے غازیوں کی طرف حملہ کیا اور غازیوں نے ان
پر اور ہمارے پیچھے جو لشکر سکھوں کا ندی کے کنارے پر تھا وے وہاں
سے توپ کے گولے مارتے تھے پھر اسی حملہ میں ایک سکھ بڑا قوی الہیکل دراز
ریش تلوار کھینچ کر مجھ پر چلا میں نوعمر سولہ سترہ برس کی عمر کا تھا
اس کو دیکھتے ہی رعب میں آگیا اور یقینی جانتا تھا کہ اب اس نے مجکو
مارا اور کوئی صورت بچنے کی سوائے حفاظت الہی کے نہیں ہے اس وقت
بندوق میری خالی تھی میں نے اس کے سامنے کی وہ وہیں کھڑا ہو گیا
اس وقت کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیچھے سے ایک شخص عمامہ باندھے
ہوئے سپید پوشاک آیا اور وہ خالی ہاتھ تھا اس نے اس سکھ

کی طرف اشارہ ہاتھ سے کیا جیسے کوئی تلوار مارتا ہے وہیں وہ
سکھ اپنے پیچھے کی طرف ہٹا اس کی ایڑی میں ایک پتھر کی ٹھوکر
لگی اور وہ گر پڑا اور بے دم سا ہو گیا میں نے لپک کر اسی کی تلوار لے کر
اسی کے ہاتھ میں ماری مگر صرف چمڑا ہی کٹا زخم سپید سپید نظر آتا تھا
پھر ایک اور غازی نے ایک بھاری پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا
وہ وہیں مردار ہوا پھر میں نے جو اس سپید پوش کو تلاش کیا مجھکو نظر
نہ آیا خدا جانے کوئی غیبی شخص تھا یا کون تھا پھر غازیوں نے وہ
ہلہ مار دیا کچھ تو سکھ مردار ہوئے اور باقی بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے
اور غازیوں نے جا کر پہاڑ کی جڑ پکڑی اور یہ ان کو بندوقیں مارنے لگے
اور وے پہاڑ سے ان کو بندوقیں مارتے لگے میں اس وقت بیٹھا تھا
میری سنگڑی کی ڈاٹ کھل گئی اور بارود میرے لنگے کے دامن پر گر
پڑی میں اس کو اٹھا کر سنگڑی میں بھرنے لگا اسی اثنا میں املیا
کے حافظ عبد اللہ کی میں نے آواز سنی کہ وہ کہتے تھے حضرت امیر المومنین
کہاں ہیں اور روتے ہوئے پیچھے کو چلے جلتے ہیں پھر میں بھی بارود سنگڑی
میں بھر کر انھیں کے پیچھے چلا تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہوں
کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رفل کندھے میں ڈالے ہوئے اور پیشانی

میں خون جاری چہل قدمی سی کر رہے ہیں میں نے کہا کہ مولانا صاحب
آپ بھی چلئے انھوں نے کوئی جواب نہ دیا پھر میں وہاں سے آگے
بڑھا شیخ ولی محمد صاحب پھلتی ملے میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت
امیرالمومنین کہاں ہیں ستینی کی طرف ایک بڑا ہجوم لوگوں کا تھا اور
وہ پہاڑ پر چڑھ کر چلے جاتے تھے شیخ صاحب نے اس ہجوم کی طرف
اشارہ کر کے کہا اس ہجوم میں جاتے ہیں تم بھی اسی طرف چلو پھر
شیخ صاحب وہ پہاڑ پر کا رستہ چھوڑ کر پہاڑ کے نیچے ہو کر چلے اور
بھی بہت غازی تھے ان کے ساتھ میں ہو لیا اور جاتے جاتے کوئی
کوس بھر پر ٹھہرے وہاں اور بھی بہت اپنے لوگ تھے انتہی **لعل محمد**
صاحب جگدیس پوری کہتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
بالاکوٹ کے اوپر کی مسجد سے نیچے کی چھوٹی مسجد میں تشریف لائے اور
تھوڑی دیر ٹھہر کر حملہ کیا اور تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھے جن کھیتوں
میں رات کو چشمے کا پانی چھوڑوا دیا تھا ان میں جا کر پہنچے ایک جگہ
منڈیر سے آپ کا پاؤں پھسل کر کیچڑ میں جاتا رہا اور اس پاؤں کا
جوتا اسی کیچڑ میں رہ گیا میں نے جلد اس کو کیچڑ سے نکال کر حضرت
کے پاؤں میں پہنا دیا آپ تو آگے چلے گئے کچھ دور چل کر میرا بھی پاؤں
پھسل گیا جب تک میں کیچڑ سے نکلوں تب تک سات آٹھ آدمی

پیچھے کے آگے ہو گئے میں ان کے پیچھے ہولیا اور حضرت علیہ الرحمۃ جا کے
نالے میں پہنچے جہاں سکھوں کا بڑا ہجوم تھا اور تلوار اور بندوق
جانبین سے چلنے لگی پھر سکھ منہزم ہو کر طرف پہاڑ کے بھاگنے لگے
اور پہاڑ پر چلنے لگے اور غازیوں نے ان کا تعاقب کیا خدا جانے اس
میں کتنے سکھ زخمی اور مردار ہوئے اسی اثنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ
نامور خاں لکھنوی دانتوں سے ننگی تلوار پکڑے ہوئے ایک سکھ کے
پاؤں پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور ایک سکھ اس سکھ کے
ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا ہے آخر الامر خان موصوف نے ایسا زور
کیا کہ وہ سکھ اس کھینچنے والے سے چھوٹ کر ان کے اوپر آرہا اور
دونوں وہاں سے غلطاں نیچے نالے میں آ کر گرے اور دونوں وہیں
رہے خان ممدوح تو شہید ہوئے اور وہ سکھ مردار ہوا اسی اثنا میں
کیا دیکھتا ہوں کہ میرے بائیں طرف سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رفل
کندھے میں ڈالے ہوئے اور ننگی تلوار ہاتھ میں اور پیشانی سے خون
بہتا ہوا میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ حضرت امیر المومنین کہاں
ہیں میں نے اپنی داہنی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اس ہجوم
میں ہیں یہ سن کر وہ اس طرف چھپے ہوئے چلے گئے ان کے پیچھے مولوی
سید نور محمد صاحب نگرانوی جو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے حالات

کی کتاب لکھا کرتے تھے تنگے سر اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور وہ بھی حضرت امیر المومنین کا حال پوچھنے لگے ان سے بھی میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اس ہجوم میں ہیں یہ خبر پا کر وہ دوڑتے اس طرف چلے گئے اسی عرصے میں سکھ پہاڑ سے اترتے لگے میری بائیں طرف ایک گولے کے فاصلے سے بالاکوٹ میں جانے لگے اس وقت میرے ہمراہ شیخ نصر اللہ خرچے کے اور نور خاں ولایتی تھے اس میں نور خاں نے جانب شمال دیکھ کر کہنے لگے کہ دیکھو ملا گلزار خیبری اور رسول خاں جلالہ والے اور حسن خاں عظیم آبادی وغیرہم چلے جاتے ہیں آؤ تم بھی چلو پھر شیخ نصر اللہ تو وہیں بندوق سکھوں پر لگاتے رہے اور میں نور خاں کے ساتھ چلا چند قدم پر شیخ ولی محمد صاحب پھلتی ملے ان کو بھی ساتھ لیا اور لڑائی کے کھیت سے نکل کر چلے اور تمام سکھوں نے جا کر بالاکوٹ کو گھیر لیا اور لوٹنے اور گھر جلانے میں مصروف ہوئے اور اسی وقت ایک آواز سنی کہ گوجر لوگ حضرت امیر المومنین کو ستبنی کے نالے کی طرف لئے جاتے ہیں پھر ایک چشمے پر جا کر ٹھہرے اور وضو کر کے وہیں نماز ظہر کی پڑھی انتہیٰ مواخات کے کرم اللہ خاں کہتے ہیں کہ حالات جنگ بالاکوٹ سے اس قدر مجھکو یاد ہے کہ میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی جماعت میں

تھا اور مورچے ہم لوگوں کے سیتنی کے نالے میں تھے سب غازی ہماری
جماعت کے سویرے سے اپنے مورچے پر چلے گئے تھے صرف میں رہ گیا
تھا کہ دیکھوں حضرت امیر المومنین بھی لڑائی میں تشریف لے چلتے
یا نہیں اُس وقت حضرت علیہ الرحمۃ تو مسجد کے اندر دعا اور
مناجات میں مشغول تھے اور مسجد کی پشت پر کوئی دس پندرہ ہاتھ
نیچے ایک مورچہ شاہینچیوں کا تھا وہ سکھوں پر باڑیں مارتے
تھے اور سکھ پہاڑ پر سے ان کو شاہین کی گولے مارتے تھے کوئی گولہ
اُن کا میری داہنی طرف سے آکر دیوار میں لگتا تھا اور کوئی بائیں
طرف مگر کسی کا لگتا نہ تھا اور میں وہ گولے اُٹھا اٹھا کر اپنے شاہینچی
کو دیتا تھا پھر وہاں سے مسجد کے دروازے پر آکر کھڑا ہوا اس
وقت مسجد میں لوگوں کا بڑا ہجوم تھا پھر حضرت کواڑ مسجد کے
کھول کر باہر نکلے اور بالاکوٹ کے نیچے کو روانہ ہوئے اور سب
لوگ آگے پیچھے آپ کے ہمراہ چلے جب نیچے کی مسجد کے قریب
پہنچے گلی تنگ تھی تمام آدمی اس میں گھس گئے اور ایک گلی مسجد
کی داہنی طرف اور تھی پھر حضرت تو مسجد مذکور میں تشریف
لے گئے اور کچھ لوگ اُس گلی میں گئے انھیں کے ساتھ میں بھی چلا

گیا اور وہاں نوں کے کھیت میں پہنچ کر بندوق سکھوں پر لگانے لگے اس
میں حضرت امیرالمومنین اس مسجد سے ہلہ کر کے آئے اور ہم لوگوں
کی بائیں طرف جو سکھوں کا بڑا ہجوم تھا ادہر چلے گئے سکھ پسپا ہو
پہاڑ کی طرف چلے گئے اور جانبین سے بندوق کی باڑہ بھی چلتی تھی
اور تلوار بھی چلتی تھی اور دہوئیں کی ایسی تاریکی تھی کہ دس قدم کا
آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا ہوا مخالف تھی تمام دہواں ان کا ہماری
طرف آتا تھا اور اس وقت یہ معاملہ تھا کہ ایک دوسرے کے حال
سے واقف نہ تھا کہ کون کہاں ہے اس میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
نے آکر لوگوں سے پوچھا کہ حضرت امیرالمومنین کہاں ہیں لوگوں نے
کہا کہ اُس ہجوم میں جہاں تلوار چل رہی ہے وہاں ہونگے پھر مولانا
صاحب تو اُدہر چلے گئے اسی اثنا میں ایک گولی میرے داہنے ہاتھ
کی ہتیلی میں لگی اور ایک بندوق میں لگی اس کا کندا ٹوٹ گیا اس میں
ایک سکھ زرہ پوش تلوار ننگی لئے ہوئے مجھ پر چلا چاہتا تھا کہ تلوار
مارے اسی حال میں ایک گولی اس کے لگی وہ وہیں گرا میں نے ایک
تلوار لیک کر اس کے ماری تلوار خم کھا کر کمان ہو گئی اور ہاتھ تو
میرا پہلے سے بیکار ہو گیا تھا پھر میں نے جوتے کے نیچے دبا کر اُس

تلوار کو سیدھا کیا اسی اثنا میں دو سکھ اور میرے اوپر چلے میں نے
ان پر بندوق اٹھائی وے وہیں رُک رہے اور جو غازی حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی طرف سے آتا یہی پوچھتا کہ حضرت امیر
المومنین کہاں ہیں میں ان سے کہتا کہ مجکو نہیں خبر تمام لوگ حضرت
کی تلاش میں بیقرار دیوانہ وار مارے مارے پھرتے تھے اور سکھوں
کی گولیوں کا گویا مینہ برستا تھا اور سکھوں کے تُرم نواز نے تُرم
بجایا اور اس میں کچھ کہا اور سکھ ننگی تلواریں لئے ہوئے پہاڑ سے
صرف ایک گروہ مجاہدین کا حضرت کے مورچے کے پاس لڑ رہا
اور انھیں پر صدہا سکھوں کا جھرمٹ تھا اور اکثر مورچے غازیوں
کے خالی ہو گئے جو غازی اس وقت نکلنے پائے وے تو نکل گئے اور
باقی جو سکھوں کے محاصرے میں تھے وہ سب داد جوانمردی اور
شجاعت کی دے کر شہید ہوئے پھر سکھوں نے جا کر بالاکوٹ
کا محاصرہ کیا اور وہاں کے گھروں میں آگ لگادی اور جو وہاں
غازی مریض اور معذور تھے ان کو شہید کیا پھر آہستہ آہستہ ا
سب کے پیچھے پیچھے میں اس کھیت سے نکل گیا اور ایک چشمے پر
جہاں اور بھی غازی تھے ٹہرا، شیر محمد خاں صاحب جالندھری مصطفیٰ آبادی

عرف رامپوری کہتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
بالاکوٹ کے اوپر کی مسجد سے آکر نیچے کی مسجد میں کچھ دیر ٹھہرے اور
تمام صحن مسجد کا غازیوں سے بھرا تھا میں نے چاہا کہ میں بھی صحن میں
جاؤں مگر بسبب کثرت لوگوں کے نہ جاسکا اور میرے پاس قرابین
اور تلوار بھی اور دو ڈھائی سیر گولیاں اور کوئی سوا سیر بارود
بھی مارے بوجھ کے میں جلد دوڑ نہیں سکتا تھا پھر میں وہاں سے
ہٹ کر رستے میں کھڑا ہوا میرے قریب ایک غازی نوجوان (
رامپوری سکھوں پر بندوق کی بھرمار کرنے لگا پانچ یا چھ
فیر کئے ہونگے کہ ایک گولی سکھوں کی طرف سے آکر سینے پر لگی
وہ وہیں گرا اور شہید ہوا پھر اس کی جگہ ایک اور غازی کھڑا ہو
بندوق مارنے لگا اسی اثنا میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ مسجد
سے باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے نکلے اور مانند شیر کے طرف سکھوں
کے روانہ ہوئے اور کھیتوں کے پشتوں پر جاکر چڑھنے لگے میں
بھی آپ کے پیچھے تھا چار یا پانچ پشتوں پر بہت مشقت سے
میں چڑھا آگے نہ چڑھا گیا اور حضرت علیہ الرحمۃ اپنے لوگوں سے
آگے بڑھ گئے پھر جب کثرت لوگوں کی کم ہوئی تب میں دم
لے کر اور کئی پشتوں پر چڑھا کوئی پشتہ کمر تک بلند تھا اور کوئی

سینے تک اور جانبین سے بندوقیں بکثرت چلتی تھیں اور جہاں
میں تھا وہاں سے قرابین چلانے کا موقع نہ تھا میں متردد تھا کہ
کیا کروں اور کہاں جاؤں پھر کھیت کی پینڈیر ہو کر میں داہنی طرف
چلا آگے کیا دیکھتا ہوں کہ حکیم قمرالدین صاحب پھلتی آتے ہیں میں
نے کہا کہ وہ مجھ سے آگے تشریف لے گئے تھے مگر اب نہیں معلوم کہ
کہاں ہیں میں بھی انھیں کی تلاش میں پھرتا ہوں پھر وہ تو جس طرف
سے میں آتا تھا اس طرف چلے گئے اور میں اس طرف چلا جدہر سے وہ
آتے تھے پھر کچھ دور آگے شیخ وزیر پھلتی میرے پھیلے دار ملے میں نے ان
سے پوچھا کہ کہو کیا حال ہے حضرت امیرالمومنین کا بھی پتہ جانتے ہو کہ
کہاں ہیں انھوں نے کہا کہ میں تو اپنے مورچے سے آتا ہوں میں
نے نہیں دیکھا مگر لوگوں سے سنا ہے کہ کہیں اسی نالے میں ہیں پھر میں نے
ان سے کہا کہ تم مورچا چھوڑ کر کیوں چلے آئے اُنھوں نے اپنے
داہنے ہاتھ کا پنجہ دکھایا کہ دیکھو یہ میرے گولی لگی ہے ہاتھ
کمزور ہو گیا ہے اس سبب سے میں چلا آیا پھر دیکھا میں نے اکثر
اپنے غازی لوگ دو دو چار پراگندہ حال لڑائی کے کھیت سے
باہر نکلے جاتے ہیں مجکو معلوم ہوا کہ لڑائی بگڑ گئی پھر میں نے شیخ
وزیر سے کہا کہ تمام غازی تو یہاں سے نکلے جاتے ہیں اور تم کہتے

ہو کہ حضرت امیر المومنین کو میں نے سُنا ہے کہ اس نالے میں ہیں اگر
ہوں تو آؤ چل کر دیکھیں پھر ہم دونوں تھوڑی دُور گئے اس میں
دیکھا کہ سلامتی ناصر خاں ایک ہاتھ سے نیزہ کندھے پر دھرے ہوئے
اور دوسرا ہاتھ زخمی چلے آتے ہیں پھر نزدیک آکر انھوں نے پوچھا کہ
ادہر کہاں جاتے ہو ہم نے کہا کہ لوگوں سے سُنا ہے کہ اس نالے میں
حضرت امیر المومنین ہیں سو ان کو دیکھنے جاتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ
پھر چلو حضرت امیر المومنین وہاں کہاں اور ہاتھ سے اشارہ کر کے
کہا کہ وہ تو ان لوگوں کے ساتھ جاتے ہیں جو پہاڑ پر چڑھتے جاتے ہیں
میں نے شیخ وزیر سے کہا کہ کہو تمہاری کیا صلاح ہے اُنھوں نے
کہا کہ لوگ تو پہاڑ پر جاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں شاید کہ حضرت
بھی انھیں میں ہوں پھر نالے میں جانا کیا ضرور میں نے کہا یہی تو نالہ ہے
آؤ چل کر دیکھ لیں اگر نہ ہونگے تو چلے آوینگے اُنھوں نے کہا کہ خیر کیا
مضائقہ چلو پھر ہم دونوں اور تھوڑی دُور آگے گئے تو دیکھا کہ وہاں
نالے میں چند لوگ ہیں سو ان میں سے بھی پہاڑ پر چڑھتے چلے جاتے
ہیں ہم نے جانا کہ حضرت یہاں اگر ہوتے تو آپ کے ساتھ بہت
لوگ ہوتے پھر وہاں سے ہم دونوں اس پہاڑ کے نیچے کے رستے
میں ہو کر چلے اُدہر بھی بہت لوگ جاتے تھے کچھ دُور آگے ایک

شخص جوان دونوں ہاتھ میں دستانے پہنے ہوئے منظفرآباد کی نواح کا کہ اس کو لوگ راجہ راجہ کہتے تھے ملا اس نے بھی کہا کہ حضرت امیرالمومنین لڑائی کے کھیت میں نہیں ہیں وہ تو یہاں سے لوگوں کے آگے نکل گئے تم بھی یہاں نہ ٹھہرو جلد نکل چلو پھر وہاں سے ہم چلے آگے چل کر ایک چشمہ ملا وہاں اور بھی اپنے بہت لوگ ملے اور وہاں ہم کچھ دیر ٹھہرے انتہیٰ نجم الدین خاں صاحب تشکارپوری کہتے ہیں کہ میں مولوی احمداللہ صاحب ناگپوری کی جماعت میں تھا روز لڑائی بالاکوٹ کے پان چھ گھڑی دن چڑھے حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ تو درمیان مسجد بالاکوٹ کے دعا اور مناجات میں مشغول تھے اور ہم لوگوں کو حکم ہوا کہ تم سب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس جمع رہو جب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ تشریف لے چلیں تب تم سب ساتھ ہو لینا اور اس وقت مولانا صاحب بالاکوٹ کے اوپر کی مسجد اور نیچے کی مسجد کے درمیان میں تشریف رکھتے تھے پھر ہم سب وہیں جاکر جمع ہوئے جب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ مسجد سے نکل کر ہم لوگوں کی طرف تشریف لائے تب ہم سب مولانا صاحب کے ساتھ ہو کر آپ کے ہمراہ ہوئے پھر نیچے

کی مسجد میں جا کر ٹھہرے اور تمام لوگ صحن مسجد میں ڈٹے ہوئے
کھڑے تھے اور میں مسجد کے چبوترے کے متصل باہر کھڑا تھا اور سکھوں
کی طرف سے برابر گولیاں چلی آتی تھیں کئی غازی جب زخمی اور
شہید ہوئے تب حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ جن غازیوں کے
پاس پلہ دار بندوقیں ہوں وہ آگے چل کر سکھوں کے مقابلے
میں مورچے لگا دیں میرے پاس ایک چھوٹی سی پتھر دار ردی ا
بندوق تھی جہاں بڑی بڑی پلہ دار بندوقوں کی گولی جاتی تھی وہاں
اس کی گولی جاتی تھی اور خطا ہرگز نہیں کرتی تھی حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جب ہم حج کو گئے تھے تب عرب میں پہلے
ہم نے یہی بندوق خریدی تھی اور حضرت نے وہ بندوق شیخ
صلاح الدین صاحب پھلتی کو دی تھی انھوں نے مجھکو واسطے ،
باندھنے کے دی تھی پھر اس وقت تو حضرت مسجد ہی میں رہے
اور پلہ دار بندوقوں والے سکھوں کے مقابلے کو گئے ان کے ساتھ
میں بھی گیا اور مورچوں سے تو پہلے ہی بندوقیں چل رہی تھیں پھر
ہم لوگ دھانوں کی کیاریوں میں جا کر پانچ پانچ سات سات
آدمی متفرق ہو گئے اور کیاریوں کی آڑ پکڑ کر سکھوں پر گولیاں

مارنے لگے اور میں سب کے کنارے کی طرف تھا اور بڑا ازدحام
سکھوں کا میری بائیں طرف چالیس پچاس قدم کے فاصلے پر تھا اور
یہ بھی مجکو معلوم تھا کہ مسجد سے کس وقت حضرت امیرالمومنین علیہ آکر
حملہ کرکے گئے پھر وہاں میں اپنے سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غازی
نوجوان پانی پتی نام اس کا یاد نہیں ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑا ہے اس
کے سامنے ایک سکھوں کا افسر بڑا طویل القد ننگی تلوار لئے ہوئے آیا
اس غازی موصوف نے لپک کر ایک اپنا ہاتھ اس کی گردن میں
ڈال دیا اور اس سکھ نے یوں ہی اپنا ہاتھ اس کی گردن میں،
ڈال دیا اور دوسرے ہاتھ سے وہ غازی اس کو تلوار سے مارنے
لگا اور وہ سکھ اس غازی کو مارنے لگا مگر بسبب متصل ہونے کے
پوری تلوار کسی کے نہیں پڑتی تھی ادہر تو میں کھڑا تھا اور ادہر
سکھوں کا ازدحام اور بیچ میں وہ دونوں لڑ رہے تھے مگر اس
وقت نہ تو مجکو یہ جرأت پڑتی تھی کہ اس غازی کی مدد کو جاؤں
اور نہ ان سکھوں کا ہیاؤ پڑتا تھا کہ اس افسر کی کمک کو آویں
پھر جب وہ دونوں بہت زخمی ہوئے اور خون بدن کا بہت نکل
گیا تب وہ سست ہو کر گر پڑے ایک اور سکھ نے اس ازدحام
سے آکر اس غازی کو تلوار مار کر شہید کیا اور وہ سکھ زخمی

دم لے کر زمین سے اٹھ کھڑا ہوا میری بندوق میں دو گولیاں
بھری تھیں میں نے وہ بندوق اس پر سر کی مگر یہ نہیں معلوم کر وہ
گولیاں اس کے لگیں یا اور کے پھر بعد کچھ دیر کے کیا دیکھتا ہوں
کہ مرزا احمد بیگ پنجابیوں کا جمعدار پراگندہ حواس اپنا سر پیٹتا ہوا
آیا اور مجھ سے پوچھا کہ حضرت امیر المومنین کہاں ہیں میں تو آپ کو
نیچے کی مسجد میں چھوڑ آیا تھا وہاں سے آپ کے آنے کی مجکو خبر نہ تھی
کہ کس وقت لڑائی میں تشریف لائے میں نے کہا کہ حضرت بالاکوٹ
میں ہونگے وہیں جاکر تلاش کرو یہ سن کر وہ جمعدار بالاکوٹ کی
طرف چلا گیا اور اُس وقت مجکو یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کی
لڑائی شکست ہو گئی مگر اپنے لوگوں کو دیکھتا تھا کہ اکثر لوگ شمال رخ
کو چلے جاتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو یہاں سب کے کنارے
اکیلا کیا کریگا تو بھی چل پھر میں بھی اسی طرف چلا آگے کچھ دور ایک
جگہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غازی مہربان خاں نام زخمی چت پڑے
ہیں مجکو دیکھ کر انھوں نے کہا کہ مجکو پانی پلاؤ میں نے کہا کہ یہ وقت
پانی لانے کا نہیں ہے مگر ہاں اگر تم یہاں سے چلو تو تم کو پکڑ کر
آہستہ آہستہ لے چلوں اور صدہا سکھ قریب کھڑے تھے مگر
بے حواس اور متردد سے انھوں نے کہا کہ مجکو تو یہی جگہ خوش

آتی ہے یہاں سے میں نہ جاؤنگا اگر کہیں سے پانی لا سکتے ہو
تو لاکر مجھکو پلادو میں نے کہا کہ تمام سکھ نزدیک کھڑے ہیں اور
میرے پاس کوئی برتن بھی نہیں ہے پانی کیونکر لاؤں انھوں
نے کہا کہ اگر پانی نہیں لا سکتے ہو تو خیر نہ لاؤ مگر میری گردن میں
روپیوں کی حمائل پڑی ہے اس کو تم کھول کر لیجاؤ میں نے اپنے
دل میں اندیشہ کیا کہ مبادا یہ روپے کھولنے میں دیر ہو اور گولی لگ
جاوے تو خدا جانے میری موت کیسی ہو یا روپے دیکھ کر کوئی سکھ
مار ڈالے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں تو روپے نہ لیجاؤنگا انھوں
نے کہا تو خیر یہاں سے چلے جاؤ پھر میں وہاں سے چلا رستے میں خلیفہ
محمد قایم ملے اور ان کے ساتھ تین چار آدمی اور تھے وہ کہنے لگے کہ
حضرت امیر المومنین کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو اور وہاں سوائے
سکھوں کے کوئی نہیں معلوم ہوتا تھا میں نے ان کو کچھ جواب نہ دیا
اور آگے چلا اور بہت اپنے لوگ ملے پھر ہم جاکر ایک چشمے پر ٹھہرے انتہی
رحیم بخش صاحب بنارسی جو ہمارے آقائے نامدار دولتمدار
زاد اللہ اقبالہ کے توشخانے کا کام کرتے ہیں کہتے ہیں کہ
میں لشکر مجاہدین میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی جماعت اور حافظ
وجیہ الدین صاحب باگپتی کے پہلے میں تھا جب روز جنگ بالاکوٹ

کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ بالاکوٹ کے اوپر کی مسجد سے نیچے
کی مسجد میں تشریف لائے اور بسبب کثرت غازیوں کے تمام مسجد اور
صحن مسجد کا بھرا تھا اور وہاں سکھوں کی گولیاں برابر چلی آتی تھیں
اور ادہر سے بھی مجاہدین پاک دین بندوقیں مارتے تھے جب کئی آدمی
اپنے زخمی اور شہید ہوئے تب یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض
کیا گیا اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے مسجد
سے طرف سکھوں کے حملہ آور ہوئے اور تمام مجاہدین آپکے ہمراہ
تھے جب مسجد سے نکل کر وہاں کی کیاریوں میں پہنچے وہاں جاکر
لوگ متفرق ہوگئے اور کیاریوں کی آڑ میں مورچہ پکڑ کر سکھوں پر
گولیاں مارنے لگے میں تلوار اور توڑے دار بندوق باندہے تھا ایک
کھیت میں کیا دیکھتا ہوں کہ محمد حسن پانی پتی مولوی محمد قاسم کے چھوٹے
بھائی قبلہ رو دو زانو بیٹھے ہیں اور اسی کھیت میں دوسری جگہ دو
لاشیں پڑی ہیں ایک تو غازی الدین کی وطن ان کا یاد نہیں اور
ایک سکھ کی اور ایک جگہ وہیں ہمارے بھیلہ کا عبدالقادر نام
ضلع غازیپور کا زخمی پڑا ہے اس کے سر میں گولی لگی تھی ناک
سے بھی خون جاری تھا اور منہ سے بھی مگر قدرے جان باقی
تھی اس وقت میرے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے ایک اللہ بخش

بانگپتی اور ایک رسول خاں حلالے والا اور ہمارے آگے بائیں طرف
دیے ہوئے کوئی سوسوا سو قدم کے فاصلے سے ایک جگہ غازیوں اور سکھوں
کا بڑا ہجوم تھا اور اپنے اکثر لوگ کہتے تھے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
اسی ہجوم کے اندر ہیں پھر ہم تینوں آدمیوں نے آپس میں صلاح کی کہ آؤ
ہم بھی وہیں چلیں جہاں حضرت امیرالمومنین ہیں اور اس وقت سکھوں کی
گولیوں کا گویا مینہ برستا تھا پھر ہم تینوں وہاں سے اس طرف دوڑے
اسی اثنا میں میری بائیں ران میں ایک گولی آکر لگی میں تو ٹھہر گیا اور وہ دونوں
اس ہجوم میں جاکر گھس گئے ان میں سے اللہ بخش تو شہید ہوا اور رسول خاں
وہاں سے سلامت نکل آیا اسی عرصہ میں لڑائی شکست ہو گئی اور سکھوں
نے جاکر بالاکوٹ میں آگ لگادی اور وہاں لوٹ مار شروع کی میں
وہاں سے سبتی کا نالا پار اتر کر پنجکیوں کی طرف چلا اور میں سرمئی
وگلا پہنے تھا قضاء الٰہی اپنے ہی توڑے سے دگلے کے دامن میں آگ
لگ گئی۔ اور دامن میں پھیلنے لگی اس وقت خلیفہ محمد قائم امروہہ کے
میرے ساتھ تھے میں نے اپنا ساز سنگرا کمر سے کھول کر ان کو
حوالے کیا اور تید وق بھی اور جلد دگلا نکال کر پھینک دیا اور وہاں
سے روانہ ہوئے آگے رستے کی آڑ میں ایک چشمہ تھا اس پر جاکر

ٹھیرے انتہی، میاں لکھمیر جو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے
خادموں میں ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت امیر المومنین کے باورچی خانے
کے لوگوں میں متعین تھا روز جنگ بالاکوٹ کے جب حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ بالاکوٹ کے اوپر کی مسجد سے نیچے کی مسجد میں جا کر کچھ دیر ٹھیرے
اور بسبب کثرت غازیوں کے تمام مسجد اندر باہر بھر گئی اور سکھ بھی پہاڑ
سے نیچے اترتے تھے اور بندوقیں سر کرتے چلے آتے تھے حضرت نے مسجد
والے غازیوں سے فرمایا کہ تم بھی بندوقیں مارو اور جب تک تلوار کے
مقابلے پر نہ آویں تب تک کوئی حملہ نہ کرے پھر ادھر سے بھی غازی
لوگ گولیاں مارنے لگے اور ملا لعل محمد قندھاری اپنی جماعت سے مسجد کی
داہنی طرف بہت فاصلہ سے نالے میں سستی کے مورچے لگائے سکھوں پر
بندوقیں مار رہے تھے جب سکھ آتے آتے چالیس قدم کے فاصلے پر آ
پہنچے ~~تب بغیر اجازت حضرت علیہ الرحمۃ پر~~ آپہنچے تب بغیر اجازت حضرت
علیہ الرحمۃ کے ملا لعل محمد نے اپنا نشان اٹھا کر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ
جا کر سکھوں میں گڈمڈ ہو جاوے اس حال کی حضرت کو خبر ہوئی کہ قندھاریوں
نے حملہ کر دیا اگرچہ اس وقت اتنے فاصلے سے حضرت علیہ الرحمۃ کا ارادہ
نہ تھا کہ حملہ نہ کریں مگر قندھاریوں کو دیکھ کر دیر کرنا مناسب نہ جانا
پھر با آواز بلند تکبیر کہتے ہوئے آپ بھی مسجد سے نکل کر حملہ آور ہوئے

اور جا کر دہانوں کی کیاریوں میں پہنچے اور تلوار چلنی شروع ہوئی اس وقت
یہ حال تھا کہ جو سکھ غازیوں کے مقابلے پر تھے ان کے ہاتھوں اور پیروں
پر رعشہ پڑ گیا بندوقیں نہ چلا سکے غازی لوگ ایک ہاتھ سے ان
کی بندوق پکڑتے اور دوسری سے تلوار مارتے تھے اور قرابین والے
قرابین مارتے تھے اور سکھ پیچھے ہٹتے ہوئے پہاڑ کی طرف چلے جاتے تھے
بیشمار سکھ اس وقت مردار ہوئے پہاڑ پر سے سکھوں کے افسر شیر سنگھ
نے سکھوں کو گالی دے کر للکارا کہ ادھر کہاں بھاگے آتے ہو لاہور دُور
ہے پھر وہ سکھ اس طرف سے پھرے اور ہم لوگوں کے بائیں سے آنے لگے
اس وقت میرے ساتھ آٹھ آدمی تھے ایک ابراہیم خاں خیرآبادی اور
ایک حضرت کا خادم عبداللہ نو مسلم دہلوی اور باقی صاحبوں کے نام
یاد نہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے ہم آٹھوں آدمیوں سے فرمایا کہ ان سکھوں
کو بندوقیں مارو ہمارے پیچھے کی طرف نہ آنے پاویں پھر ہم آٹھوں
آدمی کھیت کی مینڈ کی آڑ میں ہو کر بندوقیں مارنے لگے وہ تمام
سکھ اپنی جگہ پر رک رہے اور حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ مارتے
ہوئے ہم لوگوں سے آگے بڑھ گئے ہماری داہنی طرف نالہ تھا چھ
آدمی ہمارے اس نالے میں ہو کر حضرت امیرالمومنین کے پاس چلے گئے

فقط ہم اور ابراہیم خاں وہیں سے بندوقیں مار کئے اس عرصے میں
حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے زخمی ہو کر ناصر خاں بہٹگرام کے آئے
ان کے بازو پر گولی لگی تھی میں نے پوچھا کہ حضرت امیر المومنین کہاں ہیں
اُنھوں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اس ہجوم میں تشریف رکھتے ہیں
پھر وہ خان ممدوح بالاکوٹ کی طرف چلے گئے بعد اس کے اسی ہجوم کی
طرف سے امان اللہ خاں لکھنوئی آئے مگر حواس ان کے ہرجانہ تھے میں
نے پوچھا کہ حضرت امیر المومنین کہاں ہیں وہ کچھ نہ بولے اور بالاکوٹ ہی
کی طرف چلے گئے بعد اس کے اسی طرف سے شیخ ولی محمد صاحب پھلتی آئے ان
سے پوچھا کہ حضرت امیر المومنین کہاں ہیں اُنھوں نے کہا کہ ان کو تو گوجر
لوگ پہاڑ پر لے گئے اب تم یہاں سے چلو پھر وہ آگے ہوئے اور ہم دونوں
آدمی ان کے پیچھے پیچھے چلے اور بالاکوٹ کو اپنی طرف چھوڑ کر اس لڑائی
کے کھیت سے نکل گئے اور پہاڑ کی آڑ میں جو ایک چشمہ ہے اس پر پہنچے وہاں
اور بھی بہت مجاہدین لوگ لڑائی کے کھیت سے نکل کر جمع ہوئے تھے
اُنھیں کے پاس ہم بھی ٹھہرے انتہی واضح ہو کہ خدا بخش صاحب رامپوری
اور محمد ابراہیم خاں تیموری اور میاں عبد القیوم صاحب وغیرہ مجاہدین
حاضرین جنگ بالاکوٹ کے کہتے ہیں کہ جو میاں لکھمیر صاحب نے یہ بیان

چلا رستے میں تین چار سکھوں نے میرا تعاقب کیا میرے سامنے پہاڑ
کا ایک بلند پتھر تھا میں اپنی بندوق اس پتھر سے کھڑی کرکے اس
پر چڑھ گیا اور ایک سکھ نے لپک کر وہ بندوق اٹھالی اور وہاں
اوپر میری تلوار اگل کر نیچے گری وہ دوسرے سکھ نے اٹھالی میرے
پاس خالی میان رہ گیا پھر وے سکھ تو وہیں رہے میں وہاں سے
اور غازیوں کے ساتھ چل دیا اور پہاڑ کی آڑ میں جہاں چشمے پر
اور بہت سے غازی تھے انھیں میں میں بھی شریک ہوا انتہیٰ،
میاں خدابخش اور الٰہی بخش اور شیر محمد خاں رامپوری اور
محمد امیر خاں قصوری اور لعل محمد صاحب جگدیس پوری اور
داروغہ عبدالقیوم صاحب وغیرہم کہتے ہیں کہ لڑائی کے کھیت
سے نکل کر جب ہم اکثر لوگ پہاڑ کی آڑ میں چشمہ پر جمع ہوئے اور کچھ لوگ
آگے ہی چلے گئے تھے وہیں چشمے پر دو یا تین غازی ہمراہی مولوی خیرالدین
صاحب کے آپہنچے اور کہنے لگے بھائیو ہراساں نہ ہونا مولوی صاحب
کے سب ہمراہی مجاہدین پیچھے آتے ہیں پھر جب ہم لوگوں نے
لڑائی شکست ہونے کا حال بیان کیا تب وے بھی ایک سکوت
کے عالم میں رہ گئے اور ہر ایک ہم لوگوں میں سے حضرت علیہ الرحمۃ

کے غم فراق میں اس قدر پراگندہ خاطر اور حواس باختہ حواس تھا
کہ جیسے مجنون اور سودائی ہوتا ہے کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا
آخر الامر وہاں سے سب لوگ دریائے بالاکوٹ داہنی طرف چھوڑ کر
ناصر خاں کے لوگوں کے ہمراہ چلے بالاکوٹ سے ڈھائی تین کوس ناصر خاں
کا انگرائی نام ایک گاؤں تھا وہاں پہنچے کوئی وقت عصر کے اور
کوئی وقت مغرب کے اور سب لوگ تمام دن کے بھوکے تھے پھر
یہ حال لوگوں نے شیخ ولی محمد صاحب سے کہا انھوں نے کہا کہ بھائیو
میرے پاس اور تو کچھ نہیں فقط ایک روپیہ گنڈا محمود شاہی ہے
اگر اس میں کچھ کام نکلے تو حاضر ہے پھر وہ روپیہ شیخ صاحب نے
دیا اس کی مکا منگائی گئی اور ایک ایک مٹھی لوگوں میں تقسیم ہوئی کسی
نے کچی چابی اور کسی نے بھون کر اور کسی کو وہ بھی نہ ملی اور وہیں سب
غازی مولوی خیر الدین صاحب کے ملے اور کہا انھوں نے کہ مولوی
خیر الدین صاحب بہت بیمار ہیں چارپائی پر لوگ اٹھا لائے ہیں
سو یہاں سے دو ڈھائی کوس پر درہ کاکان میں ہیں انتہی پھر
اس بستی میں لوگ جا بجا اترے کوئی مسجد میں اور کوئی
حجرے میں کوئی کسی کے دروازے پر ناصر خاں نے کئی اپنے آدمی

واسطے محافظت ہتیاروں کے مقرر کردئے کہ یہ غازی لوگ غمگین
اور پراگندہ حواس ہیں ان کے ہتیاروں کی نگہبانی رکھنا کہ کوئی
لے نہ جاوے بعد نماز عشاکے جان محمد جراح رامپوری اور عبدالرحیم
جراح جانسٹھی زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہے تھے کہ دو گوجر ہم لوگوں
کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ سید بادشاہ یہاں سے تھوڑی دور پہاڑ
کے درے میں اپنی جان نے سلامت ہیں سو تمہارے لانے کے واسطے
ہم کو بھیجا ہے چلو تو ہم تم کو اُن سے ملا دیویں یہ خبر فرحت اثر سن
کر تمام لوگ بشاش اور تازہ دل ہوگئے پھر ان گوجروں کو ناصر خاں
کے پاس لے گئے وہاں بھی انھوں نے وہی بیان کیا ناصر خاں نے کہا کہ
یہ غازی لوگ تمام دن کے بھوکے پیاسے تھکے ماندے ہیں اور
وقت رات کا ہے اور ہم لوگ ملک سمہ کے دغا کھائے ہوئے ہیں
اس سبب سے رات کو نہ ان کو بھیج سکتے ہیں اور نہ ہم تمہارے
ساتھ جا سکتے ہیں اگر سید بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا
ہے تو وہ کہیں ہوں ہرگز نہیں چھپنے کے تم کل سویرے پھر آنا ہم
سب تمہارے ساتھ چلینگے یہ جواب سُن کر وہ دونوں گوجر
چلے گئے اس وقت ناصر خاں نے ہم لوگوں سے تسلی دے کر کہا کہ
بھائیو جو کچھ ہوا تقدیر الٰہی سے ہوا مشیت الٰہی سے کچھ چارا نہیں

اگر اللہ تعالیٰ نے سید بادشاہ کو زندہ جان رکھا ہے تو کچھ غم نہیں
اس وقت نہیں اور وقت کل پرسوں جب اللہ تعالیٰ چاہیگا ملا دیگا
اب تم کو لازم ہے ان کی بیوی صاحبہ کے پاس پہنچو اور ان کی
حفاظت میں رہو ایسا نہ ہو سکھ مردود وہاں جا کر ان کو گرفتار
کرلیں تو بڑی شرم اور قباحت کی بات ہے یہ بات خان ممدوح
کی سب کو پسند آئی پھر رات پھر اسی بستی میں لوگ رہے جب صبح
ہوئی سب نے نماز پڑھی اور دو تین گھڑی دن چڑھے تک ان اہلے
گوجروں کے منتظر رہے جب وہ نہ آئے تب ناصر خاں نے کہا کہ
اب کہ اب یہاں کیوں دیر کرتے ہو اب چل کر پہاڑ پر چڑھو اور
جہاں وے گوجر سید بادشاہ کو پتہ بتاتے تھے اسی رستے تو جانا
ہوگا اگر وہاں ہونگے تو لوگوں سے معلوم ہو جاویگا پھر وہیں سب
چلے چلینگے اور نہیں تو راج دواری کا رستہ لینگے اور اسی بستی سے
چڑھائی پہاڑ کی شروع ہے پھر سب غازی وہاں سے کوچ کرکے
ہمراہ ناصر خاں کے اس پہاڑ پر چڑھنے لگے جب آدھی چڑھائی
پر پہنچے وہاں ناصر خاں نے ہم لوگوں سے کہا کہ بھائیو جس درے

ہیں دونوں گوجر رات کو سید بادشاہ کا پتہ بتاتے تھے وہ
یہ درہ ہے اور بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا اور کہا اگر
سید بادشاہ اس میں ہوتے تو کوئی ضرور اس وقت یہاں ہم
لوگوں کے پاس آتا پھر وہاں سے سب لوگ چلے اور مارے
بھوک کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ چڑھنا پہاڑ پر دشوار تھا
اور ناصر خاں سب کو تسلی دیتے تھے کہ بھائیو جس طرح
ہو سکے یہ پہاڑ اتر کر بستی میں پہنچو کہ کچھ کھانے پینے کی تدبیر
کی جاوے اور جن کو مارے بھوک کے نہایت ضعف تھا ان
کے ہتیار اور غازیوں نے جو قوی توانا تھے لے لئے تاکہ ان
کو تکلیف نہ ہو پھر چڑھتے چڑھتے پہاڑ کے سر پر پہنچے وہاں
سے طرف اُتار کے برابر تختہ برف کا تھا اس کو دیکھ کر
تمام لوگ رک گئے کہ اب کیونکر پہاڑ سے اُتریں پھر
ناصر خاں نے اپنے ہمراہ کے گوجروں سے کہا کہ برف میں
رستہ بناؤ کہ لوگ یہاں سے اُتریں ان گوجروں نے کہا
کہ اُترنے کی ترکیب ہے کہ اپنے پیچھے کو قدرے جھکے ہوئے
ایڑیوں سے چلیں اُتریں جیسے سیڑھی سے اُترتے ہیں

اس میں سب سلامت اتر جاوینگے پھر وہ چند گوجر آگے ہوئے
اور سب غازی اُن کے پیچھے ہوئے پھر وہ گوجر تو ناصر خاں
کو ساتھ لے کر اُسی طرح اُتر گئے اور پیچھے غازی لوگ
کوئی تو لاٹھی ٹیک کر اُترنے لگے اور کوئی بندوق ٹیک کر اس
میں ایک جگہ ایک غازی کا پاؤں پھسلا اور گرا بیس پچیس
آدمی اس کے آگے تھے اس کے دھکے سے وہ سب گرے
اور لوٹتے لوٹتے پہاڑ کے نیچے جا رہے کسی کی تلوار ٹوٹ
گئی اور کسی کے زخم ہو گئے اور کسی کی بندوق کا کندا ٹوٹ
گیا مگر وہ لوگ سلامت رہے کوئی زخمی نہیں ہوا اس وقت
حال یہ ہوا کہ تمام لوگ حضرت کے غم فراق میں مبتلا تھے مگر
ان لوگوں کو گرتے اور لنڈھکتے ہوئے دیکھ کر یکایک سب
ہنسنے لگے گویا تمام رنج و غم بھول گئے اور جن کے پاس سپر
تھی اُن سے گوجروں نے کہا کہ تم اپنی سپر پر بیٹھ کر کیوں
نہیں اُتر جاتے ہو انھوں نے پوچھا کہ سپر پر کیونکر
اُتریں اُنھوں نے کہا کہ تم اپنی سپر پر بیٹھو اور اپنا اسباب
اپنی گود میں دبالو اور پاؤں پھیلا دو پھر یہی تدبیر

انھوں نے کی کہ اپنے ہتیار اور اسباب گود میں دبا کر سر پر بیٹھے اور پاؤں پھیلا دئے اور وزہ سے جنبش کر کے پھسل کر نیچے جا رہے اور اپنے ہتیار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اسی طرح سب سیر والے اُتر گئے اور وہاں دامن کوہ میں چیڑ وغیرہ کے درخت تھے وہاں سب جمع ہوئے اور وہیں نشیب میں نور عالم کے درخت تھے لوگ مارے بھوک کے مضطر تھے اس کی جیڑوں کو کھود کر مانند گاجروں کے کھانے لگے اور چلنے لگے آگے کچھ دور پر ایک اور پہاڑ ملا اس پر چیڑ ہے اس کے آثار میں بھی برف تھا مگر بڑا موٹا رہ برف کا تختہ تھا اور لمبان میں قریب آدہ کوس یا پون کوس کے ہو گا جب اس پر لوگ چلنے لگے تو اس کے نیچے سے ایک آواز پانی کی سی آنے لگی جو ملکی لوگ ہمراہ تھے اُنھوں نے سب لوگوں سے پکار کر کہا کہ بھائیو ٹھہر جاؤ اس برف کے نیچے شاید کوئی دریا ہے پانی بہنے کی آواز معلوم ہوتی ہے جابجا لوگ سب ٹھہر گئے پھر ان ملکیوں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو اس دریا پر کہیں کہیں برف گل کر غار سے ہو گئے تھے

جیسے کوئیں جوان میں جھانک کر دیکھا تو بہت دُور پر سیاہ پانی نظر
آیا انھوں نے ہم لوگوں کو خبر دی اور کہا کہ متفرق ہو کر چلو ایسا نہ ہو کہ
یہ برف کا تختہ ٹوٹ جاوے تو سب لوگ نیچے چلے جاویں پھر ہم نے
وہ غار جھانک کر دیکھے خدا جانے سو گز گہرائی پر پانی تھا یا دو سو گز کی
گہرائی پر پھر لوگ متفرق ہو کر سلامت اس سے گذر گئے اور بعد اس تختہ
کے زمین آئی اور کہیں کہیں ایک ایک دو دو گوجروں کے کوٹھے معلوم
ہونے لگے پھر آگے چل کر درہ پنجول میں میاں کلی نام پیرزادوں کی ایک
بستی ملی اور ان پیرزادوں کو ہم لوگوں کی خبر پہلے سے زبانی ناصر خاں کے
پہنچ گئی کہ مجاہدین بالاکوٹ کے ادہر آتے ہیں اُنھوں نے سامان مہمانی
کا درست کر رکھا تھا پھر ہم لوگ قریب عصر کے ان کے مکان پر پہنچے اور
کمریں کھولیں پھر ان پیرزادے صاحب نے بہت سی بھونی ہوئی مکا
بھیجی کہ جبتک روٹی تیار ہو اس کو چابو مارے بھوک کے تمام لوگ بیقرار
تھے اس مکا کو چابنے لگے اور اُس وقت بسبب بھوک کے اس مکا کے چابنے
میں ایسا مزا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بیان میں نہیں آتا ہے بعد اس کے
اذان مغرب کی ہوئی سب نے نماز پڑہی پھر بستی والے اپنے اپنے
گھروں سے جو کچھ کھانا پکا تھا لائے کوئی کڑہی روٹی لایا اور کوئی دہی

روٹی اور کوئی دودھ روٹی اور کوئی دال روٹی لایا مگر کھانا بہت اکٹھا
ہوا اور ان پیرزادے صاحب نے زخمیوں کے لئے اپنے گھر سے حلوا پکوا کر
لائے پھر ناصر خاں نے وہ کھانا لوگوں میں تقسیم کر دیا سب نے شکم سیر
ہو کر کھایا پھر نماز عشا کی پڑھ کر اپنی اپنی جگہ پر پہرے بندی کر کے سو رہے
صبح کو نماز پڑھ کر تیاری چلنے کی ہوئی ناصر خاں نے ہم سب کو ہمراہ لے کر
روانہ ہوئے رستے میں اُس نواح کے گوجروں سے معلوم ہوا کہ حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ شملی شیر کے پہاڑ پر
ایک مکان میں ہیں اور وہ بستی درہ ندہیار میں ہے وہاں معلوم
ہوا کہ غازیوں کے کچھ اہل و عیال یہاں ہیں اور کچھ بیوی صاحبہ
کے پاس پہاڑ پر ہیں اور وہ بستی حبیب اللہ خاں کے حقیقی بھائیوں
کی تھی نام اس کا یاد نہیں اُس نے بڑی خاطر داری سے لوگوں کو بستی
میں اُتارا اور رات کو سب کو کھانا کھلایا

روز جنگ بالاکوٹ کے جب غازی لوگ بعد شکست لڑائی کے شام
کو موضع انگرائی میں پہنچے بعد نماز مغرب کے شیخ ولی محمد صاحب پھلتی
نے کہا کہ کوئی شخص ایسا معتبر اور ہوشیار ہو کہ یہاں سے بالاکوٹ
میں جا کر معلوم کرے کہ وہاں کون کون غازی شہید ہوا اور کس کی
کس کی لاش ہے اور حضرت امیر المومنین کا حال دریافت کرے

کہ کیونکر ہے اگر وہاں سے گوجر لوگ زندہ نکال کر لے گئے تو بہو المراد
اگر شہید ہوئے تو وہاں ان کی لاش ضرور ہوگی پھر دو آدمی وہاں جانے
کو تیار ہوئے ایک تو پکھلی کے رہنے والے اللہ دین اور ایک خضر خاں
قندہاری پھر شیخ صاحب ممدوح نے اسی وقت ان دونوں کو بھیجا
وہ گئے اور یہاں سو موضع سملئی میں شیخ صاحب سے ملے اور بیان کیا کہ
ہم اُس دن لڑائی سے بالاکوٹ میں گئے اور جو ملکی لوگ سکھوں کے
ساتھ تھے ان کے پاس رات بھر رہے رات کو ان سے یہ حال معلوم
ہوا کہ جب غازی لوگ لڑائی شکست کھا کر چلے گئے اور جو جانبین کے
لوگ مارے گئے ان کی لاشیں پڑی رہیں اور کئی غازی زندہ گرفتار
کئے گئے شیر سنگھ نے ان گرفتاروں سے کہا کہ ان لاشوں میں سے ہم کو
بتاؤ کہ خلیفہ صاحب کی کون لاش ہے اگر تم سچ سچ بتا دو گے تو ہم
تم کو چھوڑ دینگے پھر انھوں نے کھیت میں جابجا پھر کر لاشوں کو
دیکھا کہ ایک بے سر کی تھی اُنھوں نے کہا کہ یہ لاش خلیفہ صاحب
کی معلوم ہوتی ہے مگر اس کا سر بھی ہو تو ہم بتا دیں پھر شیر سنگھ
نے اس کا سر تلاش کروا کر منگایا اور اس میں ملوایا تب انھوں نے
کہا کہ ہاں خلیفہ صاحب کی یہی لاش ہے پھر شیر سنگھ نے ایک دوشالہ
اس لاش پر ڈلوا دیا اور دو تھان خاصہ کے اور پچیس روپے

روپے نقد دئے اور کہا کہ جس طرح تم مسلمانوں کا دستور ہو اس
طرح کفن دے کر اس کو دفن کرو پھر ادہر ادہر کے ملکی مسلمان اور
بھی آکر جمع ہوئے اور کفن دے کر اس لاش کو دفن کیا اور وہ روپے
نقد خیرات کئے گئے اور جو لاشیں سکھوں کی تھیں ان کو بالاکوٹ کے
کوٹھوں میں ڈال کر جلوا دیا اور باقی لاشیں غازیوں کی سب وہیں
جہاں کی تہاں پڑی رہیں انتہی پھر اگلے روز جب شیر سنگھ وہاں سے ندی
کے پار اپنے لشکر میں چلا گیا مگر چند سکھ جو اکالی کہلاتے ہیں وہ رہ گئے
اور باشندے بالاکوٹ کے جو سکھوں کے ڈرسے جو ادہر ادہر بھاگ گئے
تھے وہ بالاکوٹ میں آئے اور جو وقت دفن کرنے اور لاش مذکور کے موجود
تھے ان میں اختلاف ہونے لگا اکثر تو یہ کہتے تھے کہ وہ لاش سید بادشاہ
کی نہ تھی ان کو تو گوجر لوگ لڑائی کے کھیت سے زندہ نکال لے گئے اور
چند لوگ کہتے تھے کہ وہ لاش سید بادشاہ کی تھی مگر تحقیق حال معلوم
نہ ہوا کہ وہ سچے ہیں یا یہ ہم لڑائی کے کھیت میں گئے سیکڑوں لاشیں
پڑی تھیں ان میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور ارباب بہرام خاں صاحب
اور سید ضامن شاہ صاحب کی لاش کو ہم نے پہچانا اور اسی طرح چند
لاشیں اور بھی پہچانیں مگر نام ان صاحبوں کے یاد نہیں پھر جب رات
ہوئی یہ اس لاش

اور آپ اپنے لشکر کو چلے گئے پھر اگلے روز ہم دونوں آدمی ادہر چلے
آئے انتہیٰ **اسامی شہدای جنگ بالاکوٹ** میاں خدابخش اور
الہی بخش اور شیر محمد خاں رامپوری اور شیخ محب اللہ اور محمد امیر خاں قصوری
اور نجم الدین شکارپوری اور مولوی سید جعفر علی صاحب گورکپوری وغیرہم
سلمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جنگ بالاکوٹ میں غازی تو تین سو سے زیادہ
شہید ہوئے ہونگے مگر جن صاحبوں کے نام یاد ہیں وہ یہ ہیں مولانا محمد
اسمعیل صاحب اور حافظ امیر خاں اور مرزا احمد بیگ پنجابی اور عبید اللہ
نو مسلم اور شرف الدین پنج ستی دہلوی اور داد اسید ابو الحسن نصیر آبادی
اور سید امیر علی جالیسی اور شیخ عبد الروف اور شیخ ضیاء الدین اور حکیم
قمر الدین اور شیخ بہادر اور شیخ حماد اور توکل اور نبی حسین اور
راحت حسین اور اللہ بخش اور اللہ داد اور محمد معصوم اور مولوی باقر علی
عظیم آبادی اور حاجی برکات اور مولوی قمر الدین عظیم آبادی اور
علیم الدین اور فیض الدین اور لطف اللہ اور منشی محمدی انصاری اور
شرف الدین اور سید مظفر حسین بنگالوی اور منور خیاط اور کریم بخش
خیاط اور مرزا رضی بیگ اور نور علی اور مولوی عبد الوہاب
اور ان کے شاگرد خدا بخش اور سمور خاں لکھنوی اور شیخ امجد علی

اور شیخ محمد علی اور اصغر علی اور درگاہی اور ان کے بیٹے خدابخش غازی پوری
اور کریم بخش اور عبدالمنان اور حسن خاں بنارسی اور حیات خاں
چیرآبادی اور نور بخش جراح ساکن شاملی اور شیخ شجاعت علی
فیض آبادی اور حافظ امیرالدین گڑھ مکتیسری اور بخش اللہ جاپوری
اور امام الدین ساکن بمبئی اور مولوی سید نور احمد ساکن نگراؤں
اور چاند خاں اور نور محمد ناگوری اور میاں جی عبدالکریم ساکن انبیٹا
اور عبدالجبار خاں شاہجہاں پوری اور عبدالقادر اور حافظ مصطفےٰ
جھنجھانوی اور حسن خاں ساکن زمانیہ اور مولوی احمداللہ اور عبدالرحمٰن
ناگپوری اور نواب خاں ساکن گنتی اور قلندر خاں قندھاری اور بادل خاں
اور مرزا حسین بیگ اور شیخ نصرت بانس بریلوی اور امانت علی
اور کریم بخش ساکن ساڈھورا اور شیخ امراللہ اور حافظ محمد صابر
تھانوی اور شیخ کریم بخش اور رحیم اللہ اور فرحام اور علی خاں
ساکن ضلع سہارنپور اور منشی خواجہ محمد حسین پوری اور قاضی حمداللہ
میرٹھی اور شیخ بلند بخت اور عبدالعزیز اور سلو خاں دہلی اور
داود خاں اور ولی داد خاں اور شیخ نصراللہ خرجوی اور مولا بخش
میواتی ساکن نوہ اور وزیر خاں میواتی اور قادر بخش ساکن
کنج پورہ اور نتھے خان ساکن ہزارہ اور عبداللہ اور غلام محمد

اوران کے بیٹے محمد حسن پانی پتی اور حیراتع علی ساکن پٹیالہ اور
عظیم اللہ خاں ساکن اکوڑا اور شیخ محمد رضا ساکن ضلع میرٹھ اور
ارباب بہرام خاں ساکن موضع تاکال ضلع پشاور اور سید ضامن شاہ
ساکن درہ کاگان اور قادر بخش ساکن لہاری اور حافظ الہی بخش کرانوی
اور سرانداز ساکن بکھلے اور محمد اسحاق تیح تنی اور دلاور خاں اور
عبد السبحان خاں اور منصور خاں اور عبد اللہ خاں اور مشرف خاں گورکھپوری
اور روشن سقا ساکن ضلع کویل اور سخاوت لمیوری اور ضیاء اللہ اور
ان کے والد ساکن امروہہ اور مرزا خاں اوران کا بیٹا ساکن جینی اور
حافظ عبد القادر ساکن میان دوآب اور اللہ بخش شاہ انبالوی اور بخش اللہ
خاں بہادر گڑھی اور داؤد خاں ساکن ضلع پٹیالہ اور لعل محمد مہاجر
پرانگاری اور شیخ امام علی محی الدین پوری علاقہ الہ آباد اور اللہ بخش
بانگیتی اور قاضی علاء الدین اور سید امیر الدین ساکن کھڑا اور رحیم بخش
اور خدا بخش الہ آبادی اور بھیکن شاہ پوربی اور شمس الدین ساکن ہریانہ
اور سید مردان علی میران پوری اور محمد عرب اور فیض اللہ شیدی اور
اللہ داد اور قادر بخش اور عبد القادر اور راجہ وطن ان کا یاد نہیں
اور سید زین العابدین اور ایک پٹھان ان کے ہمراہی دونوں ضلع
پشاور کے اور سید امام علی الہ آبادی جو غازیوں سے قواعد لیتے

تھے اور صندل خاں پنجابی اور شیر خٹک خاں خالص پوری اور
فیض اللہ تخت ہزاری کا اور بخش اللہ برادر مہر علی انبالوی اور بخش اللہ
خاں بارہ بستی کا انتہیٰ اور مدفون ہونا ان تمام شہداء مخلصین پاک دین
مذکورین اور غیر مذکورین رحمہم اللہ اجمعین کا زبانی معتبر لوگوں بالاکوٹ
کے یوں معلوم ہوا کہ بعد چلے جانے سکھوں کے جب لوگ بالاکوٹ کے
بھاگے ہوئے آئے اور وہاں کے کھیتوں میں تمام لاشوں کو پڑا ہوا
دیکھا ان میں سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور ارباب بہرام خاں صاحب
کی لاش کو جدا جدا دو جگہ انھوں نے دفن کیا اور باقی لاشوں کو وہاں سے
اٹھا کر مٹی کوٹ کے نالے میں ایک جگہ جمع کیا کہ اوپر سے مٹی ڈال کر گنج
شہیداں بناویں سوا ان لوگوں کو تو نوبت دفن کرنے کی نہ ملی اسی روز
تقدیر الٰہی سے اس قدر زور کا پانی برسا کہ تمام مٹی کھیتوں سے بہ کر اس
نالے میں بھر گئی کہ وہ سب لاشیں اس کے نیچے چھپ گئیں اور دونوں
طرف سے اس نالے کے کراڑے بھی پھٹ کر ان لاشوں پر گر پڑے
کوئی لاش کھلی نہ رہی سب مٹی کے نیچے دب گئیں انتہیٰ **حکایت**
میاں خدا بخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ روز لڑائی بالاکوٹ کے جو مجاہدین
لوگ ہتیار باندہے اور کپڑے پہنے تھے وہی تو ان کے پاس رہے اور باقی
جو بالاکوٹ میں تھے وہ سب بعد شکست لڑائی کے سکھوں کے میں

گئے اور حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کئی جاجمیں اور خیمے اور قناتیں راج دواری میں بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ کے پاس رکھ آئے تھے سو بعد شکست کے جبکہ مجاہدین موضع نیسر میں جاکر جمع ہوئے اور وہیں بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو بھی مع تمام اسباب کے لوگ لے گئے تھے اور اکثر مجاہدین کپڑوں سے شکستہ حال تھے پھر شیخ ولی محمد صاحب نے وہ تمام جاجمیں اور خیمے اور قناتیں منگواکر ان کا کپڑا لشکر میں تقسیم کیا اسی کپڑے کے لوگوں نے انگرکھے اور پاجامے بنائے اور اسی کے دوپٹے اور ٹکے اور عمامے انتہیٰ شیخ ولی محمد صاحب اور میاں عبدالقیوم صاحب اور محمد خاں صاحب قیصوری وغیرہم مجاہدین صداقت آگین کہتے ہیں کہ بعد لڑائی بالاکوٹ کے جب ہم لوگ تھانہ سند میں گئے ان روزوں زبانی اکثر لوگوں کے جو پشاور سے آتے تھے متواتر یہ حال خیر مآل سنتے تھے کہ ارباب بہرام خاں مرحوم ومغفور کے برادر زادے محمد خاں نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ میں اپنے چچا بہرام خاں کی لاش بالاکوٹ سے لاکر اپنی بستی تاکال میں دفن کروں انھوں نے کہا کہ ان کو وہاں دفن کئے ہوئے چھ مہینے کا عرصہ ہوا اب وہاں سے ان کی ہڈیاں کھود کر یہاں لانا کیا ضرور ہے جہاں مدفون ہیں وہیں رہنے دو محمد خاں نے کہا کہ میرا چچا خالص نیت سے سید بادشاہ

کے ساتھ واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے گیا تھا اور تمام اپنا مال واسباب
خدا کی راہ میں اس نے صرف کیا یہاں تک کہ شہید ہوا مجھکو یقین ہے کہ
انشاءاللہ تعالیٰ اس کی لاش قبر میں سلامت ہو گی اور میں وہاں سے
لاؤنگا ہر چند قوم کے لوگوں نے سمجھایا مگر اس نے نہ مانا آخرالامر ایک
صندوق اور چالیس آدمی اپنی قوم کے تاکال سے لیکر بالاکوٹ کو گیا وہاں
بہی لوگوں نے قبر کھودنے سے منع کیا پھر بھی نہ مانا آخر کو قبر کھود کر،
لاش کو نکالا تو قدرت الٰہی سے وہ لاش ویسی ہی تر و تازہ نکلی گویا ابہی
کی ہے نہ سڑی تھی نہ گلی تھی نہ اس میں بدبو تھی مگر پاؤں کی کئی انگلیوں
کچھ تغیر ہو گیا تھا پھر صندوق میں رکھ کر وہاں سے اپنی بستی تاکال
میں لائے یہ خبر سن کر اس نواح کے ہزاروں آدمی اپنے اور بیگانے
آکر جمع ہوئے اور سب نے اس لاش کی زیارت کی اور ان کی شہادت
کی تاریخ) مقرر ہوئی بعد اس کے قبر کھود کر سب نے اس لاش کو دفن کیا

حکایت خدابخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ نے پائندہ خاں پر واسطے لڑائی کے لشکر بھیجا ایک رات موضع
فروتہ میں ہم لوگ تھے ایک نوجوان اسی ملک کا بھولا بھالا سا
تھا ہمارے لشکر میں اس کو لوگ نمانا کہتے ہیں سو اس رات کو نہایت
خوش آوازی سے چار بیت پڑہنے لگا جب اللہ تعالیٰ نے غازیوں کو

پائندہ خاں پر فتحیاب کیا اور قلعہ امب میں حضرت امیر المومنین کا تھانہ ہوا کئی دن کے بعد سولہ سترہ برس کے ایک لڑکی اسی ملک کی آئی اور ہم لوگوں سے پوچھنے لگی کہ وہ شخص کون ہے جو اس دن فردسہ میں رات کو چاربیت پڑہتا تھا لوگوں کو گمان ہوا کہ شاید یہ لڑکی اس شخص کی رشتہ داروں میں سے کسی نے کہا کہ وہ فلانی جگہ غازیوں میں ہے پھر وہ لڑکی اس کے پاس چلی گئی اور اس سے پوچھا کہ جب وہ فردسہ میں لشکر تھا رات کو تو ہی چاربیت پڑہتا تھا اُس نے کہا ہاں پڑہتا تو تھا تو کیوں پوچھتی ہے اس نے کہا تیری آواز نے میرا دل نکال لیا اور مجھکو دیوانہ کر دیا سو میں تیرے ساتھ نکاح کرونگی یہ کلام سُن کر وہ شخص گھبرایا اور کہنے لگا کہ میں مفلس فقیر آدمی ہوں مجھکو خواہش نکاح کی نہیں ہے اسنے کہا کہ میں تو تیرے ہی ساتھ نکاح کرونگی رفتہ رفتہ یہ بات لوگوں نے حضرت امیر المومنین سے جا کر کہی آپ نے تمانے کو بلوا کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے وہ تو فزدہ ہو کر کہنے لگا کہ حضرت مجھکو خبر نہیں مگر ایک لڑکی فردسہ سے آئی ہے اور مجھہ سے کہتی ہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرونگی اور تمام باتیں اس کی عرض کیں حضرت نے فرمایا کہ اس لڑکی کو کسی محفوظ مکان میں رکھو اور کسی کو فردسہ میں بھیجا کہ جو اس لڑکی کا وارث ہو بلا وے پھر اس کے لگے روز اس لڑکی کے عزیزو

اقربا ام میں آئے اور ان کے ساتھ کئی عورتیں بھی تھیں عورتیں
تو اس لڑکی کے پاس گئیں اور مرد حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے
آپ نے پوچھا کہ وہ لڑکی تمہاری ہے اُنھوں نے عرض کی کہ ہاں
ہماری ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو تسلی دلاسا دے کر لیجاؤ پھر وہ
لوگ تین روز تک اس کو ہر طرح سے سمجھاتے رہے مگر اُس نے کسی طور نہ
مانا اور کہا کہ زندہ جان تو نہ جاؤنگی مگر تلوار سے ٹکڑے کر کے گٹھڑی میں
باندہ کر لیجاؤ تم کو اختیار ہے ان لوگوں نے جانا کہ اس کا دل نمانے پر
آگیا ہے یہ کسی طرح نہ مانیگی اگر بزور لیجاویں تو بیشک یہ مرجاویگی پھر
اُنھوں نے حضرت سے آکر عرض کی کہ ہم نے بہتیرا اس کو سمجھایا اور دھمکایا
مگر وہ کسی طور نہیں مانتی اب ہماری بھی یہی مرضی ہے کہ آپ نمانے ہی
کے ساتھ اس کا نکاح کر دیں پھر حضرت نے نمانے کو اپنے پاس بلایا
اور ان لوگوں سے کہا کہ وہ یہ شخص ہے اُنھوں نے نمانے کی بہت تسلی
کی اور کہا کہ بھائی تمہاری اس میں کچھ خطا نہیں ہے اور نہ کچھ لڑکی کا
قصور ہے وہ بڑی نیکبخت اور صالحہ ہے مگر تقدیر الٰہی یوں ہی تھی اب
ہم سب راضی ہیں تم اس لڑکی سے نکاح کر لو پھر انھیں میں ایک
اس لڑکی کی طرف سے وکیل ہوا اور حضرت نے ان کا نکاح کر دیا
پھر وے لوگ فروسہ کو چلے گئے اور حضرت نے وہ لڑکی نمانے کو دی

اور اس کا کھانا کپڑا اپنے یہاں سے مقرر کر دیا اور جہاں اور غازیوں
کی بیویاں رہتی تھیں وہاں وہ لڑکی بھی رہنے لگی اور رہ نماتا بھی بہت
نیکبخت اور صالح آدمی تھا اور مزاج اس کا مجذوبوں کا ساتھا اور ہر
لڑائی میں سب غازیوں کے ساتھ رہتا تھا آخر الامر جب لڑائی بالاکوٹ
کی ہوئی اس میں نمانے نے بڑی بہادری کی اور خوب لڑا اور کافروں کو مارا
اور آپ بھی بہت زخمی ہوا پھر جب بعد شکست لڑائی مذکور کے باقی مجاہدین
موضع شملائی بنسیر میں آکر جمع ہوئے وہاں وہ لڑکی بھی آئی اور لوگوں سے
پوچھنے لگی کہ تم کو نمانے کا بھی کچھ حال معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے یا شہید
ہوا لوگوں نے کہا کہ شہید تو نہیں ہوا زندہ ہے مگر زخمی ہے وہیں بالاکوٹ
کے پہاڑ پر کسی گوجر کے مکان میں ٹھہر گیا ہے یہ خبر سن کر وہ کہنے لگی
کہ جب صحیح اور تندرست تھا اور میں نے اپنے خاندان پر خاک ڈال کر
اس کے ساتھ نکاح کیا اور اب وہ زخمی ہوا ہے بھلا اس کی خدمت
تو کر لوں خدا جانے جیوے یا مرے پھر وہ لڑکی حضرت بیوی صاحبہ
معظمہ مکرمہ اور سب عورتوں سے مل کر اور رخصت ہو کر طرف بالاکوٹ
کے روانہ ہوئی پھر نو دس مہینے کے بعد جب ہم لوگوں کا لشکر پنجتار میں
تھا وہاں نمانے کو ساتھ لئے ہوئے آئی اور سب لوگوں سے ملی سب
نے اس کو شاباشی دی اور کہا کہ یہ عورت بڑی وفادار نکلی پھر دونوں

میاں بیوی لشکر میں رہا کئے انتہیٰ میاں عبدالقیوم اور امیر خاں ٹیقوری
اور میاں خدابخش رامپوری وغیرہم کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ موضع بنیسر میں
پہنچے وہاں کے خان بہرام خاں خیل نے کہ حبیب اللہ خاں کا بڑا بھائی تھا
ہم سب کو تسلی دے کر بنیسر میں ٹھہرایا اور بیوی معظمہ مکرمہ ہم لوگوں سے ایک
یا دو روز پہلے راج دواری سے آکر بنیسر کے پہاڑ پر ایک گوجر کے مکان میں
ٹھہری تھیں اور جو غازی روز لڑائی کے جا بجا ادہر اُدہر پراگندہ ہو گئے تھے
وے بھی آکر ہم لوگوں میں شریک ہوئے اور مولوی سید نصیرالدین صاحب
منگلوری جو موضع بگڑ ننگ میں مع تیس یا بتیس آدمیوں کے مقیم
تھے اور ان لوگوں کے نام یاد نہیں ان کے ہمراہیوں سے کوئی باقی نہ
تھے مگر ایک کریم بخش نام رہنے والے سہارنپور کے کہ وہ بھی قدیم
رفیق حضرت علیہ الرحمۃ کے تھے اب وہ مکہ معظمہ میں رہتے ہیں وے
بھی اپنے لوگوں سمیت آکر شریک ہوئے اور جو لوگ سچون میں بیمار تھے
وے بھی آئے اس روز شام کو قریب سات سو آدمیوں کی
خمس تقسیم ہوئی پھر اس کے اگلے روز لوگوں میں ایک صورت پراگندگی
کی ظاہر ہوئی کیونکہ تمام لوگ بے سردار کے تھے کوئی امیر ان پر
ایسا نہ تھا کہ اس کے رعب سے دبے رہیں جو جس کے دل میں آیا
بات آتی تھی وہ کہتا تھا کسی نے ارادہ ہند کا کیا اور کسی
نے سندھ کا اور کسی نے کابل کا اور کسی نے قندہار کا اور بعضوں

نے کہا کہ ہم تو حضرت امیرالمومنین کی بیوی صاحبہ کے ساتھ ہیں ان کو
چھوڑ کر کہیں نہ جاوینگے غرضکہ ہر کوئی اپنی جدی تقریر کرتا تھا اور شیخ
ولی محمد صاحب پھلتی کا یہ حال تھا جیسے کوئی دیوانہ یا مست بیہوش یافتہ
ہوتا ہے سب کی باتیں سنتے تھے اور جواب کسی کو نہ دیتے تھے کیونکہ حضرت
امیرالمومنین کے غم فراق سے ہوش وحواس ہر جانہ تھے اور یہی حال اکثروں
کا تھا جو شخص جس قدر حضرت علیہ الرحمۃ سے محبت اور اخلاص دلی رکھتا
تھا اسی قدر اس کو غم تھا اور جو کوئی شیخ صاحب موصوف سے کہتا کہ
حضرت امیرالمومنین کے روبرو بھی آپ ہم سب کے سردار تھے اور اب بھی
آپ ہی سردار ہیں تمام مجاہدین متفرق ہوتے جاتے ہیں بلکہ بہت لوگ
دو دو چار چار کرکے چلے بھی گئے اور اگر دو چار روز یوں ہی بے انتظامی اور
بے بندوبستی رہیگی تو تمام لشکر تمام ہو جاویگا جلد آپ اس کا تدارک
کریں کہ بیڑا غازیوں کا قائم رہے شیخ صاحب موصوف اس کے جواب
میں کہتے کہ مجھ سے کچھ کام نہیں جو چاہے سو رہے اور جو چاہے سو
چلا جاوے میں تو حضرت کی بیوی صاحبہ کے ساتھ ہوں اور انہیں
کا تابعدار اور خدمتگزار ہوں اور شیخ حسن علی صاحب موضع
قیمہ علاقہ لکھنؤ کے اور مولوی سید نصیرالدین منگلوری اور مولوی
حاجی قاسم صاحب پانی پتی یہ تینوں صاحب خنگ بالاکوٹ میں

شریک نہ تھے بہ نسبت اور لوگوں کے اپنے ہوش وحواس سے
درست تھے آخر کو انھوں نے شیخ ولی محمد صاحب سے سمجھا کر کہا کہ
یہ جو آپ لوگوں سے کہتے ہیں کہ مجھ سے کچھ کام نہیں جو چاہے سو
رہے اور جو چاہے سو چلا جاوے یہ بات آپکے لائق نہیں اگر لوگوں
کی دلجوئی اور تسلی نہ کروگے اور ان کو نہ ٹھہراؤگے تو دل شکستہ ہوکر
سب اپنی اپنی راہ لینگے ہم ہی تم چند لوگ رہ جاوینگے پھر نہ یہاں
ٹھہر سکینگے اور نہ یہاں سے کہیں بیوی صاحبہ کو لیجا سکینگے اس وقت
لازم تم کو یہ ہے کہ ہم سب کے امیر اور سردار ہو اور غازیوں کو تسلی
اور دلاسا دے کر ٹھہراؤ تاکہ یہ بیڑا ٹوٹنے نہ پاوے اور علاوہ اس کے
حضرت امیر المومنین کی بھی خبریں پے درپے چلی آتی ہیں کہ وے زندہ اور
سلامت ہیں اگر یہ خبریں سچی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہم لوگوں میں مع الخیر
لاوے تو پھر فضل الٰہی سے وہ آپ اس لشکر کو سنبھال لیوینگے اس وقت
کسی کی امارت اور سرداری کی حاجت نہ ہوگی مگر ان کے نہ ملنے تک
اس بیڑے کو سنبھالنا چاہیئے شیخ صاحب نے کہا کہ یہ بات سچ کہتے ہو
مگر میں سرداری کی لیاقت نہیں رکھتا ہوں اور بہت بھائی لشکر میں مجھ
سے دانا اور مدبر اور تجربہ کار ہیں جس کو چاہو اس کو یہ عہدہ سپرد کرو
بلکہ مولوی سید نصیر الدین صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ اس کام کے
لائق تم ہو کیونکہ سید بھی ہو اور عالم بھی ہو اور صاحب تدبیر بھی

ہو جو کام تم سے ہو گا وہ مجھ سے نہ ہو سکے گا مولوی صاحب ممدوح
نے کہا کہ اب تم چون وچرا نہ کرو سب لوگوں کی نگاہ تمہارے ہی اوپر
ہے اور تمہاری ہی سرداری پر سب راضی ہیں جب تم اس کام کو اٹھاؤ گے
تب عنایت الٰہی سے سب لیاقت ہو جاویگی شیخ ولی محمد صاحب کہتے
ہیں کہ جب وے تینوں صاحب میرے درپے ہوئے کہ تمہیں سردار
لشکر کے بنو اس وقت مجکو ایک وصیت حضرت امیر المومنین کی یاد
آئی وہ یہ ہے کہ ایک روز پنجتار میں بعد نماز فجر کے حضرت امیر المومنین
نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ ضیاء الدین پھلتی اور مجکو بلوایا اس
وقت حضرت برج کے اوپر کے مکان میں تشریف رکھتے تھے ہم تینوں
آدمی جا کر حاضر ہوئے سوائے ہم تینوں کے اور کوئی حضرت کے پاس نہ تھا
پہلے تو آپ نے بہت دیر تک فضائل جہاد فی سبیل اللہ کے بیان کئے پھر میری
طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیخ بھائی اتفاق ہے شاید کبھی میں تم لوگوں
میں نہ ہوں تو تم اس کار خیر جہاد کو چھوڑ نہ دینا اللہ تعالیٰ نے اس کام
میں بڑی بڑی خوبیاں اور برکتیں رکھی ہیں انتہیٰ میں نے اپنے دل میں سوچا
کہ عجب نہیں کہ حضرت نے یہ بات الہام الٰہی سے فرمائی ہو کہ ایک وقت ایسا
ہوویگا کہ میں تم لوگوں کے درمیان نہ ہونگا اور نہ مولانا صاحب ہونگے ورنہ
مولانا صاحب کو چھوڑ کر مجھ سے یہ بات کیوں فرماتے مولانا صاحب کے
ہوتے ہوئے میں کس گنتی اور شمار میں تھا سو یہ وقت وہی ہے

پھر چار و ناچار خداوند تعالیٰ پر اعتماد کر کے میں راضی ہوا کہ خیر جو تم سب صاحبوں کی یہی مرضی ہے تو میں حاضر ہوں انتہیٰ پھر شیخ حسن علی صاحب اور مولوی سید نصیر الدین صاحب اور مولوی حاجی قاسم صاحب نے شیخ ولی محمد صاحب کو راضی کیا تب لشکر کے تمام افسروں کو بلوایا ان میں سے جن کے نام یاد ہیں وہ یہ ہیں ملا لعل محمد اور ملا بازار اور ملا دوست محمد اور خضر خاں اور ملا عزت یہ سب قندہاری اور ہزارے کا جعفر خاں ترین اور ان کا بھائی حسین خاں اور بابر شاہ ننگرہاری اور سید اللہ نور شاہ ننئی کے اور مولوی امام الدین موضع ٹوپئی کے اور آخوند گل پشاوری اور استاد محمد اور مبین خیری اور قاضی محمد پشاوری اور آخوند فیض محمد غزنوی اور شیخ وزیر پھلتی اور پیر مبارک علی جھنجھانوی اور شیخ خواہش علی ضلع عظیم آباد کے اور حافظ وجیہ الدین بانگرمتی اور فتح محمد آدم پوری اور مولوی عبد الحکیم بردانوی اور مقیم خاں عیسیٰ خیل انتہیٰ جبکہ یہ سب صاحب آ کر حاضر ہوئے تب ان سے شیخ ولی محمد صاحب کے امیر کرنے کا حال بیان کیا سب خوش ہو کر اس پر راضی ہوئے اور سب نے اتفاق کر کے شیخ صاحب کو اپنا امیر بنایا اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا بعد اس کے سب کی یہ صلاح ٹھہری کہ اس ضلع ندہیار کے جو رئیس

ہیں ان کو بھی بلوا کر اس امر میں شریک کرنا چاہیئے بدون ملائے ان
کے اس ملک میں گذارہ ہونا مشکل ہے پھر آخوند گل اور آخوند فیض محمد
نے کوشش کر کے اس دیہات کے رئیسوں کو بلوایا جب وہ آکر حاضر ہوئے
تب ان سے شیخ ولی محمد صاحب کے امیر کرنے کا حال بیان کیا اور
کہا کہ حضرت امیر المومنین کی زندگی کی خبریں پے درپے چلی آتی ہیں
اگر یہ خبریں سچ ہیں اور اللہ تعالی ساتھ خیر کے ان کو ہم لوگوں میں لاوے
تو پھر سب کاروبار کی درستی ہو جاویگی مگر جبتک حضرت نہیں ملتے
ہیں تب تک اس لشکر کے مجاہدین کو تھامنا ضرور ہے اس لئے ہم سب
نے آپس میں اتفاق کر کے شیخ ولی محمد صاحب کو امیر کیا ہے اب تم
سب صاحبوں کی اس میں کیا صلاح ہے انھوں نے کہا کہ تم نے
بہت ہوشیاری کا کام کیا اور ہم بھی سب راضی ہیں ولیکن ہم سب کے
جو پیرو مرشد صاحبزادہ محمد نصیر ستہار گئے ہیں ان کو بھی اس حال کی
اطلاع کرو تو خوب ہے دیکھو تو وے اس میں کیا فرماتے ہیں اب
تم بھی ان کو خط لکھو یا اپنا آدمی بھیجو اور ہم بھی ان کو اس امر میں
خط لکھینگے پھر سب لشکر کے افسروں نے آپس میں مشورہ کر کے
صاحبزادہ محمد نصیر کو لکھا کہ جنگ بالاکوٹ کی شکست کا حال
تو آپ کو معلوم ہی ہے اور حضرت امیر المومنین کے زندہ بچنے کا بھی حال

تمام اس ضلع میں مشہور ہے یہ بھی خبر آپ نے سنی ہوگی ولیکن بدون
سردار کے تمام مجاہدین پراگندہ ہوئے جاتے تھے اس سبب سے ہم
سب نے صلاح کرکے شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کو سردار کیا ہے
کہ جبتک اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین کو ملاوے تب تک انتظام
لشکر کا شیخ صاحب ممدوح کریں اور آپ اس ملک میں پیشوا اور
مقتدا ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی للہ فی اللہ اس کار خیر میں شریک
ہوں کہ یہ بیڑا غازیوں کا قائم رہے دنیا میں بھی تم نیکنام ہوگے
اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا کریگا انتہیٰ جب یہ
خط صاحبزادہ موصوف کے پاس گیا تب اس کے جواب میں انھوں
نے لکھا کہ تم سب صاحب وہاں سے میرے پاس چلے آؤ اس وقت
میں اس امر کا مفصل جواب دونگا اور انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہارا
شریک بھی ہونگا اور حتی المقدور تمہاری خدمتگزاری بھی کرونگا پھر
شیخ ولی محمد صاحب نے بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو لے کر مع لشکر موضع
نبسیر سے کوچ کیا اُس وقت موضع بھٹگرانون میں جا رہے وہیں ناصر خاں
کا گھر تھا اس کے لگلے روز بھی وہاں مقام کیا ناصر خاں نے سب کی
دعوت کی شیخ ولی محمد صاحب نے خان ممدوح سے صاحبزادہ
محمد الفقیر کے بلانے کا حال بیان کیا خان موصوف نے کہا کہ صاحبزادہ
اس ملک میں بڑا معزز اور ممتاز ہے اگر اس نے تم کو بلایا ہے تو ضرور

جانا چاہئے اگر تم لوگوں کا انصار سے بنیگا تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے
کہ یہ کام چل نکلے اور میں تو زخمی ہوں والا میں تمہارے ہمراہ چلتا اب
تو آپ وہاں جاکر ٹھہریں اور وہاں کا حال دریافت کریں اس میں اگر
مجھکو آرام ہو گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی تمہارے پاس حاضر ہونگا پھر
تیسرے روز شیخ صاحب نے وہاں سے کوچ کیا اور موضع بیمال میں
جا رہے اگلے روز وہاں سے چل کر آخوند خیلوں کے موضع ہٹکول میں
رہے وہاں آخوند محمد ارم نام ایک بڑے بزرگ پیرزادے حضرت
امیر المومنین کے مرید اور معتقد لے رہا اور مخلص صادق تھے وہاں سے موضع
ست بہار قریب ایک کوس کے ہے پھر کچھ لوگ تو ہٹکول میں اُترے
اور باقی لوگ بیوی صاحبہ کے ہمراہ ست بہار میں گئے صاحبزادہ محمد نصیر
نے سب کو تسلی و دلاسا دے کر اپنے مکان میں اُتارا اور ایک مکان خالی
کرواکر اس میں بیوی صاحبہ اور غازیوں کی عورتوں کو اُتارا اور کہا کہ
سید بادشاہ کی اکثر معتبر لوگوں سے خبریں سننے میں آتی ہیں کہ سید
بادشاہ جنگ بالاکوٹ سے صحیح و سالم نکل گئے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے
فضل و کرم سے ان کو تم لوگوں میں لاوے تو عین مراد ہماری اور تمہاری
یہی ہے اور جب تک وہ نہیں آتے ہیں تب تک میں تمہارے ساتھ
ہو کر کافروں سے جہاد کرونگا اور حتی المقدور تمہارے کھلانے کر نے

کی خبر لونگا تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ سب درستی کردیگا
اور میں اس کارخیر میں کسی طرح قصور نہ کرونگا قریب سو آدمیوں
کے صاحبزادہ کے پاس گئے تھے اور باقی لوگ ہٹکول میں آخوند محمد ارم
کے پاس رہے پھر بعد کئی روز کے اخوند ممدوح بھی صاحبزادہ موصوف
کے پاس آئے اور آپس میں مشورہ کرکے ضلع ندہیار کے رئیسوں کو
بلوایا اور ان سے تمام غازیوں کا ماجرا بیان کیا اور کہا یہ سب لوگ
محض خدا کے واسطے اپنے اپنے وطن سے سید بادشاہ کے ہمراہ آئے تھے
سو ان دنوں بسبب نہ ہونے سید بادشاہ کے ان کا کارخانہ جہاد
کا درہم برہم ہوگیا اب ان کی غمخواری اور دلجوئی تم سب پر لازم ہے
ایسی کوئی تدبیر کرو کہ ان کا کھانا پینا چلا جاوے اور مجمع ان کا قائم
رہے دنیا میں بھی مسلمانوں کے نزدیک تمہاری نیکنامی ہوگی اور آخرت
میں بھی اللہ تعالیٰ تم کو خیر لئے خیر عطا کریگا اور وہ تدبیر میرے نزدیک
یہ ہے کہ دو چار آدمیوں سے اس امر کی تدبیر تو دشوار ہے مگر اپنی
اپنی بستی میں کچھ عشر کی تدبیر کرو تو ہو سکتا ہے ان لوگوں میں سے واسطے
تحصیل عشر کے کوئی نہ جاویگا تم ہی آپ للہ فی اللہ سمجھہ بوجھ کر جہاں
یہ لوگ ٹھہریں وہاں اپنے اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھیجا دیا کرو اور جو
یہ کار جہاد کا اجرا کریں اس میں تم سب ان کی موافقت کرو یہ بات

صاحبزادہ ممدوح کی اُن سب نے قبول کی جبکہ صاحبزادہ نے ان
سے یہ اقرار پختہ کرلیا تب ان کو رخصت کیا وے اپنی اپنی بستی کو
گئے اور ان کے ساتھ صاحبزادہ کے دو بھائی حقیقی بھی کوہانی سے
آئے تھے محمد نذیر اور محمد بشیر سوان کو صاحبزادے نے اپنے پاس رکھ لیا
پھر اس کے کئی دن کے بعد صاحبزادہ ممدوح نے شیخ ولی محمد صاحب اور
مولوی سید نصیرالدین صاحب اور مولوی حاجی قاسم صاحب کو اپنے پاس
بلا کر کہا کہ اب تو عنایت الٰہی سے میں نے تمہارے غازی بھائیوں کے
کھانے پینے کی تدبیر کردی اب یہ صلاح ہے کہ سید بادشاہ کی بڑی
صاحبہ اور جو غازیوں کی بیویاں ان کے ساتھ ہیں اور کچھ معتبر
معتبر غازی غرضکہ سب ملا کر ساٹھ ستر آدمی تو یہاں ست بھار
میں رہیں اس ضلع کی بستیوں کے عشر سے ان کا کھانا پینا چلا جاویگا اور
باقی مجاہدین میرے بھائیوں کے ساتھ موضع کوہانی میں جاویں
اور وہاں رہیں اُس نواح کے رئیسوں کو میرے بھائی تاکید کیا
کرینگے وے غلہ عشر کا ان کو پہنچایا کرینگے پھر اُن کے پیچھے چند روز
میں میں بھی وہیں آؤنگا انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو اپنا محسن اور
خیرخواہ جانتے ہیں موضع بنیر سے آپ نے ہم لوگوں کو یاد کیا ہم

سب آکر حاضر ہوئے اب یہاں سے جہاں بھیجو وہاں بھی جانے
کو حاضر ہیں پھر اس کے کئی دن کے بعد روز عید الاضحیٰ کا ہوا وہیں
ستہ بہار میں نماز عید کی پڑہی پھر صاحبزادہ نے ایک بیل قربانی
کرنے کو شیخ ولی محمد صاحب کو بھیجا پھر وہ بیل ذبح کیا گیا اور
گوشت اس کا سب غازیوں میں تقسیم ہوا پھر اس کے کئی روز
کے بعد صاحبزادہ نے اپنے دونوں بھائیوں کے رخصت کرنے کی تیاری
کی اور شیخ ولی محمد صاحب سے کہا کہ جن صاحبوں کو یہاں رکھنا ہو تو
رکھ لو اور باقی لوگوں کو میرے بھائیوں کے ساتھ روانہ کردو پھر
شیخ صاحب نے قریب ساٹھ ستر آدمیوں کے اپنے ہمراہ رکھ لئے اور
باقی لوگوں کو صاحبزادہ کے بھائیوں کے ساتھ روانہ کئے اور مولوی حاجی
قاسم کو ان پر امیر کر دیا اور جو لوگ اپنے ساتھ رکھ لئے ان میں سے جن کے
نام یاد ہیں وہ یہ ہیں مولوی سید نصیر الدین صاحب منگلوری اور سید حامد علی
صاحب جھنجھانوی اور حفیظ اللہ دینی اور خلیفہ آخوند فیض محمد غزنوی
اور خلیفہ محمد خیاط لکھنوی اور مولوی عبد الحکیم صاحب بردوانی اور خیر الدین
موچی ہزارے کا اور حاجی عبد اللہ گورکھپور کے اور شیخ احمد حسین صاحب دق پوری
اور محمود بنارسی اور شیخ رمضانی بنارسی اور ابراہیم نگرانوں کے
اور عبد اللہ گجراتی اور عبد الاحد پہلتی اور مجید بخش خیاط لکھنوی

اور گلاب خاں میاں دو آب کا اور حاجی فاضل پشاوری اور الہ عظیم خاں
خیرآبادی اور محمد حسین اور کریم بخش اور شاہ ولی سہارنپوری اور
عبدالرحیم جراح حاسیمی اور کریم بخش ہمراہی مولوی سید نصیر الدین صاحب
ننگلوری اور فتح علی آدبپوری اور حسن خاں عظیم آبادی اور حسین علی
بڑہانوی اور امان اللہ گڑھ مکیسری اور آخوند زعفران قندہاری اور
امان اللہ خاں لکھنوی اور خضر خاں قندہاری اور گل شیر کالے باغ کا اور
اشرف ولایتی اور نور اور شاہباز کالے باغ کے اور احمد عیسیٰ خیل
کے اور آخوند محمد عظیم موضع کالو خاں ملک سمہ کے اور ان کے خادم
غلام مولیٰ اور محمد زماں یہ دونوں بھائی موضع کوگا ملک سملے کے
اور رحیم بخش بنارسی اور پیر محمد قاصد اور امان اللہ خاں کنجوری اور
میاں عبدالقیوم اور لکھمیر اور دس گیارہ عورتیں اور بارہ تیرہ لڑکے
لڑکیاں ہمراہ بیوی صاحبہ کے تھیں پھر یہ سب لوگ ہمراہ شیخ ولی محمد
صاحب کے وہاں ست بہارمیں دو یا پونے دو مہینے رہے اسی مدت
مذکورہ کے اندر صاحبزادہ محمد نصیر ایک مہینے کے کھانے کا بندوبست
کر کے کوہانی کو چلانے لگے شیخ ولی محمد صاحب اور مولوی سید نصیر الدین
صاحب نے صاحبزادے سے کہا کہ آپ تو کوہانی کو تشریف لیجلے
دیکھا چاہئے وہاں سے کب آتا ہو اور ہمارا ارادہ یہ ہے کہ جیسا کہ بیوی کا

کو کسی طور حضرت امیر المومنین کے اہل و عیال کے پاس سند میں پہنچا
دیویں مگر پہلے یہاں سے تختہ بند میں سید میاں کے یہاں لے جاویں وہاں
سے سند کے جانے کی تدبیر کریں جو کچھ وہاں سب صاحبوں کی صلاح
ٹھہرے گی ویسا ہم آپکو لکھینگے صاحبزادے نے کہا کہ بہتر ہے جب آپ
چاہنا لیجانا آپ کو اختیار ہے یہ کہہ کر صاحبزادہ تو اپنے بھائیوں کے
پاس کوہانی میں تشریف لے گئے اور یہ سب لوگ ست ہار میں رہنے لگے
صاحبزادے کے جانے سے ایک مہینہ گذرا شیخ ولی محمد صاحب اور مولوی سید
نصیر الدین صاحب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کسی طور یہاں سے بیوی صاحبہ
کو تختہ بند میں لے چلیں تو خوب ہے اور اسی صلاح کے واسطے موضع
بھٹکول سے آخوند محمد ارم کو بلایا اور یہ اپنے ارادے کا حال ان سے بیان
کیا انھوں نے کہا کہ میرے نزدیک یہی بات خوب ہے کہ بیوی صاحبہ
کو یہاں سے کسی محفوظ جگہ میں پہنچادو کیونکہ یہاں تم لوگوں اور صاحبزادے
سے موافقت ہونی مشکل ہے ان کے اکثر مرید اور معتقد سواتی لوگ ہیں
اور وہ بڑے مفسد اور فریبی ہیں تم لوگ صرف خدا کے واسطے اپنے اپنے
وطن سے نکلے ہو اور صاحبزادے نے جو تم لوگوں کو بلا کر اپنے پاس جمع
کیا ہے سو صرف اپنی ناموری اور نمود کے واسطے اور تم لوگوں کا
بوجھ صاحبزادے سے نہ اٹھے گا جو دن گذرتے ہیں انہی غنیمت جانو

اگر خدانا خواستہ تمہاری طرف سے صاحبزادے کے دل میں کٹری کا رنج
آگیا اور بات بگڑ گئی تو پھر یہاں سے نکلنا دشوار ہوگا اس کا تدارک
پہلے سے کرنا چاہئے شیخ صاحب ممدوح نے کہا کہ تم ہی اس کی تدبیر بتلاؤ کہ
کون سے رستے ہو کر جاویں کہ بے دغدغہ تختہ بند میں ہم پہنچیں کیونکہ تم
یہاں کے واقف کار ہو فراز و نشیب سے یہاں کا تم کو خوب معلوم
ہے آخوند صاحب موصوف نے کہا کہ میں اس کا جواب سوچ سمجھ
کر تم کو تیسرے روز دونگا یہ کہہ کر آخوند صاحب اپنے مکان کو
گئے اور شیخ ولی محمد صاحب نے کوہانی میں مولوی حاجی قاسم صاحب
کو لکھا کہ ہم دو چار روز میں یہاں سے بیوی صاحبہ کو لے کر تختہ بند
کو جانے والے ہیں وہاں تختہ بند میں پہنچ کر جیسا ہم تم کو لکھیں اس کے
موافق عمل میں لانا انتہیٰ پھر اس کے تیسرے روز آخوند محمد ارم نے
اپنے آدمی کی زبانی شیخ صاحب ممدوح کو کہلا بھیجا کہ میں نے
تمہارے رستے کی تدبیر کر رکھی ہے سوا بے تم اپنے سب لوگوں کو
لے کر یہاں چلے آؤ یہ پیغام سن کر شیخ صاحب نے چلنے کی تیاری
کی پھر اس کے اگلے روز بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو گھوڑے پر سوار
کر کے اور سب لوگوں کو ہمراہ لے کے موضع بھٹکول کو روانہ ہوئے
اور آخوند محمد ارم کے مکان پر جا کر اُترے اس دن بستی والوں نے

موافق دستور اس ملک کے سب کی دعوت کی کسی نے گوشت
مرغ کا اور کڑہی اور روٹی کھلائی اور کسی نے دودھ اور چاول
اور کسی نے دہی چاول اور کسی نے گھی اور چاول یا دودھ کھلا
اس کے اگلے روز آخوند محمد ارم نے سب کی دعوت کی اس دعوت
میں کھچڑی اور گھی تھا اور دریائے اباسین یا شکول کے نیچے
بہتا ہے آخوند صاحب ممدوح نے شام کو گھاٹ کے ملاحوں
سے کہہ دیا کہ جالہ باندہنے کی تدبیر کر رکھو کل سویرے ان
غازیوں کو پار اتارنا ہوگا پھر اگلے روز سورج نکلے آخوند
صاحب نے کھچڑی پکوا کر اور سب کو کھلا کر اباسین سے
اتروانا شروع کیا تین یا چار پھیروں میں جالے پر بیٹھ کر
سب لوگ پار ہوگئے وہاں سے قریب ایک کوس کے
ستھانا گئے نام دامن کوہ میں آخوند خیلوں کی ایک بستی ہے
وہاں گئے اور وہ بستی بھی آخوند محمد ارم کے بھائیوں کی تھی
وہاں کے لوگوں نے کئی گھر خالی کروا کر ان میں بیوی صاحبہ
اور ان کے ساتھ کی عورتوں کو اتارا اور مردوں کو مسجد
اور حجروں میں اتارا پانچ یا چھہ مقام وہاں ہوئے اور

کھانا ہر روز موافق دستور اس ملک کے بستی والوں نے کھلایا
تیسرے یا چوتھے روز بر سوات کے تین شخص شیخ ولی محمد
صاحب کے پاس آئے ایک ان میں خونہ کا صاحبزادہ تھا اور
ایک سید نام دونوں کے نام یاد نہیں اور تیسرا موضع صحر کا
انبالے خاں اور یہ خان موصوف حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
اور نہایت معتقد اور محب صادق تھا اور ان دونوں صاحبوں
کا حال نہیں معلوم کہ حضرت ممدوح کے مرید تھے یا نہیں مگر معتقد بیشک
تھے پھر ان تینوں صاحبوں نے بعد ملاقات کے شیخ ولی محمد صاحب
اور مولوی سید نصیرالدین صاحب سے کہا کہ ہم بر سوات سے اتنی
دور صرف بیوی صاحبہ معظمہ مکرمہ اور تم صاحبوں کے لینے کو آئے
ہیں تم سب یہاں سے چل کر ہمارے وہاں ٹھہرو جو کچھ ہم لوگوں
سے ہو سکے گا تم سب صاحبوں کی مہمانداری اور خدمتگزاری
میں قصور نہ کرینگے پھر وہاں سے جہاں صلاح ٹھہرے وہاں
تشریف لیجاویں آپ کو اختیار ہے شیخ ولی محمد صاحب اور
مولوی سید نصیرالدین صاحب اس پر راضی ہوئے پھر جب ا
سنڈ اکئی سے کوچ کیا سب ان کے ہمراہ ہوئے پہاڑوں کا

رستہ تھا راہ میں کئی بڑے بڑے پہاڑ چڑھنے اُترتے پڑے
پھر آٹھویں یا نویں روز مع الخیر خونہ میں جاکر داخل ہوئے
وہاں سے اپنالے خاں کا گاؤں صحرہ نام پانچ یا چھ ہوگا
پھر وہاں خونہ میں یہ صلاح ٹھہری کہ صاحبزادے ہی کے
پاس ٹھہریں صاحبزادے کو اس نواح کے سب ملک اور
خوانین اپنا بزرگ اور پیر و مرشد جانتے ہیں یہاں کے رہنے
سے سب شراکت کرینگے اور جو اپنالے خاں کے وہاں جاوینگے
تو سب بار اپنالے خاں پر پڑیگا اور اس اطراف کے سردار
خان ممدوح کی شراکت بھی نہ کرینگے اور وہ خونہ کے سید
صاحب مذکور چاہتے تھے کہ میں اپنے پاس سب کو ٹھہراؤں
اور خونہ سے سات یا آٹھ کوس چنڑیال نام ایک درہ ہے
اس میں ایک سیدوں کی بستی ہے نام اس کا یاد نہیں اس
میں کے ایک سید عبدالقیوم نام بڑے نامی تھے اور حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے مرید اور محب مخلص اور بڑے معتقد
تھے انھوں نے بہت بڑا ایک بھینسا قوی ہیکل اور فربہ کو
اس کا خوب بہت بہت کھانے کا پلا ہوا تھا اور

بھورارنگ تھا اور سفر حملا اور منیر اور سوات میں بعد لڑائی
موضع سیدو کے حضرت علیہ الرحمۃ کو اور پنجتار میں عید الضحیٰ
کو نذر کیا تھا اس کا حال مفصل اپنی جگہ پر بیان ہو چکا،
ہے سوخونہ میں غازیوں کے آنے کی خبر سن کر وے بھی،
تشریف لائے اور شیخ ولی محمد صاحب سے ملاقات کی اور
بہت سی تسلی کی کہ تم اسی خونہ میں ٹھہرو یہاں سے کہیں نہ
جاؤ

سیرتِ سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

حصّہ اول و دوم

مفصّل سوانح حیات، آپ کے اصلاحی و تجدیدی کارنامے اور

غیر منقسم ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد و تنظیم، اصلاح و تجدید اور

احیائے خلافت کی تاریخ

تالیف

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کاروانِ ایمان و عزیمت

حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء اور اکابرِ جماعت کا تذکرہ

اور سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کی کوششوں اور سلسلۂ تنظیم و جہاد کی رُوداد

تالیف

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی